فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

چون آیه موصوفه دال ست بر وجوب سوال فی الدین از اہل الذکر بالمطابقت و بر وجوب جواب
بذمہ ایشان و بر وجوب عمل بر آن جواب کہ من حیث الذکر باشد بالالتزام و کفی بہ تنویها بشان
الاستفتاء والافتاء و نیز بودنش از اعظم مدار دین از اجلی بدیہیات بلکہ مشاہدات است
بناءً علیہ شطرے از جوابات بر بعضے سوالات مسمیٰ بہ

امداد الفتاوی

معروف بہ

فتاوی اشرفیہ

کہ منقسم بر چہار جلد ست و این جلدین اخیرین ازان ست کہ مشتمل بر تصحیح الاغلاط و تنقیح الاخلاط متعلق
بخود است از افادات جامع منقول و معقول حاوی فروع و اصول فقیہ زمان مفسر دوران صاحب
الشریعۃ والطریقۃ حضرت مولنا الحافظ الحاج محمد اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ الولی۔ باہتمام ذکی و
ذہین جناب سید محمد عبد المتین منیجر از ابناء مولنا مولوی حافظ محمد عبد الاحد غفر لہم الصمد

۱۳۴۶ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

۲

تفسیر بیان القرآن

مصنفہ سلطان المفسرین مقدام الراسخین ۔ جامع کمالات منبع الحسنات ۔ ماہر علوم قرآنیہ ۔ صاحب الشریعۃ
و الطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقت کاشف اسرار خفی وجلی مولٰنا حاجی محمد اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم و فیوضہم
خلیفہ حضرت مولٰنا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیر کی خوبیان جیسی چاہئیں ویسی
تو ہماری زبان نہین جو بیان کی جاسکین شائقین اوس کے مطالعہ سے خود معلوم کر لینگے ۔ ہان حضرات معلمین و متعلمین
اور جملہ شائقین کو یہ **مژدہ** سناتے ہین کہ آپ لوگ اس تفسیر کا مدت سے شہرہ سنتے تھے وہ مکمل چھپ چکی ہے ۔ اور
بارہ جلدون مین ختم ہے ۔ خریدارون کی سہولت کے لئے کم وبیش ڈھائی ڈھائی پارون کی ایک ایک
جلد کردی گئی ہے ۔ تقطیع ۲۰×۲۶ دو صفحہ کاغذ ولایتی (۱) قرآنمجید کا سلیس اور آسان ترجمہ کیا ہے جس مین قابل
فہم ہونے کیساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے اور بہ نسبت اتباع محاورہ کے تحت لفظی کی رعایت زیادہ ملحوظ رکھی گئی ہے
(۲) نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو ایسا ضروری دیکھا کہ اوس پر ترجمہ کی توضیح موقوف ہے یا کوئی شبہ خود قرآنمجید
کے مضمون سے ظاہراً پیدا ہوتا تھا اوس کا جواب یا مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اُسکی
تحقیق یا اس قسم کی کوئی ضروری بات ہوئی اوسکو ف بناکر بڑھا دیا ہے (۳) شبہات کے جواب دینے مین صرف اُن شبہات
کو خاص کیا ہے جنکا منشاء کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیۃ یا کوئی حدیث ۔ یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس ۔ اور جنکا منشاء
کوئی امر صحیح نہین بلکہ وہ شبہ خود دعویٰ بلا دلیل ہے اسکے جواب مین چونکہ طلب دلیل کافی ہے اس لیئے اس سے تعرض نہین کیا
گیا اور بہت سے شبہات نفس تقریر ترجمہ سے مندفع ہوگئے ہین (۴) جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے ان مین التزام کیا گیا
ہے کہ وہ صحیح روایتین ہون (۵) جہان مفسرین کے متعدد اقوال ہین انمین سے جسکو روایت یا ذوق عربیت سے راجح
سمجھا صرف اسکو اختیار کر لیا گیا ہے سب کو نقل نہین کیا (۶) ہر جگہ تفسیر مین اتباع سلف صالح کیا ہے متاخرین کے اقوال کو
جو سلف کے خلاف تھے نہین لیا (۷) اختلافیات کی تفسیر مین صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے (۸) جن آیات کی تفسیر مین
مرفوع حدیث آئی ہے اوسکے مقابلہ مین کسیکا قول نہین لیا گیا (۹) قرآن مجید کی اول سے آخر تک ہر سورۃ اور ہر آیۃ کا
ربط ماقبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر مین بالالتزام بیان کیا گیا ہے اور اکثر سورتون کے شروع مین ان سورتوں کا
خلاصہ بھی بیان کیا گیا ہے

شائقین مطبع مجتبائی دہلی سے طلب فرمائین

فہرست مضامین فتاوی امدادیہ معروف بہ فتاوی اشرفیہ جلد سوم

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کتاب البیع	۱	ٹھیکہ مواشی خانہ	۱۰	بیع عقار غیر مقدور التسلیم	۲۲	سوال متعلق سوال بالا	۳۵
حد احتکار	″	تعریف اقالہ و بیع بالخیار	″	اشتراط منذور لغیر اللہ	۲۳	منافع بنک	۳۶
تردید در ثمن وقت بیع	″	حل شبہ متعلقہ بتفسیر تبدل		مبادلہ روپیہ بفلوس و قبض بعضی فلوس	″	دفع شبہ حلت سود بعلت افلاس	
شرکت مال حرام در تجارت	۲	حکم بہ تبدل ملک	۱۱	بیع مرہون برضاء مرتہن	۲۴	مسلمانان	″
دعوٰی اقارب بعد سکوت		معنی معلومیت مبیع	″	چیزے زائد دادن بعد بیع	۲۵	حکم بیمہ کمپنی	۳۷
وقت بیع عقار	″	فریب دادن مشتری مر بائع را		عدم جواز فضل منافع دلال را	۲۶	مبادلہ آلو د شکر قند بغلہ نسیۃ	۳۸
جواز بعض صور صفقۃ فی صفقۃ	۴	در بیان حالت بیع و تحقیق		بیع اراضی بدست کسے کہ در و شوالہ		دفع شبہ خبث بر مال حاصل برضاء حربی	۳۹
پیشگی روپیہ دادن بائع را و		تعارض	۱۲	خواہد ساخت	″	ابطال حیلہ سود بفلوس دادن و	
اندک اندک گرفتن مبیع	۵	تتمۂ سوال سابق	۱۳	درج کردن نام زوجہ در قبالہ	″	روپیہ گرفتن	″
سلسلہ وار خریدن و فروختن		عدم جواز بیع بدست نابالغان		**کتاب الربوٰا**	۲۷	رعایت در کرایہ بشرط وصول پیشگی	″
ٹکٹ کارخانہ ہائے تجارت	″	بواسطہ غیر ولی	۱۴	حکم منی آرڈر	″	تقسیم انعام از رقم سود در بعضے	
فسخ وعدہ در تراج سعر و حط		عدم جواز بیع ام و عم عقار نابالغ را	۱۵	جمع کردن روپیہ در بینک ڈاکخانہ	۳۹	اسکول ہا	۴۰
ثمن بتراضی	۶	بیع یا رہن جائداد مشترک	″	فروختن نوٹ بکمی	۳۱	**کتاب الوکالۃ**	″
رشوت دادن کارکنان بائع را		توجیہ عبارات متعلقہ بیع حربی		تدبیر حفظ از بیع نوٹ بکمی و از		جواز واپسی روپیہ از وکیل قبل صرف	
کہ مال جید دہند	۷	اقارب خود را	۱۶	اعانت گؤ سالہ	″	فضولی فی البیع را نفع درمیان	
عدم جواز رد ثمن از بائع بعد بیع		احکام بیع کہ بمصلحت حفظ جائداد		زرگر را روپیہ دادن برائے ساختن زیور	۳۲	داشتن	۴۱
مگر از حربی برضا۔	″	بنام کسے منعقد کردہ شود	۱۷	دفع شبہ براءت سود دہندہ از گناہ	۳۳	**کتاب الکفالۃ**	۴۲
توکیل مسلم الیہ برائے بیع مسلم فیہ و		اشتراط مثلیت ثمن در بیع مرابحہ	۱۸	حکم رقمی کہ بنام سود ملازمان را		دعوی مہر بکفیل	″
اشتراک وجود مسلم فیہ وقت سلم	۸	تحقیق تعامل	۱۹	سرکار بدست می آید	″	**باب الحوالۃ**	۴۳
بیع آلات معاصی یا استیجار		بیع سمک در تالاب	″	نفع پرامیسری نوٹ	۳۴	اشتراط رضاء محیل و محتال و محتال	
علی اسباب المعصیۃ	″	بیع عقار موروث قبل القبض	″	ربوا ہندوستان	″	علیہ در حوالہ	″

مضمون	صفحہ
کتاب الودیعۃ	۴۳
توکیل مودع مودع را	،،
نزع امانت نابالغ از دست خائن	۴۴
تصرف متولی در رقم چندہ خلاف رضا اہل چندہ	
ضمان مودع المودع	۴۶
تلف ودیعت مع مال مودع بالغرق آب	،،
کتاب العاریۃ	۴۷
بطلان عاریت بموت وضمان	
عاریت بتعدی	،،
کتاب الاجارۃ	۴۸
اجرت بر طاعات	،،
تحقیق مسئلہ مستفسرہ کھجور	۴۹
تحقیق معصیت بودن اجارہ فاسدہ	۵۰
تحقیق اجرت زانیہ	،،
مستفتی کا اس جواب پر شبہ	۵۱
رفع شبہ بر جواب مذکور	،،
السر المکنون	۵۲
سر مکنون متحقق مسئلہ مذکورہ	،،
تحقیق استحقاق اجرت زمانہ	

مضمون	صفحہ
رخصت رعایتی مدرسین	
حکم کار خود کردن در وقت ملازمت	،،
تحقیق استحقاق اجرت وقت غیر حاضری یا کمی طلبہ	،،
تحقیق استحقاق تنخواہ ایام مرض	۵۵
تحقیق استحقاق تنخواہ مسمی چندہ در حالت عدم مسمی	،،
ایضاً	،،
استحقاق تنخواہ ایام تعطیل	،،
تحقیق ادائے زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر وجواب شبہ برین مسئلہ	۵۶
جواز اخذ اجرت اراضی زُ اندا	،،
تعیین سرکار	۵۷
تحقیق بعض احکام دلال	،،
سوالات متعلقہ سوالات بالا	۵۸
عبارات کتب معتبرہ	۵۹
اجرت بر سماع قرآن بغرض فسخ	۶۱
حکم حیلہ در اجرت بر تعلیم قرآن یا تبلیغ احکام	،،
شیر گرفتن از کاشتکار در ابواب زمینداری	۶۲
رفع شبہ بر عدم جواز آمدنی وکالت	۶۳

مضمون	صفحہ
الصلح فی اجرۃ الانکاح	۶۳
رسالہ در تحقیق حکم اجرت نکاح خوانی	،،
احکام اجارہ ارض برائے بنا	۷۰
استیجار محصل چندہ بر نصف حاصل	۷۱
استیجار بر اخذ سمک	،،
ایضاً	،،
نوکری کردن کاسبان حرام	،،
چیزے فروختن بدست ایشان	۷۲
حقوق زمینداری بر ذمہ کاشتکار	۷۳
حلت یا حرمت تنخواہ مرتشی	،،
نوکری آبکاری	۷۳
معاف کردن پیداوار زمین تا مدت معلومہ بعوض مبلغ	۷۴
ترک کردن نوکری خلاف شرع	۷۵
ٹھیکہ دادن زمین ڈھاکہ دار	،،
کتاب الدعوی	۷۶
عدم خروج شئے از ملک بنا مزد کردن دیگرے	،،
ایضاً مثل بالا	،،
حق خود گرفتن بحیلہ از غیر جنس	۷۷
تحقیق عدم سماعت دعوی بعد میعادے	۷۸

مضمون	صفحہ
کتاب القضاء	
بودن حکام مسلمین در حکم قضات	،،
سوال متعلق جواب بالا	۸۰
عدم کفایت فتوی انفساخ نکاح مفقود قبل الزوج	۸۱
اجرت دہانیدن حاکم قاضی یا شاہدان را از فریقین	،،
اشتراط قاضی برائے فسخ نکاح	،،
حلف ہندو	۸۲
کتاب الشہادۃ	،،
عدم کفایت شہادۃ محض زنان در حقوق	،،
شہادۃ دو کس بر یک جزو دعوے وشہادت دو کس بر جزو دیگر	۸۳
فرق درمیان عیدین و کتاب القاضی در شرائط	،،
کتاب الغصب	۸۴
براءۃ از حق باداء حق بلا اطلاع مالک	،،
حکم تنخواہ ریاست	،،
حکم زمین موروثی ومنافع آن	۸۵
حق سبیل	،،
استحقاق شفعہ در زمین کہ بعوض کمی سابق کہ بوجہ استحقاق غیر در مبیع	

مضمون	صفحہ
باشد دادہ می شود	۸۶
شفعہ شریک وقت مبایعت شریکین	۸۷
کتاب الرہن	”
عدم جواز انتفاع بمرہون	”
حکم بیع بالوفاء	۸۸
حکم فک رہن زمین ضبط نمودہ سرکار	”
تعلیق بیع بعدم فک رہن در زمانہ محدود	۸۹
دفع شبہ بر بیع مرتہن شمار مرہونہ را	۹۱
رعایت راہن مر مرتہن را	”
حیلہ تحصیل مصلحت عقد رہن	”
ارتہان بغیر اجل و شرط انتفاع	۹۲
کتاب الھبۃ	۹۳
ثبوت ہبہ بقرائن	”
حصہ خود گذاشتن وارثی	”
بودن روپیہ از اشیاء غیر منقسم	”
تحقیق قرائن ہبہ زوجہ را	۹۴
زیور صرف کردن زوجہ بجہات زوج	۹۵
تفضیل بعضے اولاد را در عطا	”
توقف صحت ہبہ بر قبضہ و شرائط	”
رجوع در ہبہ	۹۶

مضمون	صفحہ
ہبہ یا بیع فرضی بنام بعضے ورثہ	۹۷
دلیل حنفیہ در مانعیت محرمیت از رجوع ہبہ	”
رفع تعارض در عبارات فقہیہ در	.
اسقاط وارثی حق خود را مع بعض	
احکام ہبہ	۹۸
ثبوت ہبہ بقرائن	۹۹
جائداد بخشیدن بعض اولاد را و محروم کردن بعضے را	”
رد ہبہ یا عاریت	۱۰۰
ہبہ جائداد بدختر	۱۰۱
خریدن جائداد بنام شخصے دیگر	۱۰۲
کتاب الشرکۃ	۱۰۳
عدم براءۃ مستقرض با داء بعض ورثہ مشترکین۔	
اشتراط نقدیۃ مال شرکت و غیر معین بودن ربح	۱۰۴
کتاب القسمۃ	۱۰۵
تقسیم مشترک	”
کتاب الزراعۃ	”
عدم استحقاق زمیندار درختان کاشتکار	”

مضمون	صفحہ
سوالات متعلق جواب بالا	۱۰۶
کتاب اللقطۃ	۱۰۷
استبدال مال مفقود بمال خود	”
کتاب الوصایا	”
رد موصی لہ وصیت را یا رجوع موصی ازو	۱۰۸
وصیت للوارث	۱۱۰
وصیت للاجنبی وللوارث	”
تعلیق و اضافۃ وصیت	۱۱۱
سوال متعلق جواب بالا	۱۱۲
سوال متعلق جواب بالا	۱۱۳
وصیت برائے دفن در مکان معین	۱۱۴
وصیت برائے وارث یا اجنبی	
اجازت وارث بعد رد	”
کتاب الفرائض	۱۱۵
جریان میراث در اسباب خرید کردہ	
وصیت برائے غرض خاص و قول	
ذی الید وقت اختلاف	”
وارث شدن ابن الزنا از مادر خود	۱۱۶
تقسیم بدون امتیاز و تسلیم حصص	”
توارث اخت من الزنا	۱۱۷
عدم حرمان میراث در وظیفہ	”

مضمون	صفحہ
سرکاری تنخواہ	۱۱۷
اعتبار جنین در میراث	۱۱۸
منتہی شدن عصوبت باولاد عم الجد	”
وضع ترکہ در بیت المال و مصارف آن	۱۱۹
صورت تقسیم میراث و استحقاق	
نفع و مطالبہ دین در میان ورثہ مختلفین اشتراکا و انفرادا	۱۲۰
تقدم حق مرتہن بر مہر وغیرہ در ترکہ	۱۲۱
جریان میراث در مہر	۱۲۲
حکم عطاء سرکار کسے را بخدمتی برائے مدد معاش او	”
حکم کسب حرام برائے ورثہ	۱۲۳
تحقیق تقسیم صنف ثالث ذوی الارحام مختلف الاصول	”
تقسیم ذوی الارحام	۱۲۴
امانت شدن متاع زوج مفوضۂ زوجہ	”
مسائل شتی	۱۲۶
تحقیق حیات خضر علیہ السلام	”
جواب تشنگی دوستی از عوام	۱۲۷

مضمون	صفحه
تحقیق معنی مولیٰ	۱۲۷
تحقیق حکم جرمانه	״
صور متعدده در ادائے حق	۱۲۸
تحقیق معنی تبدل ملک	۱۲۹
حکم مال حرام بعد توبه	״
تحقیق محشور شدن حامله	۱۳۰
توجیه بعض مضامین منسوب به شیخ عبد القادر جیلانی رح	
شبهات مستفتی متعلقه جواب مندرجهٔ بالا مع جواب	۱۳۱
شبهات مشار الیها	۱۳۶
تحقیق حق الله یا حق العبد بودن زنا	۱۳۸
خارج بودن دیوار مسجد از مسجد	۱۳۹

مضمون	صفحه
تقبیل نقشهٔ روضهٔ مطهره وغیره	۱۴۰
دخل اجازت در خواندن دلائل الخیرات	״
تحقیق مالک زمین که زمیندار است یا گورنمنٹ	״
تحقیق تفاضل نبی علیه السلام و قرآن مجید۔	״
حکم اعمال مستعمله برائے دفع وبا	۱۴۱
تحقیق وصیت نامه که چند بار مجاور روضه شیوع یافته	۱۴۲
معنی قول طعام المیت یمیت القلب	۱۴۳
وطی بهیمه	۱۴۴
مدح رسول علیه السلام نظماً یا نثراً	۱۴۵

مضمون	صفحه
دفع شبه عدم جواز خروج از اطاعت یزید	۱۴۵
تحقیق کل یا جزو ثواب رسیدن باموات متعدده	۱۴۶
تحقیق ایذائے ارواح خبیثه	۱۴۷
تحقیق دست غیب	״
تحقیق همزاد	״
دفع شبه قادیانی و تفسیر آیت	״
تحقیق روایت کتابت علی الکفن	״
طریق اکل سمک مرعا جزائر اصطیاد را	
حد بلوغ زن	۱۴۷
سوال متعلق تعداد ادم	۱۴۸

مضمون	صفحه
معامله با غیر مقلدان	۱۵۰
بخواب دیدن کسی حامله مرده را که فرزند زائیده	۱۵۱
عاق کردن پسر	״
سوال متعلق معنے ولیمه	۱۵۲
وجوب تقلید	۱۵۳
ذبح انعام از عهد آدم علیه السلام	۱۵۵
مجتهد مقید بودن ابن همام را	۱۵۶
دریچه کشادن سوے مسجد	״
مسائل طاعون	از ۱۵۷ تا ۱۸۰
ضمیمه تصحیح الاغلاط متعلق جلد هذا	

کتاب البیع

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے فصل پر شہر کے شہر مین گندم ہزار پانسو روپیہ کے خرید کر کے بھر رکھے کہ عند الموقع فروخت کرون گا اس عرصہ مین ایسا موقع بھی ہوا کہ اگر فروخت کرتا تو اُس کو نفع ہوتا تاہم انتظار گرانی ہے سو یہ احتکار ہوا یا نہین اور اگر یہ احتکار نہین ہے تو احتکار کی کیا تعریف ہے اور کیا حکم ہے اس کی نسبت۔

الجواب۔ اگر اس کے روکنے سے لوگون کو کچھ ضرر ہوا تو احتکار ہوا ورنہ نہین ہوا کیونکہ احتکار کے معنے روکنا غلہ کا وقت ضرورت خلائق بنظر گرانی اور اس کی مدت مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک ماہ بعض کے نزدیک چالیس روز غرض یہ کہ جب لوگون کو ضرورت پڑنے لگے اور روکنے سے ضرر ہونے لگے احتکار ہو جاتا ہے ثم المدۃ اذا قصرت لا یکون احتکار العدم الضرر واذا طالت یکون احتکارا مکروھا لتحقق الضرر ثم قیل ھی مقدرۃ باربعین یوما وقیل بالشھر ھدایۃ مختصرا کتاب الکراھۃ ۱۲ اور احتکار پر حدیث مین بڑی سخت وعیدین لعنت وجذام وافلاس وغیرہ کی آئی ہین عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من احتکر علی المسلمین طعامھم ضربہ اللہ بالجذام والافلاس مشکوۃ کتاب البیوع واللہ اعلم فقط ۲۸ شوال سنہ ۱۳ھ

سوال۔ ایک شخص اپنا مال نقد ایک روپے کو فروخت کرتا ہے اور اُدھار سترہ آنہ کو بیچتا ہے یہ جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس کی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ وقت بیع کے ثمن کی تعیین نہین کی بلکہ مشتری سے تردید کے ساتھ کہا کہ اس کی قیمت اگر اسی وقت دوگے تو ایک روپیہ لونگا ورنہ سترہ آنے لونگا یہ تو بوجہ جہالت ثمن کے جائز نہین۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اوّل مشتری سے طے کر لیا ہو کہ نقد لیتے ہو یا اودھار اگر اس نے نقد لینے کو کہا تب تو ایک روپیہ قیمت ٹھیرائی اگر اودھار لینے کو کہا تو سترہ آنے ٹھیرائے یہ جائز ہے فی العالمگیریہ رجل باع علی انہ بالنقد بکذا وبالنسیۃ بکذا

او الی شہر بکذا او الی شہرین بکذا السم یجز کذا فی الخلاصة انتہی جلد ثالث صفحہ ۱۵ مطبوعہ نولکشوری۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ والد صاحب قبلہ نے پہلے غلہ کی تجارت کی تھی اس مین بہت نقصان ہوا اب بجائے اُسکے نمک کی سوداگری کی ہے اور بفضلہ صورت اچھی معلوم ہوتی ہے ایک شخص شریک ہونا چاہتے ہین یہ صاحب پہلے پولیس مین ملازم تھے اب معزول ہو گئے ہین مال ان کا مشکوک بلکہ غالب خراب ہے ان کی شرکت کی نسبت کیا حکم ہے نمک کی خریداری اس طرح ہوتی ہے کہ روپیہ سرکاری خزانہ مین ہر جگہہ جمع کیا جاسکتا ہے وہان سے رسید لیکر سرکاری پرمٹ گودام واقع جھیل سانبھر کو بھیجدی جاتی ہے اور نمک وہان سے آجاتا ہے یا نوٹ خرید کر کسی آڑتی کو بھیجدیئے جاتے ہین وہ نمک خرید کر بھیجدیتا ہے ان صورتون مین خراب روپیہ شامل کرنے مین کیا حکم ہے۔

الجواب۔ جن کا مال خراب ہے وہ کسی سے قرض لیکر شرکت کرلین پھر وہ قرض اپنے ذخیرہ سے ادا کردین اور بدون اس تدبیر کے خزانہ مین جمع کرنا یا نوٹ خریدنا اُس خرابی کا رافع نہین ہو سکتا لان البدل فی حکم المبدل عنہ بخلاف القرض فانہ لیس بمبادلۃ کما لایخفی۔

سوال۔ ایک شخص نے اپنی جائداد موروثی سکنی و زرعی کو مختلف اوقات مین اپنی بہن حقیقی کی جس کی عمر اب زائد از بتیس سال اور خاوند اور اطفال والی ہے موجودگی اور علم کی حالت مین بذریعہ بیع جائز اپنے عزیز رشتہ دار اور ہمسایون کی طرف منتقل کر دی اور عرصہ زائد گیارہ سال مین ہر ایک مشتری کے۔ مالکانہ تصرف مین زمین مبیعہ اس صورۃ سے آگئی کہ زمین مسکونہ پر مکانات بنگئے اور زمین مزروعہ پر درخت لگ گئے اور کاشت کی آمدنی وصول کرتے رہے بالفعل بائع جائداد مذکور نے اپنی بہن حقیقی کے ساتھ بوجہ بدنیتی اور طمع فاسد کے سازش کر کے دعویٰ وراثت شرعیہ کا کرایا اور تمادی قانونی سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اپنی بہن مدعیہ کی عمر بست سالہ اور اپنی والدہ کے انتقال کو اندر میعاد بارہ سال کے بیان کیا حالانکہ مدعیہ کی عمر زائد از بتیس سال اور اس کی والدہ کے انتقال کو سترہ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے مدعیہ کا باوجود پورے طور پر علم بیع ہونے اور تصرف خریدارون کے ایک عرصہ دراز تک چپ رہنا شرعاً بجائے اقرار و اعتراف و تسلیم بیع کے ہے یا نہین چند روایات بغرض استفادہ لکھی جاتی ہین باع عقارا او

شرکت مال حرام در تجارت

دعوی اقارب بعد سکوت وقت بیع عقار

امراته او ولده او بعض اقاربه حاضر یعلم البیع ووقع التقابض بینهما وتصرف المشتری فی ذلك زمانا ثم ادعی من كان حاضرا عند البیع ان العقار له ولم یكن للبائع لاتسمع دعوے المدعی لان حضوره عند البیع وترك المنازعة اقرار منه انه ملك للبائع وقیل سکوته فی هذه الحالة كالافصاح بالاقرار دلالة قطعا للاطماع الفاسدة لاهل العصر فی الاضرار بالناس وفی الجامع الصغیر سکوت المالك فی ما اذا باع رجل ملكه وهو حاضر لایكون رضی بالبیع وهذا فی غیر الاقارب. خزانة المفتین

باع شیئا وزوجته او بعض اقاربه حاضر ساکت ثم ادعاه لایسمع واختار القاضی فی فتاواه انه یسمع فی الزوجة لافی غیرها واختار ائمة خوارزم ماذکرناه بخلاف الاجنبی فان سکوته وقت البیع والتسلیم لایكون رضی من البزازیة فی نكاح البكر السكوت كالایضاح فی ثلثین مسئلة مذکورة فی العمادیة وجامع الفصولین وغیرهما الاولی سکوت البكر عند تزویجها الثانیة والثالثة الی ان قال الثانیة والعشرون سکوت القریب عند بیع عقار بحضرة وكذا سکوت احد الزوجین الثالثة والعشرون سکوت من رائی غیره یتصرف زمانا فی ثم ادعی انه ملكه الرابعة والعشرون سکوت المالك اذا رائی غیره یبیع متاعه الخ کذا فی الفتاوی الظهیریة من الفوائد الزینیة لابن نجیم۔

الجواب۔ فی الشامیة عن الاشباه (۴۴۲) سکوته عند بیع زوجته او قریبه عقارا اقرار بانه لیس له علی ما افتی به مشائخ سمرقند خلافا لمشائخ بخارا فلینظر المفتی ای لاختلاف التصحیح كما سیذكره الشارح لكن المتون علی الاول فقد مشی علیه فی الكنز والملتقی اخر الكتاب فی مسائل شتی واحترز بالبیع عن نحو الاجارة والرهن (۲۵) راه یبیع عرضا او دارا فتصرف فیه المشتری زمانا وهو ساکت تسقط دعواه ای ان الاجنبی كالجار مثلا لایجعل سکوته مسقط الدعواه بمجرد رویة البیع بل لابد من سکوته ایضا عند رویة تصرف المشتری فیه زرعا وبناءً بخلاف الزوجة والقریب فان مجرد سکوته عند البیع یمنع دعواه اھ وفیها ایضا عن البزازیة فی آخر الفصل الخامس عشر من كتاب الدعوی اذا باع عقارا وامرأته او ولده حاضر ساکت الی ان قال بعد حکایة اختلاف الفتوی ما نصه وفی الفتاوی یتامل المفتی فی ذلك فان

رای المدعی الساکت الحاضر فی حیلۃ افتی بعدم السماع لکن الغالب علی اھل الزمان الفساد فلا یفتی الا بما اختارہ ائمۃ خوارزم اھ وفیھا ایضا قلت لکن لا یلزم من غلبۃ الفساد ان لا یوجد من یعلم حالہ بالصلاح وعدم التزویر تامل اھ ان روایات سے چند امور معلوم ہوئے ۱؎ یہ حکم کہ بیع کے وقت زوجہ یا کسی عزیز قریب کا سکوت کرنا گویا اُن کا اقرار ہے کہ مبیع ملک بائع ہے یہ حکم اصلی نہین ہے بلکہ معلل ہے علت کے ساتھ کہ قرینۂ تسلیم ہے ۲؎ یہ کہ مختلف فیہ ہے ۳؎ یہ کہ جنہون نے اس کی تصحیح کی ہے بوجہ عارض یعنی غلبۂ فساد زمان کے کی ہے ۴؎ چونکہ فساد غالب ہے اس لیے مناسب اسی پر فتوے دینا ہے ۵؎ یہ کہ اگر قرائن قویہ سے مدعی کی صلاحیت معلوم ہوجاوے تو اسپر فتویٰ نہوگا مین کہتا ہون کہ امور خمسۂ ثابتہ سے لازم آگیا کہ اگر مشتری کو قرائن وشہادت قلب سے معلوم ہوجاوے کہ بائع کی قرابت دار مدعی کا واقع مین اس مبیع مین حق ہے اور یہ بھی معلوم ہوجاوے کہ اُسکا سکوت بیع کے وقت کسی لحاظ و دباؤ سے تھا اجازت واذن بطیب خاطر اسے نہ تھا تو اس صورت مین اُسکے حق کے قدر کا امساک اُس مشتری کو حلال نہوگا اور اگر اُس کا حق ہی ثابت نہو تو اُس صورت مین اُسکا وہ سکوت اقرار بملک بائع سمجھا جاوے گا اور اگر حق ثابت ہو اور سکوت کسی دباؤ سے نہو تو سکوت گو اقرار بملک بائع نہوگا مگر اجازۃ لبیع الفضولی ہوگی جو موجب نفاذ بیع وقاطع حق مدعی ہے اس تفصیل سے سوال کی سب شقوق کا جواب ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم۔ ۱۴ ربیع الاولے سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ نہیٰ عن صفقۃ فی صفقۃ کے ظاہری معنی کے لحاظ سے بعض امور ناجائز معلوم ہوتے ہین حالانکہ بکثرت خاص وعام مین شائع ہین مثلاً گھڑی کی مرمت کہ ٹوٹے ہوئے پرزہ کو نکال کر صحیح پرزہ لگاویگا تو اس پرزہ کی تو بیع ہے اور لگانے کا اجارہ ۲؎ چارپائی بنوانا اور بان اپنے پاس سے نہ دینا اسمین بان کی بیع ہے اور بننے کا اجارہ ۳؎ سقہ سے پانی لینا کہ جب اُس نے کنوئے سے پانی نکالکر اپنے ظروف مین لیا تو اُس کی ملک ہوگیا سو پانی کی بیع ہوئی اور وہان سے لانے کا اجارہ نیز بیع مالیس عندہ بھی ہے ۴؎ کوئی زیور یا انگوٹھی جڑنے کو دینا کہ نگینون کی بیع ہے اور لگانے کا اجارہ وغیر ذلک من المعاملات الرائجۃ۔

الجواب۔ تعامل کی وجہ سے کہ بلانکیر شائع ہے جو ایک نوع کا اجماع ہے یہ سب معاملات

جائز ہین پس نص عام مخصوص البعض ہے جیسا فقہا نے صباغی و خیاطی مین اس کی اجازت دی ہے کہ صبغ اور خیط صانع کا ہوتا ہے اور اس مین اجارہ بھی ہوتا ہے وہذا ظاہر جدا۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ ان قصبات مین اکثر دودھ جو بدھا جاتا ہے قیمت اس مین کبھی پہلے کبھی پیچھے دیجاتی ہے اور متفرق طور سے وہ دودھ مالک سے وصول ہوتا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو تو کچھ شرائط بھی اُس مین ملحوظ ہین یا نہین۔

الجواب۔ یہ معاملہ سلم نہین ہے لعدم اجتماع شرائط فیہ بلکہ اگر بعد مین روپیہ دین تب تو بیع نسیئہ ہے اور بلا تکلف جائز ہے۔ اور اگر پیشگی دیدین تو اُسکے ذمہ قرض ہوجاتا ہے جس کو تھوڑا تھوڑا کاٹ دیتا ہے۔ اسکو فقہا نے مکروہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

سوال۔ آجکل بعض انگریزی تجارتون کا یہ حال ہے کہ کاغذ فروخت کرتے ہین اور اس مین چار ٹکٹ لگے ہوتے ہین جسکو وہ شخص اُسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ پر چار اشخاص کے ہاتھ فروخت کرڈالتا ہے اور ان اشخاص سے وہ روپیہ وصول کر کے اور ان کا پتہ کمپنی کو لکھ کر بھیجدیتا ہے صاحب کمپنی ایک گھڑی اُس شخص کو بھیجتا ہے اور اُن چار اشخاص کے نام ایک ایک کاغذ ویسا ہی بھیجدیتا ہے جس مین ویسے ہی چار ٹکٹ بھی ہوتے ہین جسکو وہ چارون شخص لوگون کے ہاتھ اُسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ کو پھر بیچڈالتے ہین جب روپیہ ان لوگون کے پاس آجاتا ہے تو وہ لوگ بھی صاحب کمپنی کے نام روپیہ اور جن کے ہاتھ وہ ٹکٹ فروخت کئے ہین اُن کا پتہ وغیرہ لکھکر بھیجدیتے ہین صاحب کمپنی ایک ایک گھڑی ان کے نام بھیجدیتا ہے اور ایک ایک کاغذ ویسا ہی جنکے نام انھون نے ٹکٹ فروخت کئے ہین صاحب کمپنی کو بھیجدیتا ہے پھر وہ لوگ بھی ویسا ہی عمل کرتے ہین اور اسی طرح اسکا اجرا رہتا ہے ہان البتہ جس شخص کے ٹکٹ فروخت نہونگے وہ البتہ نقصان اٹھائے گا تو شرعاً یہ بیع جائز ہے یا نہین اور شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے۔

الجواب۔ حاصل حقیقت اس معاملہ کا یہ ہے کہ بائع مشتری اوّل سے بلاواسطہ اور دوسرے مشتریون سے بواسطہ مشتری اوّل یا ثانی یا ثالث وغیرہم کے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ تم نے جو روپیہ بھیجا ہے اگر تم اتنے خریدار پیدا کرلو تو اس روپیہ مرسلہ کے عوض ہم نے تمہارے ہاتھ گھڑی فروخت

کردی ورنہ تمہارا روپیہ ہم ضبط کرلیں گے سو اس مین دونوں شرطین فاسد و باطل ہین دوسرے خریدارون کے پیدا کرنے کی تقدیر پر فروخت کرنا بھی کہ وہ تنجیز بیع کے وقت (مقرون بشرط فاسد مخالف مقتضائے عقد ہونے کی وجہ سے) عقد فاسد بحکم ربوا ہے اور تعلیق کے وقت (تعلیق الملک علی الخطر ہونے کی وجہ سے) قمار ہے اور ربوا اور قمار دونون حرام ہین اسیطرح دوسری شرط یعنی خریدار پیدا نہ کرنے کے تقدیر پر روپیہ کا ضبط ہو جانا بھی کہ صریح اکل بالباطل ہے اور یہ تاویل ہرگز مقبول نہین ہوسکتی کہ روپیہ کے عوض ٹکٹ دیا ہے کیونکہ ٹکٹ یقینا مبیع نہین ہے ورنہ بعد خرید ٹکٹ معاملہ ختم ہو جاتا ٹکٹ فروخت کرکے گھڑی کا استحقاق ہرگز نہوتا جیسا تمام عقود مین یہی ہوتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ٹکٹ مبیع نہین بلکہ روپیہ کی رسید ہے جب دونوں شرطوں کا فاسد و باطل ہونا ثابت ہوگیا تو ایسا معاملہ بھی بالیقین حرام اور متضمن ربوا اور قمار و اکل بالباطل ہے اور کسیطرح اس مین جواز کی گنجایش نہین۔ قال اللہ تعالی احل اللہ البیع وحرم الربوا وقال اللہ تعالی انما الخمر والمیسر الی قولہ رجس من عمل الشیطان الآیۃ وقال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل ونھی علیہ السلام عن بیع وشرط وفی جمیع الکتب الفقھیۃ صرحوا بعدم جواز بیع مشروط بما لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما کما لا یخفی علی من طالعھا۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ مین نے ایک گاڑی نمک کے لئے مبلغ پانسو ترپن روپیہ خزانہ سرکار مین جمع کئے تھے اور رسید نمک محکمہ نمک مین بھیجدی تھی اور مال ابھی وہان سے روانہ نہین ہوا تھا کہ اتنے مین قیمت نمک سرکار نے کم کردی یعنی فی گاڑی سو روپیہ کم کردیئے اور بجائے پانسو ترپن کے چارسو ترپن قائم رکھی اسلئے نرخ نمک کا تمام تجارت کانون مین ارزان ہوگیا تو مین نے سرکار مین عرضی بھیجی کہ نرخ ارزان ہونے سے ہمارا سو روپیہ کا نقصان ہوگیا اور سرکار نے بلا اطلاع پہلے دیئے ہوئے محصول کم کردیا اور مال ہمارا روانہ نہین ہوا ہے اسلئے ہم کو سو روپیہ واپس ملنے چاہئین اسپر یہ جواب آیا کہ کچھ عرصہ کے بعد مبلغ سو روپیہ واپس دیئے جاوین گے تو بندہ کو یہ دریافت کرنا ہے کہ روپیہ واپس لینا شرعاً درست ہے یا نہین اور سرکار مثل ہمارے اور تاجرون کو بھی روپیہ واپس دیگی؟

الجواب۔ اوّل تو صرف روپیہ کے ساتھ درخواست خریداری بھیجنے سے بیع نہیں ہوتی اسلئے

حکم وعدہ و درخواست محصول و حطاطہ ثمن بعد تراضی

بائع و مشتری ہر دو کو نفس عقد سے یا وعدہ نرخ خاص سے انکار و امتناع جائز ہے اور اگر اس سے قطع نظر کیجاوے اور کسی طریق سے بیع متحقق ہو جاوے تب بھی حطّ ثمن بتراضی جائز ہے اور صورت مسئولہ مین تراضی ثابت ہے لہذا دونون تقدیر پر روپیہ کی واپسی جائز ہے۔ ۱۵ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

سوال۔ جو نمک سرکاری طور سے آتا ہے وہ باریک آتا ہے اور موٹے نمک کی قدر زیادہ ہے بلکہ یون کہا جائے کہ موٹے نمک ہوتے ہوئے باریک کو کوئی نہین لیتا اور کبھی اتفاقاً موٹا بھی آجاتا ہے مین اسکے لیئے کوشان ہون کہ کسی تدبیر سے نمک موٹا ہی آیا کرے تاکہ جلد مال نکلے مین نے دو ایک شخصون سے جو کان نمک کے قرب مین رہنے والے ہین اسکا ذکر کیا تو انھون نے موٹا نمک آنیکی یہ تدبیر بتلائی کہ جو نمک کے بھرانے والے وہان ملازم سرکاری ہین اُنسے میل کر لیا جاوے اور فی گاڑی کچھ ان کو دیدیا جایا کرے اور کہدیا جاوے کہ ہمارے لیئے گاڑی مین نمک موٹا بھر دیا کرین تو وہ ایسا ہی کرینگے کیونکہ اور تاجرین ایسا ہی کرتے ہین تو بندہ کو اس بارہ مین یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسا کرنا داخل رشوت ہے یا نہین ؟

الجواب (مقدمہ اولے) عقد مین اطلاق ہونے سے کہ خواہ سرکار موٹا نمک دے یا باریک مشتری کا حق خاص نمک کے ساتھ متعلق نہین ہوتا اور تقیید سے کہ موٹا لیا جاوے خاص موٹے کے ساتھ متعلق ہو جاوے گا (مقدمہ ثانیہ) کسی کا حق نہ دینا ظلم ہے (مقدمہ ثالثہ) دفع ظلم کے لیئے رشوۃ دینا جائز ہے مقدمہ ثلثہ سے ثابت ہو گیا کہ اطلاق مین یہ رشوت دینا حرام ہے اور تقیید مین جائز۔

۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

سوال۔ جب قیمت نمک کم ہوئی تو میرے ہان ایک گاڑی مال رکھا ہوا تھا بوجہ نرخ ارزان ہو جانے کے قریب اسّی روپیہ کے میرا نقصان ہوا اور سرکار نے نوٹس یعنی اطلاع کم قیمت ہونے کی پہلے سے نہین دی تھی اسوجہ سے نالش کر کے سرکار سے ہرجہ کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہین بعض لوگون نے اسکی بھی نالش کر رکھی ہے مین بلا آپ سے دریافت کیئے ایسا نہین کرونگا

الجواب۔ فی الهدایہ نقصان السعر عبارۃ عن فتور رغبات الناس وذلک لا یعتبر فی البیع حتی لا یثبت بہ الخیار فی الکفایہ یعنی اذا تغیر سعر المشتری قبل القبض لا یثبت الخیار جب قبل القبض مشتری کا کوئی حق نہین تو بعد القبض رد بعض ثمن کا کب حق ہے البتہ اگر بائع

[illegible]

عدم جواز رد بعض ثمن از بائع بعد تمام بیع مگر از خوشی برضا

غیر اہل اسلام وغیر اہل ذمہ ہو اور اپنے قانون کے موافق برضامندی کچھ دے گو کسی عنوان سے ہو ایسے اموال کی اباحۃ کی بناپر درخواست کرنا اور لے لینا سب جائز ہے۔ ۲۵ رجمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

توکیل مسلم الیہ را سے بیع مسلم فیہ و اشتراط وجود مسلم فیہ وقت سلم

سوال۔ یہان شیرہ کی تجارت کی صورت یہ ہے کہ کھنسال والون کو قبل فصل شیرہ کے پیشگی روپیہ دیدیا جاتا ہے اور نرخ اسیوقت قرار پاجاتا ہے کہ ہم فصل مین اس نرخ سے شیرہ لین گے اور اتنا روپیہ دیتے ہین اس روپیہ کا اس نرخ سے زیادہ لین گے یہ بات قرار پاجاتی ہے جب فصل آئی اور جو بھی نرخ ہوا مالک شیرہ خود ہی جتنا شیرہ نکلتا جاتاہے خود اُس ہی نرخ سے فروخت کرتا رہتا ہے اور تعداد معین فروخت ہوجانے پر حساب کردیتا ہے مثلاً زید نے عمر کو سو روپیہ دیئے اور یہ بات قرار پائی کہ چھ سیر کا شیرہ چھ سو سیر ہمارا رہا جب فصل آئی اور شیرہ راب مین سے نکلتا گیا اور نرخ تین سیر ہوگیا تو مالک اُس کو بحساب تین سیر فروخت کرتا رہا جب چھ سو سیر نکلچکا تو اسنے حساب کردیا؟

الجواب۔ فی الدر المختار فی السلم شرط دوام وجوده وفيه شرط حمله الى منزله بعد الايفاء فی المكان المشروط لم يصح لاجتماع الصفقتين الاجارة والتجارة وفيه لا يجوز التصرف الى قوله ولا لرب السلم فی المسلم فيه قبل قبضه پس اولا قبل فصل سلم ٹھیرانا جائز نہین للروایۃ الاولی اور اگر بعد فصل ٹھیرائین تو جب تک شیرہ پر خود رب السلم قبضہ نہ کرلے اُس مین تصرف کرنا جیسا بیع کرنا خواہ خود خواہ بذریعہ وکیل غیر قابض جائز نہین اور یہان وکیل بائع ہے جس کا قبضہ بجائے قبضہ رب السلم نہین اسلیئے یہ بیع منجانب رب السلم نہین للروایۃ الثالثۃ اور اگر خود رب السلم بھی قبضہ کرلے تب بھی یہ شرط ٹھیرانا کہ مسلم الیہ بیع کرایا کرے گا۔ شرط زائد ہے اور صفقہ توکیل کا صفقہ سلم کے ساتھ جمع کرنا ہے اسلیئے جائز نہین للروایۃ الثانیۃ البتہ اگر فصل مین مسلم فیہ موجود ہوا اور توکیل مشروط نہو اور بعد تیاری شیرہ قبضہ کرکے بتوکیل جدید مسلم الیہ کو وکیل بنادے تب جائز ہے فقط واللہ اعلم ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

بیع الآلات مناہی یا استعمالی بعض اعمال یا اسباب المعصیۃ

سوال۔ اشیاء بجنے والی مثل گھونگرو ٹالی وغیرہ و اشیاء مستعملہ موسیقی مثل تار لوہا و پیتل وغیرہ و اشیاء مستعملہ ہنود مثل بُندے و ستارہ وغیرہ کسی مسلمان یا کافر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہین (۲) جو مسلمان یا کافر گانے ناچنے کا پیشہ کرتے ہین انکے ہاتھ کوئی سودا بیچنا درست ہے یا نہین (۳) ایسے معاملات مین کافر اور مسلم برابر ہین یا کچھ فرق ہے (۴) کفار مشرک اگر اپنی عبادت گاہ

کی تعمیر کے واسطے یا بتون کی پرستش کے لیئے کوئی چیز کسی مسلمان سے خریدین یا کسی مسلمان کو اُجرت پر رکھین تو اُس چیز کا انکے ہاتھ فروخت کرنا یا اُجرت لینا جائز ہے یا نہین (۵) بتو نپر چڑھی ہوئی چیز مثل میوہ جات یا کوئی اور شئے پھر خرید کر اسکی تجارت کرنا یا اس کو خود کھانا اور استعمال مین لانا جائز ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ گھونگرو ٹالی وغیرہ کا استعمال اگر بغرض اظہار شان و شوکت ہو تو ناجائز ہے اور اگر اسکے باندھنے سے جانور کو چلنے مین نشاط اور آسانی ہوتی ہو یا راہ چلنے والون کی اطلاع کی غرض سے کہ وہ سامنے سے ہٹ جاوین باندھا جاوے تو جائز ہے فی العالمگیریۃ الباب السابع عشر من الکراہیۃ قال محمد فی السیر فاما ماکان فی دار الاسلام و فیہ منفعۃ لصاحب الراحلۃ فلا باس بہ قال و فی الجرس منفعۃ جمۃ الخ اور اشیا مستعملہ موسیقی کا استعمال مطلقاً ناجائز ہے اور بُندے و ستارہ وغیرہ کا استعمال عورتون اور لڑکیون کے لئے جائز ہے گو پیتل وغیرہ کی ہون ان چیزون کی صرف انگوٹھی ناجائز ہے۔ فی الدر المختار قبیل النظر واللمس من کتاب الکراہیۃ ولا تختم الا بالفضۃ فیحرم بغیرہا کحجر و ذہب و حدید و صفر و رصاص وغیرہا لما مر فاذا ثبت کراہیۃ لبسہا للتختم ثبت کراہیۃ بیعہا و صنعہا لما فیہ من الاعانۃ علی مالا یجوز و کل ما ادی الی مالا یجوز لا یجوز اھ قلت ویستثنی الذہب الیض للنساء و یبقی الباقی علی العموم و فی رد المحتار تحت قولہ فیحرم بغیرہا عن الجوہرۃ والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء اھ قلت و تخصیص التختم یبیح لبسہا لا للتختم للنساء جب وجوہ استعمال مین جائز و ناجائز کی تعیین ہوگئی تو اب حکم بیع کا جاننا چاہیئے سو اس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی عین سے معصیت قائم ہو اس کا بیع کرنا ممنوع ہے اور جس چیز مین تغیر و تبدل کے بعد معصیت کا آلہ بنایا جاوے اُس کی بیع جائز ہے گو خلاف اولے ہے فی الدر المختار فصل البیع من کتاب الکراہیۃ وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم ان یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانۃ علی المعصیۃ بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ و بیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ فی رد المحتار فی تفصیل ہذہ العبارۃ وعلم من ہذا انہ لا یکرہ بیع مالم تقم المعصیۃ بہ کبیع الجاریۃ المغنیۃ والکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والعصیر والخشب ممن یتخذ منہ المعازف اھ پس صورت مسئولہ مین گھونگرو ٹالی جب کہ تفاخر کے لیئے مستعمل نہون اور بُندے ستارہ مطلقاً اور تار وغیرہ جو آلات موسیقی مین کام آوین خلاف اولے فروخت کرنا جائز ہین اور جواز و عدم جواز بیع مین مسلمان

کافر کا ایک حکم ہے فی رد المحتار فی المقام المذکور والاصح خطابہم وعلیہ فیکون اعانۃ علی المعصیۃ فلا فرق بین المسلم والکافر فی بیع المعصیۃ منہما اھ (جواب سوال دوم) جائز نہین جبکہ ظاہرا اُسی آمدنی سے دام دین فی الدر المختار فصل البیع من الکراہیۃ وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ بخلاف دین علی المسلم لبطلانہ اھ اقول علل الجواز بالصحۃ وحرمۃ الرقص والغناء عام فلا یثبت الجواز (جواب سوال سوم) برابر ہین جیسا گذرچکا (جواب سوال چہارم) امام صاحب کے نزدیک جائز ہے صاحبین کے نزدیک ممنوع ہے لہذا احتیاط بہتر ہے اور جو کوئی غریب مبتلا ہو اوسپر دارو گیر نہ کرے فی الدر المختار بعد مسئلۃ العصیر وجاز تعمیر کنیسۃ وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر لاعصرہا لقیام المعصیۃ بعینہ فی رد المحتار قولہ وحمل خمر ذمی قال الزیلعی وہذا عندہ وقالا ہو مکروہ آہ **جواب سوال پنجم** - جائز نہین لحرمتہ لعموم قولہ تعالیٰ وما اہل بہ لغیر اللہ واللہ اعلم ۲۰ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - حضور ہمارے ملک مین رواج ہے کہ سال کے پہلے ازجانب سرکار ایک جگہ مقرر کیجاتی ہے اسلیئے کہ بیل وغیرہ جو رعایا کی زراعت کا نقصان کرتا ہے وہان لیکر بند کرتے ہین اور پیسہ وروپیہ علی تفاوت النوع لیکر چھوڑ دیتے ہین وگرنہ اُس بیل وغیرہ کو بعد پندرہ سولہ دن کے نیلام کرتے ہین اور یہ پیسہ لینا اور نیلام کرنا ازجانب سرکار ہوتا ہے اُسکو کھڑ کہتے ہین اُسی کو سرکار بہادر بیچتے ہین کہ اس کھڑ کو ایک برس کے لیئے مین اتنے روپیہ مین بیچتا ہون جو کوئی لے گا بیل وغیرہ کی قیمت وہ لین گے پس یہ صورت کیسی اور اُسکو خرید نا درست ہے یا نہین اور بیچنا کیسا۔

الجواب - اس صورت مین مبیع وہ روپیہ ہے جو سال بھر مین جرمانہ یا قیمت مواشی کا وصول ہوگا سو اول تو وہ روپیہ معین نہین دوسرے موجود نہین تیسرے ابھی حق سرکار بھی نہین ہوا اس لیئے وہ روپیہ مبیع ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا اس لیئے یہ بیع حرام اور باطل ہے اور قمار وسود مین داخل ہے فقط - ۹ - محرم سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - بیع اقالہ اور بیع بالخیار کی کیا تعریف ہے اور کیا فقہ مین اس سے بحث کی گئی ہے۔

الجواب - اقالہ یہ ہے کہ ایک بیع تام ہوگئی پھر مشتری یا بائع پچھتایا اور دوسرے سے واپسی مبیع کی درخواست کی اور اُس نے خوشی سے واپس کرلیا اور بیع بشرط الخیار یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ہم یہ شئے خریدتے ہین لیکن ہم کو ایک یا دو یا تین روز تک اختیار واپس کردینے

حکم مواشی کا جرمانہ

(۱) تعریف اقالہ و بیع بالخیار

کاہے یا بائع اسیطرح کہے کہ ہم کو اسی مدت تک واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ تو تعریف ہے رہی بحث سو بہت سے مباحث اسکے متعلق لکھے ہین اگر کوئی خاص امر دریافت کیا جاوے تو جواب ممکن ہے۔ ۹ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال مسئلہ تبدل عین بہ تبدل ملک مین کچھ اشتباہ ہے اگر اسکے یہی معنے ہین جو فتاوائے اشرفیہ مین بحوالہ قصہ حضرت بَرِیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منقول ہین کہ اول کے پاس اُس طریق حلال سے وہ شے آئی جو دوسرے کیلئے گو حلال نہو مگر اُسکے لیئے جائز ہو تو اکثر مسائل فقہیہ جو اسی پر متفرع ہین لغو ہو جائینگے خصوصًا بیوع فاسدہ بائع مشتری اول کو بوجہ فساد بیع اقالہ ضروری ہے اور دوسرے کو نہین مثلاً انبہ خام درخت پر خرید ے گئے اور ملک متبایعین کے اشتراک کے باعث یا صفقۃ فی صفقۃ یا شرط فی بیع کے باعث مبیع مین فساد آیا تو اقالہ ضروری ہے اور اس مشتری کو پختہ ہونے پر ان انبہ کا استعمال ناجائز مگر بازارون مین فروخت ہوتے اور لوگ خرید کر کھاتے ہین انکے لئے بوجہ تبدل ملک حلت کا فتوے ہو آج کل جبکہ بیوع فاسدہ عمومًا شائع ذائع ہین کوئی شے بھی قابل استعمال نہ رہے گی۔

جواب۔ شاید تعبیر مین کچھ کوتاہی ہو گئی ہو عجب نہین میرا مطلب یہ ہے کہ لوگون نے جو مطلقاً سمجھ رکھا ہے کہ گو کیسی ہی حرام چیز ہو مگر دوسرے کے پاس پہونچکر حلال ہو جاتی ہے۔ یہ محض غلط ہے کیونکہ اموال مخلوطہ جس مین اکثر حصہ مغصوب یا ربوا یا رشوت ہو بتصریح فقہاء دوسرے کیلئے بھی ویسی ہی حرام ہین جیسے پہلے کے لیئے حالانکہ تبدل ملک یہان بھی ہے اسلیئے اس قاعدہ کی تفسیر کرنا مقصود ہے جس سے غرض ابطال عموم و اطلاق حکم حلت ہے خلاصہ اُس تفسیر کا یہ ہے کہ جو شے اول کے لیئے باصلہ حلال ہو گی بوصفہ کسی عارض سے اس مین کراہتہ پیدا ہو جاوے وہ دوسرے کیلئے حلال ہو گی اور چونکہ دوسری جگہ وہ عارض نہین ہے اس لیئے وہ خبث عارضی بھی نہو گا اور بیوع فاسدہ مین یہی قصہ ہو اور جو اول کے لئے باصلہ حرام ہو وہ حرمت برابر متعدی رہے گی جیسے بیوع باطلہ و ربوا و رشوت قبل الخلط یا بعد الخلط بشرط الاکثریۃ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۶ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید کپڑے کی بند گٹھری خرید تا ہے گٹھری مین جسقدر کپڑا ہے اُس کا نمونہ اور مقدار سب بتا دی گئی ہے مگر مقدار کل بتائی گئی ہے یہ نہین معلوم کہ پارچہ اور ٹکڑا کتنے کتنے گز کا ہے بیع جائز

ف: حل شبہ متعلق تفسیر تبدل حکم بہ تبدل ملک

ف: بیع معلوم مقیم [illegible]

ہے یا نہین -

الجواب - مبیع کا معلوم ہونا شرط ہی خواہ بیان تقدیر سے یا اشارہ سے اول تو یہان مقدار بھی بتلادی ہے اور اگر اس کو معتبر نہ سمجھا جاوے تو مشار الیہ تو ضروری ہے لہذا یہ بیع جائز ہے -

۱۲ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

ف: فریب دادن مشتری بر بائع در بیان حالت مبیع و تحقیق تعارض

سوال - کیا حکم شریعت کا ہے اس صورت مین کہ زید پانی پت مین رہتا ہے اور عمرو گیا مین زید نے عمرو سے کہا کہ تمہاری جائداد جس کا غلہ للعہ سالانہ کا وصول ہوتا ہے پانی پت مین ہے اور پانی پت مین نرخ غلہ ارزان ہو گیا ہے انکے باہمی عقد بیع ہو گیا بعد بیع عمرو کو معلوم ہوا کہ زید نے مجھکو فریب دیا غلہ ارزان فروخت نہین ہوتا نوبت بعدالت پہونچی عمرو نے عدالت مین بیان تحریری دیا کہ زید نے مجھکو فریب دیا اور مجھسے کہا کہ پانی پت مین غلہ منوان ۴۳ ثار کا فروخت ہوتا ہے اور اب معلوم ہوا کہ غلہ دو من سے بھی کم فروخت ہوتا ہے اسکے بعد یہ مقدمہ ثالثون کے پاس آیا ثالثون سے عمرو نے بیان کیا کہ زید نے مجھے فریب دیا تھا اور کہا تھا کہ غلہ چار پانچ من فیصدی فروخت ہوتا ہے اور شہادت سے بھی عمرو نے یہ بات ثابت کردی کہ زید نے عمرو سے بیشک یہ کہا تھا کہ پانی پت مین چار پانچ من غلہ فیصدی فروخت ہوتا ہے پس اس صورت مین عمرو کے دونون بیان جو ظاہرا متعارض معلوم ہوتے ہین اسکے اثبات دعوی کے بھی مضر اور شہادت کے مسقط ہین یا نہین یعنی فریب چار پانچ من فیصدی کا جو شہادت سے ثابت ہو وہ ثابت رہے گا یا اول بیان کے معارض ہونے سے ساقط ہو جائیگا اور شہادت ساقط ہوگی یا دوسرے بیان کی مثبت رہے گی -

الجواب - عبارت سوال کی ناکافی ہے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ مطلب یہ ہی کہ جس زمین مین اس قدر غلہ حاصل ہوتا ہے یعنی دو من چونتیس سیر یا دو من سے بھی کم یا چار پانچ من مثلاً وہ جائداد سو روپیہ کو فروخت ہوتی ہے اور میرے نزدیک عمرو کے ان دونون بیانون کا تعارض مضر نہین کیونکہ جب مقدمہ ثالثون کے سپرد بتراضی طرفین ہو گیا تو مجلس قضا اب اس حکم کی مجلس ہو گی اور پہلا بیان مجلس قضا سے خارج ہو گا جس کا اعتبار نہین اور اس مجلس مین جو دعوے کیا ہے وہ اور شہادت متوافق ہین لہذا پہلے بیان کا تعارض مضر نہین لیکن باوجود مضر نہونے کے عمرو کے اصل مقصود کو نافع نہین کیونکہ اصل مقصود اس کا خیار فسخ کا حاصل کرنا ہے جیسا کہ خود اس سوال کی بھی عبارت سے

معلوم ہوتا ہے اور دوسرے پرچہ سے جو اسکے ساتھ جواب کی غرض سے آیا ہے زیادہ واضح ہوتا ہے اسمین بائع کا نام زید فرض کیا گیا ہے اور اس مین عمرو اُس دوسرے پرچہ مین خیار فسخ بائع کے لئے نہونا مدلل ومفصل مذکور ہے۔ واللہ اعلم ۔ والدلیل ہذا فی الهدایۃ الشہادۃ اذا وافقت الدعوی قبلت وان خالفتها لم تقبل وفی حاشیتها بر مزل علی قوله کتاب الدعوی ہی فی عرف الفقهاء عبارۃ عن مطالبۃ حق فی مجلس من له الخلاص عند ثبوته الی قوله شرط صحتها مجلس القضاء فالدعوی فی غیر مجلس القضاء لا تصح الخ واللہ اعلم

یوم عرفہ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کی ملکیت کی جائداد جسکا ۵ غلہ سال بھر مین آتا ہے پانی پت مین عمرو کے قبضہ اور تصرف مین ہے اور زید گیا مین رہتا ہے زید سے عمرو نے گیا مین جاکر کہا کہ تمہارا غلہ میرے پاس بمقدار للعہ موجود ہے زید نے اُس کو للعہ سمجھ کے چودہ سو کو عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا بعدہ زید کو معلوم ہوا کہ میری جائداد کی آمدنی ۵ من سے زیادہ ہے اب عمرو چاہتا ہے کہ یہ بیع بابت قرار دیجاوے اور زید کہتا ہے کہ مجھسے مقدار کمیت مین فریب کیا گیا ہے مجھے خیار فسخ ہے مین اب اُس بیع کو قائم رکھنا نہین چاہتا عمرو کا خیال ہے غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ جو زائد غلہ اُس کا ہے اُسکی اور قیمت اُسی طرح دلادی جاوے کیونکہ بیع ہوچکی تھی اس مسئلہ کی بابت علماء دین سے سوال ہے کہ اس صورت مین زید بائع کو بسبب غبن فاحش خیار فسخ ہے یا نہین۔ سوال دوم یہ ہے کہ نرخ کے اندر ہی فریب دینے سے حق فسخ حاصل ہوتا ہے یا مقدار مبیع کے اندر فریب دینے سے بھی حق فسخ حاصل ہوتا ہے۔

الجواب۔ عبارت سوال کی ناکافی ہے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ صورت سوال یہ ہے کہ بیع جائداد کی ہوئی ہے اور اُس کی آمدنی زیادہ غلہ کی ہے اور مشتری نے دہوکہ دیکر بائع کو کم بتلائی جس سے گران چیز ارزان فروخت کر دی اس صورت مین جواب یہ ہے کہ عمرو کو گناہ بہت ہوا لیکن زید کو خیار فسخ حاصل نہین البتہ عمرو پر فیما بینہ وبین اللہ واجب ہے کہ زید کی رضا وطیب نفس حاصل کرے والدلائل ہذہ فی الهدایۃ ومن باع مالم یرہ فلا خیار له وکان ابوحنیفۃ رح یقول اولاً له الخیار اعتبارا بخیار العیب وخیار الشرط وہذا لان لزوم العقد بتمام الرضاء زوالا وثبوتا ولا یتحقق ذلک الا بالعلم باوصاف المبیع وذلک بالرویۃ فلم یکن البائع راضیا بالزوال ووجه القول المرجوع الیه انه معلق بالشراء لما روینا

حاشیہ: اس پرچہ کا مضمون اس جواب کے بعد بعنوان تتمہ سوال سابق۔ ف تتمہ سوال سابق

فلا یثبت دونہ ورؤی (قال الزیلعی اخرجہ الطحاوی ثم البیہقی عن علقمۃ بن ابی وقاص) ان عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باع ارضا بالبصرۃ من طلحۃ بن عبد اللہ رض فقیل لطلحۃ رض انک قد غبنت فقال لی الخیار لانی اشتریت مالم ارہ وقیل لعثمان انک قد غبنت فقال لی الخیار لانی بعت مالم ارہ فحکما بینہما جبیر بن مطعم فقضی بالخیار لطلحۃ وکان ذلک بحضر من الصحابۃ اھ قلت لمالم یثبت الخیار للبائع مع عدم رویۃ لذات المبیع ففی عدم رویۃ الوصف الذی ہو الریع اولے کما ہو ظاہر (وفیہا) ان تلقی الجلب وہذہ اذا کان یضر باہل البلدۃ فان کان لایضر فلا بأس بہ الا اذا لبس السعر علی الواردین فحینئذ یکرہ لما فیہ من الغرر والضرر اہ قلت ومطلق النہی والکراہۃ یفید التحریم وہذا دلیل کون فعل ہذہ المشتری حراما وفی الحدیث الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفسہ قلت وانی لایحضرنی مخرجہ الآن وہو دلیل علی وجوب رضاء البائع دیانۃً واللہ اعلم (جواب سوال دوم) اگر یہ سوال بھی متعلق سوال اول کے ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ فریب نرخ ہی مین ہوا ہے مقدار مبیع مین نہین ہوا اور اسکا جواب گذر چکا اور اگر مقدار مبیع کو مستقلا پوچھنا ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر مبیع جائداد یعنی عقار ہے اور ثمن جملۃً ٹھیرا ہے تو بعد مین مقدار زیادہ معلوم ہونے سے بائع کو خیار نہین ہوتا فی الہدایۃ ومن اشتری ثوبا علی انہ عشرۃ اذرع بعشرۃ او ارضا علی انہا مائۃ ذراع فوجدہا اقل فالمشتری بالخیار ان شاء اخذہا بجملۃ الثمن وان شاء ترک وان وجدہا اکثر من الذراع الذی سماہ فہو للمشتری ولا خیار للبائع الخ واللہ اعلم۔ یوم عرفہ ۲۳ھ ۱۳

سوال ۔ زید نے اپنے دو یتیم بھتیجون کے ہاتھ ایک مکان بتولیت ان کی ماں کے فروخت کیا بعد تھوڑے زمانہ کے اُسی مکان مین مبیع کے متصل تھوڑی زمین ایک دوسرے شخص سے خرید کی اور اُس دوسرے شخص سے اپنے مکان مبیع کی تھوڑی زمین اُس بیعنامہ مین لکھوالی اب جبکہ دونون بھتیجے بالغ ہوئے تو اس پہلی بیع کو جو کہ انکے چچا نے انکے ہاتھ فروخت کیا ہے جائز رکھتے ہین اور دوسری بیع کو جو ان کے چچا نے اسی جائداد مبیعہ سابقہ کا ایک جزو اس دوسری زمین مبیعہ کے ساتھ خرید لی ہے ناجائز رکھتے ہین اور اپنا پورا حق طلب کرتے ہین تو زید کہتا ہے کہ اس پر میرا عرصہ سے قبضہ چلا آتا ہے ان دونون بیعون کے جواز وعدم جواز مین شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ اور اس قبضہ کا کچھ اعتبار ہے یا نہین۔

(عدم جواز بیع بدست نابالغان از اوصیاء غیر ولی)

الجواب ۔ فی الدر المختار کتاب الماذون فی احکام الصبی وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی

والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی ثم القاضی او وصیہ دون الام او وصیہا فی رد المحتار تحت قولہ وولیہ ابوہ ای الصبی و فی الہندیۃ والمعتوہ الذی یعقل البیع یاذن لہ الاب والوصی والجد دون الاخ والعم وحکمہ حکم الصبی و فی الدر المختار فصل احکام الفضولی کل تصرف صدر منہ ولہ مجیز حال وقوعہ العقد موقوفا ومالا مجیز لہ حالۃ العقد لاینعقد اصلا فی رد المحتار عقد عقدا مالو فعلہ ولیہ فی صباہ لم یجز علیہ فہذہ کلہا باطلۃ وان اجازہ الصبی بعد بلوغہ لم تجز لانہ لو مجیز لہا وقت العقد فلم تتوقف علی اجازۃ۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ام اور عم ولی فی المال نہین ہین اسلیئے یہ تصرف فضولی کا ہے اور چونکہ اُسکا کوئی مجیز فی الحال نہ تھا لہذا وہ باطل ہوا پس بعد بلوغ کے بیع اول کا جائز رکھنا معتبر نہین پس وہ مکان مبیع سابق بدستور زید کا ہے اور زید پر واجب ہے کہ زرثمن واپس کردے البتہ اگر اب بتراضی بیع کرین توجس مقدار سے بیع کرینگے صحیح ہوجاوے گی۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ مان کو اپنی اولاد صغار کی جائداد صحرائی وسکنائی بخوف تلف یا تنگی اخراجات کی وجہ سے کہ سوائے اس جائداد کے کوئی ذریعہ ان کے نان ونفقہ کا نہین ہے فروخت کردینا اُس جائداد اور اُس کی قیمت کا صرف کرنا اُنکے ضروریات نان ونفقہ مین جائز ہے یا نہین۔

جواب۔ فی الدر المختار مع رد المحتار باب الوصی وجاز بیعہ (ای الوصی) عقار صغیر من اجنبی لامن نفسہ بضعف قیمتہ اولنفقۃ الصغیر اودین المیت او وصیۃ مرسلۃ لانفاذ لہا الامنہ اولکون غلاتہ لاتزید علی مؤنتہ اوخوف خرابہ اونقصانہ اوکونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا قلت وہذا لوالبائع وصیا لامن قبل ام واخ فانہما (ای الام والاخ) لایملکان بیع العقار مطلقا ولاشراء غیر طعام وکسوۃ ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس اومستور الحال یجوز ابن کمال فی رد المحتار قولہ مطلقا ای ولو فی ہذہ المستثنیات واذا احتاج الحال الی بیعہ یرفع الامر الی القاضی ط جلد ۵ صفحہ ۶۹۷ اس روایت سے ثابت ہوا کہ مان کا بیع کرنا جائداد صغیر کو فی نفسہ جائز نہین بلکہ حاجت کیوقت حاکم مسلم کی طرف رجوع کیا جاوے اور حاکم مسلم کے نہونے کے وقت کے متعلق جزئی نظر سے نہین گذری لیکن چونکہ حاجت متحقق ہے اور حرج مدفوع ہے لہذا بضرورت جائز معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین درین باب کہ ایک بیوہ مسلمان کل ترکہ جدی شوہر متوفی اپنے کو باوجود موجودگی چند اشخاص ورثاء متوفی رہن یا بیع کرسکتی ہے یا نہین اگر کوئی ایسی بیوہ مثل جائداد مذکور کو

ف: عدم جواز بیع ام وعم عقار نابالغ را

ف: بیع مادر جائداد صغیر

بیع یا رہن کردیوے تو وہ باطل سمجھی جائے گی یا صحیح بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس بیع یا مرہون مین جسقدر حصہ شرعًا دوسرے ورثہ کا ہے اور وہ ورثہ اس بیع ورہن سے رضامند نہین ہین اُن دوسرون کے حصہ مین تو بیع ورہن بالکل باطل ہے اور جتنا اس بیوہ کا شرعی حصہ ہے اس کا حکم یہ ہے کہ رہن تو باطل ہے اور بیع ہو جاوے گی پس خلاصہ یہ ہوا کہ یہ رہن تو بالکل ناجائز ہوا اور بیع اپنے حصے کی ہوگئی غیرون کے حصے کی نہین ہوئی البتہ اگر جائداد منقسم ہوتی تو رہن بھی اپنے حصہ کا درست ہو جاتا۔ فی الدر المختار بخلاف قن ضم الی مدبر ونحوہ فانہ یصح او قن غیرہ اہ وفیہ وقبضہ المرتہن محوزا ممیز الامشاعا اہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۷ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال۔ فلو اہدی ملک من اہل الحرب الی مسلم ہدیۃ من احرارہم ملک الا اذا کان قرابۃ لہ ولو دخل دارہم مسلم بامان ثم اشتری من احدہم ابنہ ثم اخرجہ الی دارنا قہرا ملکہ واکثر المشائخ علی انہ لایملکہم فی دارہم وہو الصحیح وعن محمد انہ یملکہ حتی لایجبر علی الرد وعن ابی یوسف یجبر وقال الکرخی رح ان کانوا یرون جواز البیع فالبیع جائز والا فلا کما فی المحیط وفیہ اشعار بان الکفار فی دارہم احرار ولیس کذلک فانہم ارقاء فیہا وان لم یکن ملک لاحد علیہم علی ما فی عتاق المستصفی وغیرہ آہ جامع الرموز نولکشوری صـ۲۶۵۔ تنبیہ فی النہر عن منیۃ المفتی اذا باع الحربی ہناک ولدہ من مسلم عن الامام انہ لایجوز ولایجبر علی الرد وعن ابی یوسف رح انہ یجبر اذا خاصم الحربی ولو دخل دارنا بامان مع ولدہ فباع الولد لایجوز فی الروایات آہ ای لان فی اجازۃ بیع الولد نقض امانہ کما فی ط عن الولوالجیۃ آہ شامی مجتبائی جلد ۳ صـ۳۴۳ وفی المحیط مسلم دخل دار الحرب بامان فجاء رجل من اہل الحرب بامہ او بام ولدہ او بعمتہ او بخالتہ قد قہرہا یبیعہا من المسلم المستامن لایشتریہا منہ لان الحربی ان ملکہا بالقہر فقد صارت حرۃ فاذا باعہا فقد باع الحرۃ ولو قہر حربی بعض احرارہم ثم جاء بہم الی المسلم المستامن فباعہم منہ ینظر ان کان الحکم عندہم ان من قہر منہم صاحبہ فقد صار ملکہ جاز الشراء لانہ باع المملوک وان لم یملکہ لایجوز لانہ باع الحر اہ بحر الرائق ج ۵ صـ۱۰۶ جامع الرموز اور شامی کی عبارت سے واضح ہے کہ بیع صحیح ہو جاتی ہے یا کہ رد کرنا واجب نہین ہے البتہ احراز بدار الاسلام کو بعض نے شرط لکھا ہے اس کی نسبت آنحضرت کی کیا رائے ہے بحر الرائق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہین کیونکہ اگر قہر سے مالک بھی ہوگیا تو ذی رحم محرم کی وجہ سے آزاد ہو جاوے گا اسلیئے بیع حر ہے لیکن یہ عجیب ہے اسلیئے کہ فروع مین کفار حربی مخاطب نہین پس ذی رحم

ف۔ توجیہ عبارات متعلقہ بیع حربی اقارب خود را

محرم کے مالک ہونے سے وہ آزاد کیسے ہوجاویگا ولو فرضنا آزاد ہوگیا تو پھر مسلمان کے قبض سے ملک ہوجانا چاہیئے غایۃ مافی الباب بیع صحیح نہو غرض کہ کچھ پوری تشفی نہیں ہوتی۔

الجواب۔ تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ روایات مین تعارض نہین البتہ اجمال اور ایک میں ایک قید کا دوسری مین دوسری قید کا اہمال ہے اور مجموعہ کے اعتبار سے مقصود متحد ہے جامع الرموز مین جو استثنا کیا ہے الا اذا کان قرابۃ لہ اس مین لہ کی ضمیر ملک کی طرف معلوم ہوتی ہے اور یہ استثنا کا مبنی اسی پر ہے کہ قرابت محرمیتہ موجب عتق ہے لیکن اس مین قید یہ ہوگی کہ جب اہل حرب کا یہ مذہب ہو کہ کوئی شخص اپنے ذی قرابت کا مالک نہین ہوتا جیسا کہ کرخی کے قول مین اور بحر کی آخر عبارت مین تصریح ہے اور یہ شبہ کہ استیلاء مسلم تو اسپر پایا گیا باین وجہ مدفوع ہے کہ یہ استیلاء دارالاسلام مین حاصل ہوا ہے اور بطور قہر نہین ہوا البتہ دارالحرب مین اگر ہوتا یا دارالاسلام مین قہرا ہوتا موجب ملک ہوسکتا تھا اور شامی کی عبارت مین جو لایجوز کہا ہے اس مین بھی وہی قید معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ اہل حرب اس بیع کو جائز نہ سمجھتے ہون اور غالبًا ان قائلین کو اپنے زمانہ کی حربیین کا خیال ثابت ہوگیا ہوگا اور لایجبر کی وجہ یہ ہے کہ یہان استیلاء مسلم کا دارالحرب مین ہوا ہے جو کہ موجب ملک ہے اور بحر مین جو لایشتریہا اور باع الحرہ کہا ہے وہ بھی مقید اسی قید مذکور کے ساتھ ہے اور اس مین نفی مطلق ملک کی نہین بلکہ قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بوجہ قبض کے مالک ہوجاویگا لیکن چونکہ مستامن کا ایسا فعل کہ جس کو وہ لوگ اس کے لیئے ناجائز سمجھتے ہون اور اسنے ایسے امور کا التزام بدلالت حال کرلیا ہے یہ فعل غدر ہے اس لیئے لایشتریہا کہتے ہین اور فروع کا مخاطب نہونا ہماری طرف سے ہوگا نہ یہ کہ خود انکے معتقدات بھی انپر حجت نہون اور یہ کہ احراز بدارالاسلام شرط ہے یا نہین ظاہرا قواعد سے اشتراط راجح معلوم ہوتا ہے جیسا غنائم کے احکام سے مفہوم ہوتا ہے امید ہے کہ جمیع اشکالات رفع ہوگئے ہون اور اگر کچھ باقی ہو تو اعادہ فرمایئے واللہ اعلم اس تحریر سے فتوے مقصود نہین کیونکہ وہ محتاج نقل ہے بلکہ توجیہ عبارات مقصود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳۔ ذی الحجہ ۲۳ھ

سوال۔ مورث نے قرضخواہ مہاجن سے محفوظ رکھنے کے خیال سے اپنی زوجہ کے نام اپنی جائداد کا بیعنامہ لکھدیا اس مین عرصہ گذر گیا بعد انتقال اس شوہر اور زوجہ کے بوجہ نہونے اولاد پسری

کے بجائے اُس زوجہ کے بندوبست مین نام دخترون کا بانتظام سرکار بلاتحریک دختران کے چڑہا اور عرصہ دراز تک اُس جائداد کا حاصل ان دختران کے بنی عم وصول کر کے ان کو دیتے رہے وہ اپنے صرف مین لاتی رہین اب تخمیناً دس سال کے بعد بعض بنی عم خواہشمند اس امر کے ہوئے کہ اُس جائداد سے ہم کو حصہ ملنا چاہیئے مقصود یہ ہے کہ یہ بیعنامہ جو اس مصلحت سے اُس شخص نے اپنی زوجہ کے نام کیا اور عرصہ تک اُسی کے نام رہا شوہر زوجہ کے روبرو انتقال کر گیا تھا اُسکی دختران کے نام جائداد منتقل ہوئی اور عرصہ تک وہی اُس سے نفع اٹھاتی رہین تو اب بنی عم کو کچھ ملیگا یا نہین اور یہ کل معاملہ درست رہا یا نہین۔

الجواب۔ یہ بیع ہزل ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر متعاقدین اسکے ہزل ہونے پر متفق ہون تب تو وہ مبیع بائع کی ملک سمجھی جاویگی اور اُسکی وفات کے بعد اُس کے سب ورثہ پر تقسیم ہوگی اور اگر متعاقدین متفق نہون مثلاً جسکے نام بیع ہے وہ یا اُسکے مرنے کے بعد اُسکے ورثہ اس کی بیع حقیقی ہونے کے مدعی ہون تو وہ بیع صحیح نافذ سمجھی جاوے گی اور جس کے نام بیع ہوئی ہے اُس کی ملک سمجھی جاویگی اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکے ورثہ کو ملے گی پس صورت مسؤلہ مین اگر زوجہ کے ورثہ بشرطیکہ بالغین ہون تسلیم کر لین کہ یہ بیع فرضی تھی تب تو شوہر کے انتقال کے بعد زوجہ اور دختران کے ساتھ ان دخترون کے بنی عم بھی بقدر حصص شرعیہ کے وارث ہونگے اور اگر زوجہ کے ورثہ اسکو تسلیم نہ کرین بلکہ اس کو بیع واقعی کہتے ہون تو ان بنی عم کو میراث نہ ملیگی بلکہ صرف زوجہ کے ورثہ مین کل جائداد تقسیم ہوگی فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۹۔ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ۔

سوال۔ اس طرف یہ رواج ہے کہ لوگ کپڑا دو طریقے سے خریدتے ہین۔ ایک یہ کہ اُس کی قیمت مین نقد روپیہ دیتے ہین دوم یہ کہ روپیہ بھی دیتے ہین اور سوت بھی بازار کے نرخ سے ذرا زیادہ قیمت کے حساب سے دیتے ہین تو جس صورت مین کہ صرف روپیہ دیتے ہین تو ایک تھان مثلاً چودہ آنہ کو لیتے ہین اور اگر روپیہ و سوت دونون دیتے ہین تو ساڑھے چودہ آنہ کو لیتے ہین تو کیا حکم ہے پس جس شخص نے کہ کپڑا روپیہ و سوت دونون دیکر خریدا ہے اُس سے اگر کوئی کپڑا فی تھان مثلاً ایک آنہ منافع دیکر خریدے تو وہ منافع چودہ آنے پر لے گا یا ساڑھے چودہ آنہ پر اور اصل قیمت کون معتبر ہوگی۔

ف۔ اشتراط منفعت ثمن در بیع مرابحہ

الجواب۔ یہ بیع مرابحہ ہے یہ اُسیوقت صحیح ہے جب تمام ثمن نقد یا مثلی ہو اور دوسرا مشتری وہی دیتا ہو پس جس صورت مین کچھ نقد اور کچھ سوت کی عوض تھان لیا ہے اور دوسرا مشتری سب نقد دیتا ہے نفع پر بیچنا درست نہین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۵۔ محرم ۱۳۲۴ھ

فـ تحقیق تعامل

سوال۔ ایک امر یہ بھی قابل تحقیق ہے کہ فقہا اکثر مسائل مین مثل استصناع وغیرہ لکھا کرتے ہین کہ تعامل کا اعتبار ہے تعامل سے کیا مراد ہے اور کس زمانہ کا تعامل معتبر ہے بعض بعض جزئیین ایسی ہین جو صحابہؓ تابعین کے زمانہ مین موجود نہ تھین ان مین تعامل کا اعتبار ہو سکتا ہے یا نہین جیسے مطبع کہ کتاب چھپوانے مین استصناع کا اعتبار کیا جا سکتا ہے یا نہین۔

الجواب۔ قال فی نور الانوار وتعامل الناس ملحق بالاجماع وفیہ ثم اجماع من بعدہم ای بعد الصحابة من اہل کل عصر اس سے معلوم ہوا کہ تعامل بھی مثل اجماع کسی عصر کے ساتھ خاص نہین البتہ جو اجماع کا رکن ہے وہی اس مین بھی ہونا ضرور ہے یعنی اُس وقت کے علماء اُسپر نکیر نہ رکھتے ہون اسی طرح فقہائے بہت سے نئے جزئیات کے جواز پر تعامل سے احتجاج کیا ہے۔ کما فی الہدایة فی البیع الفاسد ومن اشتری نعلا علی ان یحذوہ البائع الی قولہ یجوز للتعامل فیہ فصار کصبغ الثوب وللتعامل جوزنا الاستصناع وفیہا فی السلم ان استصنع الی قولہ للاجماع الثابت بالتعامل آہ پس اس بناء پر کتاب چھپوانا استصناع مین داخل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۲۶ محرم ۱۳۲۴ھ

فـ بیع حق صید در تالاب

سوال۔ صفائی معاملات مین ایک مسئلہ مرقوم ہے وہ یہ ہے کہ تالاب یا دریا ماہی گیرون کو دے دیا جاتا ہے اور دوسرون کو اس تالاب سے مچھلی پکڑنے نہین دیتا یہ بیع باطل ہے وفیہ بعد سطرین بلکہ سب کو مچھلیان پکڑنے کا شرعاً حق حاصل ہے ازین مسئلہ زید می گوید کہ بدون اطلاع مالک تالاب خفیہ اگر تالاب سے مچھلیان پکڑ لاوے تو کچھ گناہ نہین ہوگا کیونکہ شرعاً اس مین سب کا حق ہے تو حضرت یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہین۔

الجواب۔ زید کا قول صحیح ہے اور خفیہ مچھلی پکڑنا تالاب سے درست ہے لیکن اگر مالک تالاب نے مچھلیان کہین سے لا کر اپنے ہاتھ سے چھوڑی ہون تو وہ مچھلیون کا مالک ہوگا اور پھر خفیہ پکڑنا درست نہین لیکن بیع کرنا بدون پکڑے ہوئے پھر بھی درست نہین واللہ تعالیٰ اعلم ۱۶۔ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

فـ بیع حصص امور وراثت قبل القبض

سوال۔ بعد سلام مسنون التماس ہے کہ ایک شخص فوت ہوا چند وارث چھوڑے منجملہ کل وارثون کے

ایک وارث نے مال متروک کہ زمین اور باغ اور مکان وغیرہ ہے قبضہ کے قبل اپنا حصہ بیع دوسرے شخص کے ہاتھ کردیا مشتری اور ورثان قابض نے بابت شئے مبیع علحدہ علحدہ فتوے طلب کیا ہی اوّل دونون فتاوے کا نقل علحدہ علحدہ نزبیل خدمت واسطے تصدیق کے ہی خادمانہ دست لبستہ عرض ہے کہ جواب سے جلد سرفراز کیا جائے کہ رفع تردد ہو (نقل استفتاء ورثان قابض مع فتوی) کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ جو شے کسی کے قبضہ مین نہو اُس کو بیع کرے۔

الجواب۔ حرام ہے نہین جائز ہے بیع جیسا کہ مشکوۃ کی کتاب البیوع باب المنہی عنہا من البیوع مین ہے وعن حکیم بن حزامؓ قال نہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابیع مالیس عندی رواہ الترمذی وعن ابن عباسؓ قال اما الذی نہی عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہو الطعام ان یباع حتی ان یقبض قال ابن عباس فلا احسب کل شئ الا مثلہ فقط کتبہ عبد اللہ مدرس مدرسہ احمدیہ آرہ

(نقل استفتائے مشتری) کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک مورث چند وارثان کو چھوڑکر بقضائے الہی قضا کر گیا ترکہ پر منجملہ وارثون کے ایک وارث کا قبضہ نہین ہوا اور کل ترکہ مورث دوسرے وارثون کے قبضہ مین رہا جس وارث کا قبضہ ترکہ مورث پر نہین ہوا اُس نے اپنا حصہ غیر مقبوضہ کسی کو بیع لکھدیا ایسی صورت مین بیع جائز ہوئی یا نہین ترکہ مورث جو چھوڑ گیا وہ صرف زمین کاشت اور مکان اور درخت وغیرہ ہے (ہو المصوب) قبل قبضہ کے بیع غیر منقول کا صحیح ہے بشرط عدم خوف ہلاکت کے کما فی الدر المختار صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مصر جلد رابع علی حاشیۃ رد المحتار صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ وفی رد المحتار قولہ من بائعہ متعلق بقبض لا بیع ایضا در مختار کے اُسی صفحہ مین ہے فلا یصح بیع منقول قبل قبضہ۔ عالمگیریہ کی جلد ثالث صفحہ ۱۰ مین ہی من حکم المبیع اذا کان منقولا ان لا یجوز بیعہ قبل قبضہ وایضا فی الہدایۃ صفحہ ۷ مطبوعہ لکھنو یجوز بیع العقار قبل القبض عند ابی حنیفہؒ وابی یوسفؒ الخ مذکورہ بالا کتب مفتی بہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع مثل زمین مکان وغیرہ جو غیر منقول ہے قبل قبضہ کے جائز ہے جبکہ ہلاک ہو جانے کا خوف نہو وے۔ کتبہ محمد عمر

اس جواب سے کما حقہ تشفی نہین ہوئی کیونکہ اس مین یہ عبارت ہے (جبکہ ہلاک ہو جانے کا خوف نہو وے) اس کا مطلب نہین معلوم ہوا کہ کیونکر ہلاک کا خوف ہے اور کس طرح نہین ہے فقط مکرر عرض آنکہ اس مسئلہ کے حل کرنے کی بابت بہشتی زیور کا پانچوان حصہ دیکھا گیا اُس مین دربیان بیع باطل وفاسد

یہ مسئلہ ہے (مسئلہ) زمین اور گاؤں اور مکان وغیرہ کے علاوہ جتنی چیزین ہین انکے خریدنے کے بعد جب تک قبضہ نکرے تب تک بیچنا درست نہین۔ اس سے وراثت کی شے غیر مقبوضہ منقول خواہ غیر منقول کا بیچنا جائز ونادرست ہونا معلوم نہوا۔ امید کہ جواب سے مع حوالات کتب فقہ خواہ حدیث کے سرفراز فرمایا جاوے۔

الجواب ۔ صورت مسئولہ مین مبیع عقار ہے جو میراث مین بائع کو پہونچی ہے اور یہ جو علماء مین اختلاف ہے کہ قبل قبض بیع اُس شے کی جائز ہے یا نہین جسمین امام محمدؒ مطلقاً ناجائز کہتے ہین اور امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ منقول مین ناجائز کہتے ہین اور عقار مین جائز بشرطیکہ اُس مین ہلاک کا خوف نہو اور خوف یہ کہ مثلاً وہ مبیع مکان کا بالائی درجہ ہے جب کہ درجۂ زیرین نہ بیچا جاوے پس اگر درجۂ زیرین گر جاوے تو درجۂ بالائی بالکل ایسا ضائع ہوگا کہ پھر مالک اُسکے بنانے پر قادر نہین ہوگا یا وہ مکان یا زمین کسی دریا کے کنارہ پر ہے کہ اُس مین دریا برد ہونے کا احتمال ہے یا کوئی ایسا موقع ہے کہ جہان ریگ مین دب جانیکا احتمال غالب ہے کما فی الدر المختار ورد المحتار الجلد الرابع فصل التصرف فی المبیع والثمن تو یہ سب اختلاف اُس شئے کی بیع مین ہے جو کسی عقد مین عوض قرار دی گئی ہو جیسا اس ضابطہ سے معلوم ہوتا ہے کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز و مالا فجائز عینی کذا فے الدر المختار الجلد المذکور الفصل المذکور اور خود فتوی ثانی مین جو روایات منقول ہین اُن مین بھی تصریح ہے کہ مقصود بیان کرنا ہے حکم بیع مالکہ بالبیع قبل القبض کا اور صورت مسئولہ مین یہ مبیع کسی عقد سے ملک مین نہین آئی بلکہ میراث سے ملک مین آئی ہے جس مین انفساخ کا احتمال ہی نہین پس ایسی شے محل اختلاف علماء بھی نہین بلکہ ائمہ موصوفین کے نزدیک بالاجماع مطلقاً اس مین یہ بیع درست ہے خواہ مبیع منقول ہو یا غیر منقول لہذا بلا خلاف امام محمدؒ کے یہ بیع جائز ہو گی اما الحدیث المنقول فی الفتوی الاولے فہو ایضاً محمول علی ما ذکرنا... یفسرہ ما اخرجہ النسائی فی سننہ الکبری (کما فی تخریج الزیلعی) عن حکیم بن حزام رضؓ قال قلت یا رسول اللہ ان رجلا ابتاع ہذہ البیوع وابیعہا فما یحل لی منہا وما یحرم قال لا تبیعن شیئاً حتی تقبضہ واما تایدہ بالمعقول فلان علۃ ہذا النہی کما فی الہدایۃ غرر انفساخ العقد علی اعتبار الہلاک لانہ اذا ہلک قبل القبض ینفسخ البیع وعاد الی قدیم ملک البائع فیکون المشتری بائعا ملک غیرہ الخ کذا فی الکفایۃ والحدیث الذی فیہ النہی عن بیع مالم یقبض

معلول بہ عملا بدلائل الجواز کما فی الہدایۃ باب المرابحۃ والتولیۃ وظاہر ان ہذا الغرر منتف فی المملوک بحکم الارث لعدم احتمال الانفساخ فیہ کما ہو ظاہر فلا یشملہ الحدیث ولا قول محمدؒ فافہم وتامل۔ خلاصہ جواب یہ کہ اگر یہ مبیع اشیاء منقولہ بھی ہوتین تب بھی بیع جائز ہوتی اور اگر غیر منقول فی معرض الہلاک ہوتی تب بھی جائز ہوتی تو یہان بدرجہ اولے بلا شبہہ بیع درست ہوگئی البتہ اگر یہ بیع ....

...... ایسے شخص کے قبضہ مین ہی کہ نہ بائع اُس سے بدون نالش کے لے سکتا ہی اور نہ مشتری بدون نالش کے لے سکتا ہی تو بوجہ غیر مقدور التسلیم ہونے کے بیع جائز نہوگی علی الاختلاف مین کونہ فاسدا او باطلا کما فی الدر المختار ورد المحتار ص ۳ ۷ او ۴ ۱۷ من جلد الرابع ۱۳۲۴ھ

(بیع مشاع غیر مقدور التسلیم)

سوال۔ ایک شخص نے اپنی جائداد مقبوضہ غیر منقولہ کے شامل اُس جائداد غیر مقبوضہ غیر منقولہ (جو مکان وزمین کاشت ہے) کو بھی بیع کر دیا جو بعد ممات مورث کے بائع کے قبضہ مین وراثۃً آئی بلکہ ہنوز دوسرے یکے از وارثان کے قبضہ وتصرف مین ہے اور زر ثمن اس کا اس طور سے ہوا کہ جو جائداد مقبوضہ بیع ہوئی اُس کا زر ثمن تو ایک مقدار مین مشتری سے بائع نے وصول پایا مگر جائداد غیر مقبوضہ جو شامل اُسکے بیع کی گئی ہی اُسکے زر ثمن کی نسبت فیما بین بائع ومشتری یہ معاہدہ قرار پایا کہ اُس دخل وقبضہ کرنے مین مشتری قبل از بیع جو کچھ خرچ کر چکا ہے اور پھر بعد تکمیل بیع خرچ کریگا وہ سب مجرا دیکر جو کچھ زر ثمن مین سے باقی رہیگا اُس مین سے صرف نصف حصہ بائع کو مشتری ادا کریگا اور نصف حصہ مشتری ہضم کرے گا اور اگر مشتری قبضہ دخل مین ناکامیاب رہا تو اُس صورت مین مشتری بائع کو کچھ اُس زر ثمن مین سے نہین دیگا اور جو کچھ مشتری قبضہ کرنے مین جائداد مذکور کے خرچ کر چکا ہے اُسکی زیر باری صرف مشتری کے ذمہ رہے گی بائع سے اُسکا مطالبہ نہین ہوگا ایسا ہی شرط کی وجہ سے ہنوز تقابض البدلین نہین ہوا ہے۔ یعنی مشتری کو بیعنامہ نہین ملا ہے پس ایسی شرطیہ بیع جائز ہے یا ناجائز اور مشتری کو دعوی کرنے کا حق ہے یا نہین اور یہ سب جائداد ہے مکان وزمین کاشت ہے اور وہ تکراری شے مبیعہ جو یکے از وارثان کے قبضہ مین ہے ہنوز غیر منقسم ہے۔

الجواب۔ فی الہدایۃ وکذا لو ارسلہ (ای الطیر) من یدہ لانہ غیر مقدور التسلیم وفیہا ومن جمع بین حر وعبد او شاۃ ذکیۃ ومیتۃ بطل البیع فیہما ومن جمع بین عبد ومدبر او بین عبدہ وعبد غیرہ صح البیع

بحصتہ من الثمن وفیہا کل شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ وہو من اہل الاستحقاق یفسدہ وفیہا بخلاف ما اذا لم یسم ثمن کل واحد لانہ مجہول۔ ان روایات سے یہ امور ثابت ہوئے ۱؎ اوّل عبارت سوال سے معلوم ہوتا ہی کہ اُس جائداد غیر مقبوضہ کا اُس وارث قابض کے ہاتھ سے چھڑانا امر مشکوک ہی پس اگر ایسا ہے تو بوجہ غیر مقدور التسلیم ہونے کے اُسکی بیع صحیح نہین ہوئی ۲؎ جو جائداد مقبوضہ بیع کی گئی ہے اُسکی بیع درست ہوگئی ۳؎ جائداد غیر مقبوض اگر مقدور التسلیم بھی ہوتب بھی بوجہ غیر متعین ہونے ثمن کے اُسکی بیع درست نہین ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ جائداد مقبوضہ کی بیع درست ہوگئی اور غیر مقبوضہ کی بیع دو وجہ سے درست نہین ہوئی بوجہ عدم قدرت علی التسلیم اور عدم تعیین ثمن و اللہ اعلم ۳ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال۔ نذر لغیر اللہ یعنی جو کسی تھان یا کسی نشان اور جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اور چڑھانے والے ہندو ہین اگر کوئی مسلمان اُس کو خریدنا چاہے تو جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس اہلال لغیر اللہ سے اُس مین حرمت مثل میتہ کے آگئی پس جس طرح میتہ کا خریدنا ہنود سے جائز نہین اسی طرح اس کا بھی۔ واللہ اعلم ۲۵۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مبادلۃ الربیہ بالفلوس باین طور کہ احد المتعاقدین نے روپیہ بالفعل دیا اور آخر نے روپیہ کے کچھ پیسے بالفعل دیئے اور کچھ پیسے اُدھار رکھے جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ یہ مسائل مصرح و مسلم ہین ۱؎ بیع معدوم باطل ہی بجز سلم کے ۲؎ سلم کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اقل مدت اسمین تسلیم مسلم فیہ کے لیئے ایک ماہ ہونا چاہیئے اور مسلم فیہ بالفعل نہ دیا جاوے ۳؎ قدر و جنس مین سے اگر دو چیزین ایک وصف مین بھی متحد ہون تو تفاضل جائز اور نسیہ حرام ہے ۴؎ جو مباح ذریعہ غیر مباح کا بنے ناجائز ہے۔ ۵؎ قرض مین مطالبہ مثل کا استحقاق ہوتا ہے اب مبادلہ مسئولہ مین کئی صورتین ہین ایک یہ کہ روپیہ قرض دیا گیا اور یہ شرط بھی کی کہ اسکے عوض مین اتنے پیسے لینگے یہ ناجائز ہے خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۵؎ دوسرے یہ کہ قرض نہین دیا گیا بلکہ مبادلہ مقصود ہے اور دوسرے شخص کے پاس پیسے موجود نہین ہین یہ بھی ناجائز ہے خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۱؎ تیسرے یہ کہ پیسے موجود ہین مگر اسوقت کسی وجہ سے آئے نہین پس اگر تانبے کا وزنی ہونے کا لحاظ کیا جاوے تو روپیہ اور پیسے متحد القدر نہون گے ان مین نسیہ جائز

ف مبادلۂ روپیہ بالفلوس و قبض بعض الفلوس ف اشتراء منذور لغیر اللہ

نہین خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۳ اور اگر اسکے وزنی ہونے کا اعتبار نہ کیا جاوے خواہ اسوجہ سے
کہ اصطلاحًا یہ معدود ہے خواہ اسوجہ سے کہ اسکے وزن کے باٹ چاندی تولنے کے باٹ سے مختلف ہین تو یہ
مبادلہ جائز ہے کما اختلف الشیخان ومحمد چوتھے یہ کہ مبادلہ سلم مقصود ہے لیکن کچھ پیسے اس وقت لے
لئے یا ایک ماہ سے کم مدت مقرر ہوئی یا کچھ مدت مقرر نہین ہوئی تب بھی ناجائز ہے حسب مسئلہ ۲
پانچوین یہ کہ دونون طرف معقود علیہ موجود ہون اور اُسکے وزنی ہونیکا لحاظ نہ کیا جاوے لیکن زیادہ
لینے مین فتح باب ربوا کا اندیشہ ہو تب بھی ناجائز ہے حسب مسئلہ ۴ چھٹے یہ کہ صورت سلم مین اندیشہ
ربوا کا نہو تب جائز ہے لعدم الحاظر واللہ اعلم ۴ جمادی الاولی ۱۳۲۵ھ

سوال - ایک ہندو کے دو بسوہ مسمی غلام جیلانی خان کے پاس پچاس پچاس سال کیواسطے رہن
دخلی تھے مسمے زید نے اُسی ہندو سے اُن بسوون کا بیعنامہ لکھا لیا اور غلام جیلانی خان کے روپیہ کی
دہانید کرائی اور اس خیال سے کہ شریعت محمدیہ مین شے مرہون سے نفع اٹھانا ناجائز ہے غلام جیلانی
خان کو آمادہ کر کے اقرار نامہ لکھا لیا کہ ازروئے شریعت کے پنچ جو فیصلہ کر دین گے فریقین کو قبول و
منظور ہوگا زید نے بعد اسکے عدالت سے یہ فیصلہ بھی حاصل کر لیا کہ مشتری یعنی زید بحیثیت مالک ہونیکے
اور غلام جیلانی خان بحیثیت مرتہن ہونے کے تحصیل وصول کر سکتے ہین اور جبکہ زید تحصیل وصول
کرے تو غلام جیلانی خان ازروئے کاغذات پٹواری زید سے کل آمدنی سال بسال لے لیا کرین
فریقین مین اسکی بابت مدت تک نزاع رہا پھر زید نے عمرو سے کچھ معاملہ تجارت کا کیا اُس کی
بابت زید کے ذمہ کچھ روپیہ عمرو کا ہو گیا اسکے ادائے زید کو دشوار ہوئی اس لئے انھین دو بسوونکا
بیعنامہ زید نے عمرو کے نام کر دیا اور وعدہ کیا کہ دو بسوونکی تحصیل وصول کر کے مین تم کو ادا کر دیا کرونگا
اتفاق سے غلام جیلانی کا غصہ ہوا اور زید کو تحصیل وصول دشوار ہوئی عمرو نے زید سے کہا کہ ہمارا
روپیہ تو بالکل معرض تلف مین آیا چاہتا ہے اس لئے ہمارے روپیہ کی کچھ سبیل ہونا چاہیے زید نے
عمرو کے روپیہ کا یہ انتظام کیا کہ ایک دوسرے کھیت کا عمرو کے نام بیعنامہ کر دیا یہ کھیت دو بسوون
سے علحدہ ہے اور یہ اقرار کیا کہ مبلغ ایک سو باسٹھ روپیہ جو فاضل رہتے ہین ان کو مین ادا کرون گا
اس کھیت کے بیعنامہ کے وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کھیت ایک کایستھ کے پاس ایک روپیہ ماہواری
سود پر رہن ہے چنانچہ یہ روپیہ کایستھ کا مع سود کے عمرو کو پڑا اب یہ ارشاد ہو کہ یہ تینون بیعنامے

از روی شریعت محمدیہ جائز ہوئے یا نہین فقط

الجواب۔ بیع اول جو کہ درمیان ہندو اور زید کے ہوئی وہ بحالت مرہون ہونے اُس زمین کے ہوئی ہے اور چونکہ غلام جیلانی مرتہن اُس بیع پر رضامند ہے لہذا وہ بیع صحیح اور نافذ ہو گی وہو الشرط فی صحۃ بیع المرہون اور زرِ رہن غلام جیلانی کا بذمہ ہندو کے چاہیئے اور زر ثمن ہندو کا بذمہ زید چاہیئے اور زید نے جو زر رہن کا دینا اپنے ذمہ رکھ لیا حوالہ ہے اور چونکہ زید اور غلام جیلانی وہندو سب اس حوالہ پر راضی ہین لہذا یہ حوالہ بھی صحیح ہو گیا وہو الشرط فی صحۃ الحوالۃ اور غلام جیلانی نے جو کچھ روپیہ اُس رہن سے وصول کیا ہے اسکا حکم چونکہ پوچھا نہین گیا لہذا قلم انداز کیا جاتا ہے اور چونکہ اس بیع پر رضاء المرتہن سے رہن ٹوٹ چکا ہے لہذا غلام جیلانی مرتہن نہین رہا لہذا یہ فیصلہ عدالت کا شرعاً جائز نہین البتہ حوالہ کی وجہ سے غلام جیلانی زید سے اپنے زر رہن کا مطالبہ کر سکتا ہے اور جس طرح بن پڑے وصول کر سکتا ہے یہ کلام تھا بیع اول مین اور بیع ثانی جو کہ درمیان زید کے وعمرو کے ہوئی اُس کی صحت بالکل ظاہر ہے اور یہ وعدہ کہ بسوون کی تحصیل کرکے الخ محض لغو ہے بلکہ اگر یہ شرط داخل عقد ہوتی تو بیع کو فاسد کر دیتی مگر سوال مین یہ امر مجمل ومبہم رہ گیا کہ زید کے ذمہ جو روپیہ عمرو کا تھا اُن دو بسوون کا بیعنامہ اُس روپیہ کے عوض مین برابر برابر ہوا یا اُس سے زائد روپیہ کی عوض مین ٹھیرایا اُس سے کم روپیہ کی عوض مین ٹھیرا برابری اور بیشی کی صورت مین یہ سمجھ مین نہین آتا کہ پھر کھیت کا بیعنامہ کرکے بیع اول کا اقالہ کیا گیا یا نہین اور کمی کی صورت مین آیا وہ کمی اس کھیت کی بیع سے پوری ہوئی یا نہین اگر ہو گئی تو فاضل روپیہ کے کیا معنے اس ابہام کے سبب بیع ثالث پر مفصل کلام نہین ہو سکتا مجملاً اس قدر لکھا جاتا ہے اگر یہ کایستھ اس بیع پر راضی تھا تو بیع صحیح ہو گئی اور رہن فسخ ہو گیا اور کایستھ کا دین عمرو کے ذمہ نہین تھا اور اگر یہ اس ادا مین مجبور تھا تو جسقدر روپیہ کایستھ کو دیا ہے وہ زید سے وصول کر سکتا ہے واللہ اعلم ۹۔ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ بعد سودا خریدنے کے جو بائع بچون یا بڑون کو کچھ دیدیتا ہے جسکو رونگا کہتے ہین وہ مطلقاً ناجائز ہے یا بلا اجبار درست ہے۔

الجواب۔ یہ زیادۃ فی المبیع ہے اور حسب تصریح فقہاء مباح ہے بشرط تراضی فقط واللہ اعلم ۱۳۔ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال- چند بیوپاریون نے ایک بیوپاری کے پاس اپنا کچھ مال بھیجدیا اور لکھدیا کہ پانچ روپیہ من فروخت کرکے ہمارے پاس روپیہ بھیجدو بیوپاری مذکور نے مال مذکور چھ روپیہ من فروخت کر کے پانچ روپیہ کے حساب سے مالکون کے پاس روپیہ بھیجدیا اور روپیہ من جو زیادہ پڑا وہ خود رکھا اور اس امر کی مالکون کو خبر بھی ہوگئی اور وہ راضی ہو گئے کیونکہ اصل قیمت حسب دلخواہ ہمارے پاس آگئی اور اُسنے اپنا حق المحنت رکھا پس اس طور سے ہمیشہ کوئی کیا کرے یہ شرعا درست ہی یا نہین۔

الجواب- یہ مال جو چھ روپیہ من کو فروخت ہوا ہے یہ سب روپئے مالکون کا حق ہے کیونکہ اُن کے مال کا بدل ہے اس مین سے بیوپاری مذکور کو فیمن ایک روپیہ رکھنا جائز نہین ہان اگر مالکون کو خبر ہوجاوے اور وے اُسے معاف کردین تو بعد معاف کردینے کے اسکو حلال ہوجاوے گا اگر مالکون کو خبر نہوتی یا وہ معاف نہ کرتے تو اُس کو وہ روپیہ حرام رہتا قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم الآیۃ فقط۔ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ

سوال- کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید ایک اراضی بضرورت حوائج خانہ داری و ادائے قرض وغیرہ ایک ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے اور غالب ہے کہ ہندو مذکور اس مین شوالہ وغیرہ بنائے ایسی صورت مین زید کو اراضی مزبور کا اُس ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہین

الجواب- جائز ہے ولا باس ببیع العصیر ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا ومن اجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلا باس بہ ہدایہ ج ۲ ص ۴۵۶ واللہ اعلم بہ۔ شعبان ۱۳۱۱ھ

سوال- زید نے اپنے روپیہ سے مکان خریدا اور قبالہ مین نام اپنی زوجہ ہندہ کا کسی مصلحت سے بائع سے لکھوایا اور ایجاب وقبول مابین بائع اور زید مشتری کے ہوا اور اُس کاغذ کی رجسٹری بھی ہوگئی بعدہ ہندہ فوت ہوگئی اور مہر ہندہ معاف کرچکی تھی اس صورت مین مکان خرید شدہ زید کا ہے یا ورثہ ہندہ کا۔ مولوی راغب اللہ از پانی پت۔

الجواب- رکن بیع کا ایجاب وقبول ہے جن مین ایجاب وقبول واقع ہوا ان کے ہی درمیان بیع متحقق ہوئی تو جب ایجاب وقبول زید نے کیا تو ملک اُس کی یقینا ثابت ہوئی اب انتقال ملک بغیر کسی عقد صحیح معتبر تام کے نہین ہوگا تو صرف اس سے کہ کسی مصلحت سے بیوی کا نام درج کرادیا زید کی ملک زائل اور بیوی کی ملک ثابت نہین ہوگی تاوقتیکہ کوئی عقد صحیح معتبر مفید انتقال ملک

ف: عدم جواز فضل منافع دلال ۱۲

ف: بیع اراضی بدست کسیکہ درو شوالہ خواہد ساخت

واقع نہو حالانکہ ہمیشہ تصرفات مالکانہ خود کرتا رہا اور اب بھی اپنے آپ کو مالک بتلاتا ہی پس اس مین ورثہ ہندہ کو کچھ دعوی نہین پہونچتا ہان اگر ہبہ صحیح یا اقرار صحیح گواہون سے ثابت کردین اسوقت دعوے درست ہوگا و بیع التلجیۃ وہوان یظہر اعقدا وہما لا یریدیہ انہ یلجاء الیہ لخوف عدو ولیس مبیع فی الحقیقۃ بل کالہزل جلد ۴ ص ۲۴۴ تو جب تلجیہ مین عاقد کے لیئے عقد صحیح نہین ہوتا تو غیر عاقد کے لیئے تو بدرجہ اولے ثابت نہو گا واللہ اعلم فقط اللہم اعف عنی وعن جمیع المسلمین۔

کتاب الربوا

سوال۔ زید اور عمرو مین منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین گفتگو ہے۔ زید کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا جائز ہے اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ ہر چیز مین اصل اباحۃ ہے عمرو کہتا ہے کہ چونکہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا کسی معاملہ شرعی کے تحت مین داخل نہین اس لئے ناجائز ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ شرعی کے تحت مین داخل ہے اور داخل ہی اور داخل ہونیکو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی کسی حمال سے کام لے اور اجرۃ پیشگی دیدے تو جائز ہے عمرو کہتا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین اور حمال سے کام لینے مین اور پیشگی اُجرۃ دینے مین فرق ہے پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرنا صحیح نہین کیونکہ منی آرڈر مین تو شرط ہے کہ روپیہ پہنچانیکی اُجرۃ پیشگی لے لی جاوے اور حمال کو پیشگی اُجرۃ دینا شرط نہین بلکہ دینے والے کا احسان ہے اگر پیشگی اُجرت نہ دے تو حمال شرعًا یا عرفًا تقاضا نہین کرسکتا اور منی آرڈر تو اُس وقت تک روانہ ہی نہین ہوسکتا جب تک پیشگی اُجرۃ نہ دے اسکے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ عمرو ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمال پر قیاس کرنا اسوجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اُس کا امین ہے اگر حمال سے وہ بوجھ کھو جاوے تو تاوان نہ لیا جاویگا۔ جیسا امین سے نہین لیا جاتا اور منی آرڈر کا روپیہ ڈاکخانہ والون کے پاس سے کھو جاوے تو اس کا تاوان لیا جاتا ہے اور ڈاکخانہ سے گویا شرط ہے کہ اگر روپیہ کھو جاوے تو وہ تاوان دیگا اسکے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمال پر قیاس کرنا اسوجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اسکا امین ہی اور امین پر واجب ہے کہ جو چیز امانت مین دیجاوے

منی آرڈر

بعینہ وہی واپس کرے اور منی آرڈر مین سب جانتے ہین کہ وہی روپیہ بعینہ نہین ملتا بلکہ اُس کی مثل دوسرا روپیہ ملتا ہے۔ زید کہتا ہی کہ عموم بلوی ودفع حرج اور تعامل علماء وصلحار کی وجہ سے بعض ناجائز چیزین بھی جائز ہوجاتی ہین اور یہ تو مباح الاصل ہے یہ کیونکر ناجائز ہوگا مثلاً غلہ کی بالیون کو بیلون سے پامال کراتے ہین اور بیل اُس مین بول وبراز کرتے ہین اسکو سب جانتے ہین پھر عموم بلوی ودفع حرج اور تعامل علما وصلحار یا تعامل خلائق کی وجہ سے اُس کو سب حلال جانتے ہین اور اس غلہ کا سب استعمال کرتے ہین اسی طرح اگر منی آرڈر بھی بالفرض ناجائز ہو تو جائز ہوجائے گا۔ اب از روئے شرع شریف اس گفتگو کا فیصلہ فرمائیے اور قول فیصل ارشاد فرمایئے تاکہ قلب کو تسکین ہو۔

الجواب ۔ قاعدہ کلیہ ہے الاقراض تقضی بامثالھا اور منصوص ہی کہ قرض مین کمی بیشی کی شرط ربوا ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ منی آرڈر کا روپیہ جو ڈاک خانہ مین داخل کیا جاتا ہے آیا وہ امانت ہی اور اہل ڈاک اجیر یا قرض ہے اور اہل ڈاک مستقرض سو چونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ روپیہ بعینہ نہین بھیجا جاتا اور نیز قانون ہے کہ اگر ڈاکخانہ سے وہ روپیہ اتفاقاً ضائع ہوجاوے تو اہل ڈاک اُس کا ضمان دیتے ہین ان دونون امر سے معلوم ہوا کہ وہ امانت نہین بلکہ قرض ہے جو دوسری جگہ ادا کیا جاتا ہے پس فیس بھی جزو قرض ہوا اور مقام وصول پر چونکہ بوضع فیس ادا کیا جاتا ہے اس لیئے قرض مین کمی بیشی لازم آئی یہ وجہ اُسکے ممنوع ہونے کی ہی بلکہ اگر یہ فیس بھی نہو تب بھی حسب قاعدہ کلیہ کل قرض جر نفعا فھو ربوا بوجہ منفعت سقوط خطر طریق کے داخل سفتجہ ہوکر مکروہ ہے فی الدر المختار کتاب الحوالۃ وکرھت السفتجۃ اور چونکہ یہ عقد اجارہ نہین ہے جیسا اوپر مذکور ہوا لہذا مسئلہ حمال سے اس کو کوئی مس نہین کما ہو ظاہر اور عموم بلوی طہارات ونجاسات مین مؤثر ہے نہ حلت اور حرمت مین اور تعامل اسکو نہین کہتے بلکہ وہ ایک قسم ہے اجماع کی اور اسمین شرائط اجماع کا پایا جانا ضروری ہے منجملہ اُسکے یہ بھی کہ علماء عصر واحد بلا نکیر اُس کو قبول کرلین متنازع فیہ مین یہ امر مفقود ہے اسلیئے یہ تعامل نہین ہے ایک رواج عامیانہ ہے جو شرعاً حجۃ نہین۔ اس سے سب نظائر مذکورہ زید کا جواب نکل آیا۔ واللہ اعلم۔ البتہ بہت عرق ریزی سے اس قدر تاویل کی گنجائش ہوسکتی ہی کہ فیس کو اُجرۃ کتابت وروانگی فارم کی کہا جاوے اس سے حرمۃ تفاضل تو دفع ہوجاویگی مگر کراہت سفتجہ کی باقی رہے گی واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ذی قعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

ف: جمع کردن روپیہ در بینک ڈاکخانہ

سوال - زید اور عمرو مین ڈاک خانہ مین روپیہ جمع کرنے کی نسبت گفتگو ہے زید کہتا ہے کہ محض بغرض حفاظت ڈاکخانہ مین جمع کردینا جائز ہے عمرو کہتا ہے کہ یہ روپیہ سودی تجارتون مین لگایا جاتا ہے اور اس جمع کرنے مین سودی تجارۃ کی اعانت ہے لہٰذا ناجائز ہے زید کہتا ہے کہ سب کا روپیہ تجارۃ مین نہین لگایا جاتا کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ جب کوئی شخص اپنا روپیہ برآمد کرانا چاہے روپیہ برآمد ہوجائے گا البتہ بعض کا روپیہ تجارۃ مین لگایا جاتا ہوگا یا تھوڑا تھوڑا سب کا لگایا جاتا ہو بہرحال یہ معلوم ہونا مشکل ہے، بلکہ عادۃً ناممکن ہے کہ کس کا روپیہ تجارۃ مین لگایا گیا کس کا نہین لگایا گیا یا کس نسبت سے روپیہ لگایا گیا کیونکہ سب کا روپیہ مِلا کے رکھا جاتا ہے اور بالفرض اگر سب روپیہ تجارۃ مین لگایا جاتا ہے جب بھی اعانت علی المعصیۃ کا الزام نہین کیونکہ اُس قسم کی اعانت علی المعصیت کو اعانت علی المعصیۃ ہی نہین خیال کیا گیا مثلاً ولایت کی ہزارون چیزین کپڑے برتن گھڑیان دیاسلائی وغیرہ ہندوستان مین فروخت ہوتی ہین اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ ان کے بنانے والے انگریز ہین جو سودی لین دین اور سودی تجارۃ کے عادی ہین اور بمبئی کلکتہ وغیرہ مین جو مال لیا گیا ہے وہ بھی ناجائز طریقۂ تجارۃ سے لیا گیا ہے - پھر ہم تمام مسلمان کیا عوام کیا علماء وصلحا سب ہی ان چیزون کو خریدتے اور کام مین لاتے ہین مسلمانون کا خرید کرنا سودی تجارۃ کو ترویج دینا ہے یا نہین اگر پوری ترویج نہین تو مسلمان تھوڑی ترویج تو ضرور ہی دیتے ہین مگر سودی تجارۃ کی تھوڑی ترویج بھی تو آخر حرام ہی ہوگی اور اعانت علی المعصیت کے تحت مین داخل ہوگی جس طرح ڈاک خانہ مین روپیہ جمع کرنے سے اعانت علی المعصیت ہے اُسی طرح بلکہ غور سے دیکھو تو اُس سے کہین زائد ولایتی چیزون کے خرید کرنے مین اعانت علی المعصیت ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمرو اِس کو جائز کہے اور اُس کو ناجائز اسکے علاوہ ہمارے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر چادر کا ایک کونہ ناپاک ہوگیا ہو اور یاد نہ آتا ہو کہ کونسا کونہ ناپاک ہوگیا تھا تو جس کونہ کو دھو ڈالے گا چادر پاک ہوجاویگی اس جزئی کو یاد رکھو اور دیکھو کہ چادر کیون پاک ہوجائیگی بظاہر چادر کو پاک نہونا چاہیے کیونکہ ممکن ہے اُسنے وہ کونہ نہ دھویا ہو جو ناپاک تھا بلکہ وہ کونہ دھویا ہو جو پہلے سے پاک تھا مگر پھر بھی شریعت نے چادر کو پاک کہا اس پاک کہنے کی دو وجہ ہوسکتی ہین ایک تو دفع حرج دوسرے یہ کہ جب شبہہ ہوگیا کہ معلوم نہین وہ کونہ ناپاک ہے یہ معلوم نہین یہ کونہ ناپاک ہے تو صرف شبہہ سے ہر کونہ کو ناپاک نہین کہتے اس کی ایک نظیر کتب فقہ مین اور بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ جب غلّہ کی بالون کو بیلون سے پامال کراتے

ہین تو بیل انپر بول و براز کرتے ہین اس غلہ کے پاک ہونیکو فقہا نے لکھا ہے کہ کچھ غلہ محتاجون کو دیدیا جاوے یا حصہ دارون مین تقسیم کر دیا جاوے تو کل غلہ پاک ہوجائیگا۔ اور وجہ یہ لکھتے ہین کہ شبہ ہوگیا کہ شاید ناپاک غلہ دوسرے کے حصہ مین چلا گیا ہو ہمارے حصہ مین نہ رہا ہو اس مین شک نہین کہ یہ وجہ یا اسکے مثل جو اور وجوہات ہون سب کمزور ہین اور سب کا حاصل یہ ہے کہ عموم بلوی دفع حرج تعامل علماء صلحاء یا تعامل خلائق کی وجہ سے یہ چیزین حلال اور پاک اور جائز ہین انھین دونون صورتون پر ڈاکخانہ مین روپیہ جمع کرنے کو خیال کرو جس طرح کہ شبہون سے وہان ناپاک چادر اور ناپاک غلہ پاک اور حلال ہوجاتا ہے اسی طرح کے شبہون سے یہان ڈاک خانہ کا حرام اور ناپاک روپیہ بھی حلال اور پاک ہوجاویگا (حرام اور ناپاک علی سبیل الفرض کہا گیا ورنہ وہ ایسا نہین ہے) اور اگر اس قسم کے شبہون سے قطع نظر کرکے وہان عموم بلوی و دفع حرج تعامل علماء صلحاء سے حرام و ناپاک کو حلال و پاک بنایا جاتا ہے تو یہان بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے دونون مین فرق کرنے کی کوئی وجہ نہین اگر یہ کہا جائے کہ جب ڈاکخانہ نہ تھے تو صرف حفاظت کی غرض سے لوگ روپیہ کہان رکھتے تھے جہان پہلے رکھتے ہون وہین اب بھی رکھا کرین کہا جائیگا۔ جب ڈاکخانہ نہ تھے اور منی آڈر کے ذریعہ سے روپیہ نہین بھیجا جاتا تھا تو لوگ کس طرح روپیہ بھیجتے تھے جس طرح پہلے بھیجتے تھے اُسی طرح اب بھی بھیجین اگر وہ جائز تو یہ کیون ناجائز دونون مین کیا فرق ہے اگر وہان کوئی وجہ جواز کی ہے تو یہان بھی کوئی وجہ جواز کی ہے۔

الجواب۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ امانت اگر مالک کی اجازت سے دوسرے اموال مین مخلوط کر دیجائے تو مجموعہ مشترک ہوجاتا ہے فی در المختار کتاب الایداع وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعۃ کان انشق الکیس لعدم التعدی پس جب حسب بیان سائل وہ روپیہ ملا کر رکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خلط بالاذن ہے تو جسقدر روپیہ تجارۃ ناجائز مین لگے گا اُسمین سب کا تھوڑا تھوڑا روپیہ ضرور ہوگا پس ہر شخص بقدر اُسی حصہ مشترک کے معین اس تجارۃ کا ہوگا اور معصیت کی اعانت ضرور معصیت ہے اور خرید اشیاء کو سودی تجارت کی اعانت نہین کہہ سکتے کیونکہ ہم نے جب کوئی شے خرید کر اس کی قیمت ادا کر دی تو وہ قیمت اُس تاجر کی ملک ہوگئی ہمارا روپیہ معصیت مین صرف نہین ہوا اور یہان تو خود ہمارا ہی روپیہ تجارۃ حرام مین لگایا گیا ہے اور جو نظائر فقہیہ سوال مین مذکور ہین ان سب کا جواب یہ ہے کہ ان نظائر مین بعض اجزاء واقع مین اجزاء نجسہ سے متمیز و منفرد

ہین تو دفع حرج کے لئے اسکا اعتبار کرلیا گیا اور یہان بالیقین ہر جزو مین بوجہ اشتراک اعانت علی المعصیۃ ہورہی ہے اور عموم بلوی کا جواب مسئلہ منی آرڈر مین مذکور ہوچکا ہے اور منی آرڈر اور اسمین جو فرق دریافت کیا ہے اول تو فرق نہونا مضر نہین کیونکہ اُس کو بھی منع کیا جاتا ہے جیسا مفصلاً مذکور ہوا پھر تاویل اخیر کے اعتبار سے فرق بھی ہوسکتا ہے کہ اس مین ایسی تاویل اب تک نہین نکلی فافترقا البتہ اگر یقیناً تحقیق ہوجاوے کہ اس روپیہ سے ناجائز کام نہین ہوتا تو بدون سود لیسنے کے جمع کرنا جائز ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ والد صاحب قبلہ نے ایک عرصہ سے منی آڈر بھیجنا چھوڑ دیا ہے بجائے اُسکے نوٹ بھیجتے ہین نوٹ جہان جاتے ہین وہ اُسکو فی سیکڑہ کچھ آنون کی کمی سے لیتے ہین یہ جائز ہے یا نہین۔

جواب۔ نوٹ کمی سے لینا دینا دونون ناجائز ہین مگر میرے نزدیک اس کمی سے بدل مین حرمت وخباثت پیدا نہین ہوتی اس کی وجہ محتاج تطویل ہے ورنہ لکھدیتا۔

سوال۔ بندہ کے یہان نمک کی تجارت ہوتی ہے اور مین جگہ کارخانہ ہے ایک آڑتی بہت معتبر مل گیا ہے اُس نے روپیہ بھیجنے کی سبیل یہ رکھی ہے کہ جب مال فروخت ہوجاوے تو نوٹ بھیجدیتا ہے ایک بار میرے ذمہ اُسکے روپیہ چاہتے تھے بوجہ دیر مین پہونچنے روپیہ کے اُسنے سود لگایا تو بندہ نے اُس کو سود نہین دیا اور یہ لکھا کہ ہمارے مذہب مین سود لینا اور دینا دونون ناجائز ہین اس لئے ہم معاملہ سود کا ہرگز نہین کرسکتے اُسنے لکھا کہ ہم سود نہین لین گے اور یہ بھی معاملہ طے ہوگیا کہ سود کا لین دین کبھی نہوگا البتہ جب نوٹ بھیجتا ہے تو کمی کے ساتھ بھیجتا ہے مثلاً فی سیکڑہ دو آنہ یا تین آنہ کاٹتا ہے اُنکے یہان کٹ کی شرح مختلف اوقات مین مختلف طور سے معین ہوتی ہے اور کچھ حصہ ہمارے روپیہ مین سے گؤ سالہ کے نام کا بھی کاٹتا ہے اور یہ ہماری ہی تخصیص نہین بلکہ انکے یہان کا قاعدہ ہر ایک سے یہی ہے سو بندہ یہ دریافت کرتا ہے کہ یہ امر دونون جائز نہین معلوم ہوتے اسکے بارہ مین کیا کیا جاوے اگر اُس سے یہ کہا جاوے کہ یہ معاملہ ہم نہین کرینگے تو وہ ہرگز نہ مانیگا کیونکہ نوٹ مین کمی اُنکے یہان سود مین شمار نہین اور گؤسالہ کی نسبت بھی نہین مان سکتا کیونکہ صرف ہمارے لیے قانون جدید نہین معین کرے گا تو اب کیا حیلہ کیا جاوے جس سے معاملہ شریعت کے موافق رہے اور یہ بھی تحریر فرمایئے کہ اگر وہ یہ معاملہ رکھے تو مجھپر مواخذہ اخروی رہیگا یا نہین

ف از مرتب۔ فتاوائے جدید نوٹ کی بیع کمی کے ساتھ ناجائز ہے یہ شمار مع نوٹ کے جواب میں ۔۔۔ [illegible]

اور نوٹ مین کمی زیادتی صرف مسلمانون کے درمیان ناجائز ہے یاجب ایک جانب مسلم ہو اور دوسری جانب کافر تو بھی جائز ہے یا نہین جملہ امور کو مفصلاً تحریر فرما دیجیے۔

الجواب۔ نوٹ کی حقیقت حوالہ ہے اور حوالہ مین کمی بیشی جب معروف یا مشروط ہو ربوا ہے البتہ اگر بلا شرط و عرف ہو تو بعض صورتون مین تاویل صلح کی ہو سکتی ہے مگر اب ممکن نہین میری سمجھ مین تو اس کی تدبیر بجز اسکے کہ نقد روپیہ اس سے لیا جاوے اور کچھ نہین آتی یا اسپر یہ بات ثابت کردیجاوے کہ ہمارے مذہب مین یہ سود ہے یا اُسکی کچھ آڑہت بڑھا کر حق ٹھیرا دیا جاوے اور یہ کہدیا جاوے کہ نوٹ برابر سرابر لیا جاویگا اور تمہاری کمی اس اضافہ سے پوری کردی جاویگی اور یہ تدبیر غالبًا سہل ہے رہا گوسالہ کا قصہ سو اگر وہ آڑھتی آپ کا مشتری ہوتا اور آپ اس سے بائع ہوتے تب تو بتاویل حط ثمن کے یہ جائز ہو سکتا تھا گویا اپنا روپیہ وہان دیتا ہے اور آپ کو ثمن کم دیتا ہے لیکن آڑھتی وکیل ہوتا ہے وہان یہ تاویل ممکن نہین اسلیئے میرے نزدیک لسے یون سمجھا دیا جاوے کہ حق آڑہت اور حصہ گوسالہ یہ سب مجموعہ حق آڑھت مین شمار کرنا چاہیئے پھر خواہ وہ بھی مین کسیطرح لکھے کچھ حرج نہین فقط واللہ اعلم

سوال۔ احقر نے ایک شخص کو سونے کی بالیان پورانی بغرض فروخت دی تھین اور ذکر تھا کہ از سرِ نو بنینگی انھون نے ان کو ۹ عہ کو فروخت کرکے سُنار کو روپیہ دیدیا اور کہدیا کہ اس مین تھوڑا سونا اور ڈال کر ۱۰ تولہ کی نئی بالیان بنا دے حساب بعد مین کردیا جاویگا چنانچہ اُسنے اتنے ہی وزن کی بنا دین یہ صورت ناجائز ہوتی ہے۔ ایک[1] صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ ۹ عہ جو پیشگی دیئے گئے ہین وہ سُنار کے پاس امانت یا قرض سمجھے جائین اور زیور دست بدست ۱۰ للعہ کو خرید اجائے اس مین نسیہ نہوگا اب چونکہ ۹ عہ بذمہ سنار واجب الادا ہین اس لئے وہ مقدار ساقط کرکے ۹ عہ اور اُسکو دیدو یا یون[2] کرو کہ ۱۰ للعہ نقد دیکر دست بدست اس سے زیور لے لو پھر اپنے ۹ عہ کا مطالبہ اُس سے کرو اور ایک[3] صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ سُنار تمہاری طرف سے ۱۰ للعہ کا سونا خریدنے کیلیئے وکیل ہے ۹ عہ تمسے پیشگی لے چکا ہے اور دس کا سونا اپنے پاس سے خرید لایا ہے اس کا مطالبہ اب کرتا ہے حضور اس مین کیا فتوے دیتے ہین۔

الجواب۔ تاویل ثالث تو صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ وکالت بلا توکیل کیسے ہوگی اور توکیل یہان ہے نہین

ف زرگر را روپیہ دادن برائے ساختن زیور

لہذا یہ بالیاں جدید سنار کی ملک ہونگی اور اب اُنکی بیع جدید ہوگی پس اگر وہ ۵ بعینہ سنار کے پاس موجود ہین تو قرض کی تاویل نہین ہوسکتی کیونکہ نہ تصریحاً قرض دیا نہ تصرف کی وجہ سے اُسکے ذمہ دین ہوا پس لابد امانت ہوگی اور امانت میں روپیہ معین ہوتا ہے تو عقد متعلق اُس روپیہ سے ہوگا اور وہ مجلس مین موجود نہین تو نسیہ لازم آنے سے ناجائز ہوگا پس جب نہ قرض ہوا نہ امانت سے عقد کا متعلق ہونا جائز ہوا اس صورۃ میں صرف یہ صورت جائز ہوسکے گی کہ اپنی امانت اوّل واپس کرلے اور اُس مین دس روپیہ اور ملادے اور دست بدست خرید لے اور اگر وہ ۵ اسکے ضمان مین داخل ہوگیا ہے خواہ بوجہ صرف کر ڈالنے کے یا بوجہ مخلوط کردینے کے تو البتہ وہ دین ہوگیا ہے اس صورۃ میں تاویل اوّل چل سکتی ہے اور تاویل ثانی بے تکلف صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ ایک شخص سود لیتا ہے اور لوگ اُس سے سود پر لیتے ہین وہ غرض پر لیتے ہین جب اُن لوگ کو بیچارہ کو کوئی سامان نہیں ہوتا یا کوئی دستگر دان نہیں دیتا تب وہ مجبوراً قرض سود پر روپیہ لیتا ہے تب ایسی حالت مین دونون سود لینے والا اور دینے والا کیونکر گنہگار ہوگا وہ بیچارہ تو مجبوری لیتا ہے جب کوئی سامان نہین ہوتا ہے ورنہ وہ نہین لیتا جب کوئی شخص دوسرا قرض بے سود کا دیدیوے تب کیونکر لے تب ایسی حالت مین صرف لینے والا گنہگار ہوگا دینے والا کیون ہوگا۔

جواب۔ جو لوگ سودی روپیہ لیتے ہین جہان تک دیکھا گیا ہے فضول قصون کیلئے لیتے ہین اور جو ضرورت مین بھی لیتے ہین تو اپنے گھر کے ذخیرہ کو زیور اسباب کو محفوظ رکھنا چاہتے ہین کہ یہ بھی اپنے پاس رہے اور قرض سے کام چلجاوے پس یہ بھی ضرورت مین لینا نہوا وہ ضرورت یون بھی پوری ہوسکتی ہے کہ اوّل سب چیزین اپنی بیچڈالین یا اپنی شان اور وضع محفوظ رکھنے کے واسطے مزدوری محنت کرنے کو عار سمجھتے ہین سو عقلاً و شرعاً یہ ضرورتین قابل اعتبار نہیں پھر ان سبکے بعد ایسے اضطرار کے وقت مردار کھانا بھیک مانگ لینا درست ہے پس سود پر قرض لینے کی کسی حالت مین ضرورت نہین ہے اسلیئے یہ گنہگار ہوگا فقط واللہ اعلم ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ ہجری

سوال۔ چند لوگ گورنمنٹی نوکر ہین یعنے رسالہ مین نوکر ہوئے کسیکو سولہ برس ہوئے اور کوئی اٹھارہ برس کا نوکر ہے اور کوئی بیس برس کا نوکر ہے اور جب نوکر ہوئے تھے تو یہ قاعدہ نہ تھا جو اب دو چار سال سے نیا جاری ہوا ہے یعنے ہر ایک سوار کا فی ماہ پانچ روپیہ سرکار کاٹ لیتی ہے تعداد

اڑھائی سو روپیہ کی ہے جب کہ ڈھائی سو روپیہ پورا ہو جاتا ہے پھر نہین کاٹا جاتا ہے اور وہ روپیہ بنک مین جمع ہو جاتا ہے اور اُس روپیہ کا سود ہر ماہ سرکار دیتی ہے اور جو لوگ کہ سود لینے مین انکار کرتے ہین تو سرکار انسے دستخط کرالیتی ہے اور سود کا روپیہ بھی اصل روپیہ مین ملا دیتی ہے اور وہ روپیہ اپنے صرف مین آتا ہے یعنے اگر سوار کا گھوڑا مر جاتا ہے تو سوار کو سرکار اسی روپیہ سے گھوڑا خرید کر دیتی ہے اور جس کا گھوڑا نہین مرتا ہے تو اُس کو سرکار ہر ماہ سود دیتی ہے غرض کوئی بچنے کی صورت نہین کہ اُس کا روزگار بھی قائم رہے اور سود سے بھی بچے مگر گھوڑا نہ مرے تو جس وقت نوکری چھوڑ کر آوے اُسوقت اُس کا روپیہ جمع و سود کل سرکار دے دیتی ہے اور اگر وہ چاہے کہ مین جمع لے لون اور سود نہ لون تو اسکی جمع کا روپیہ بھی مارا جاتا ہے اور تنخواہ مبلغ سہ ماہوار کی ہے

الجواب۔ خاص اس صورت مین سرکار جو سود کے نام سے دیتی ہے وہ سود نہین ہے اُسکا لینا درست ہے لیکن خدارا دوسری صورتون کو اسپر قیاس نہ کیا جاوے لان مالہم مباح برضاہم و انما یلحق فی بعض الصور اثم العقد ولا عقد بالجبر لیکن اگر یہ مقدار سود مذکور کی مساکین مین صرف کر دیجاوے تو خوب ہے دع مایریبک الے مالا یریبک فقط ۷ ربیع صفر ۱۳۲۲ھ

در نفع پرامیسری نوٹ

سوال۔ انگریزی پرامیسری نوٹ کے منافع کا لینا گورنمنٹ سے جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب۔ فی الہدایۃ ولاربوا بین المسلم والحربی دلت ہذہ الروایۃ بعد تفصیلہا بتعلیلہا علی کون المال الذے حصل من حربی برضاہ بلاغدر ولو بالعقود الفاسدۃ الباطلۃ مباحاً عند ابی حنیفۃ واباحۃ المال لایستلزم اباحۃ العقد کما اذا باع الحر من المستقرض الجاہل لاستیفاء حقہ والوعید الوارد فی النصوص لم ینحصر فی اکل المال بل یعم الاکل والعقد والاعانۃ کما روی لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ وشاہدیہ وکاتبہ الحدیث فاقتضے ہذا المجموع ان المال فی الصورۃ المسئول عنہا مباح وہذا العقد حرام اثم فالآخذ من المسلم والذمی یاثم باثمین ومن الحربی باثم واحد ہذا اذا ثبت کون الدار دار حرب ولم یثبت قوۃ دلیل الجمہور والا فلا مساغ لاباحۃ المال ایضا واللہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

در ربوا در ہندوستان

سوال۔ ہندوستان مین یہود اور نصاریٰ سے سود لینا حسب رائے مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ درست معلوم ہوتا ہے اور حسب تحریر مولانا عبد الحی صاحب علیہ الرحمۃ نادرست از روی تحقیق کس کا قول معتبر ہے۔

جواب - احقر نے دونون بزرگون کی تحریر نہین دیکھی ورنہ شاید آن کے متعلق کچھ کہہ سکتا بہر حال نفس مسئلہ مین جو کچھ میری سمجھ مین آیا ہے وہ یہ ہے لایباح العقد لکونہ ربوا نہی عنہ نصا قطعیا ویباح المال المأخوذ لان مال الحربی مباح برضاہ بلا عذر بہ ولم ار احدا من اصحاب الفتاوی حکم بحل العقد مقصودا واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم

۱۶ - شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال متعلق سوال بالا

(توضیح سوال مذکور) اقول تختلج فی قلبی اما اولا فان العلامۃ الدہلوی قد صرح بجواز اخذ الربوا من الحربی کما یدل علیہ کلامہ المنقول ولم یقل صراحۃ ولا اشارۃ ان المال مباح دون العقد واما ثانیا فلان العقد الربوی من الحربی لایخلو عن ان یکون اما صحیحا او فاسدا او باطلا فعلی الاول لایصح الحکم بعدم اباحۃ العقد کما ہو ظاہر وعلی الثانی الحکم بعدم اباحۃ العقد صحیح اما الحکم باباحۃ المال فغیر صحیح لان فساد العقد یورث خباثۃ فی المال کما ہو مصرح فی الفقہ وعلی الثالث فحکم العقد والمال ظاہر ولم نجد فی الکتب نوعا من العقد بحیث یکون العقد فاسدا او باطلا والمال حلالا واما ثالثا فان النص المحرم قولہ تعالٰی احل اللہ البیع وحرم الربوا قطعی والخبر لاربوا الحدیث لیس متواترا ولا مشہورا فبای حجۃ خصص اصحابنا نصا قطعیا فعلیکم الجواب بالدلیل الشفی للعلیل

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کی عبارت محررہ ذیل مین مذکور ہے۔

مجموعہ فتاوائے مولانا عبد العزیز قدس سرہ ج اول صـ۳۳ (سوال) تمامی اقلیم نصاری باتفاق دار الحرب ہست یا نہ اگر ہست اہل اسلام را ازان نصاری سود گرفتن جائز است یا نہ (جواب) بشروطیکہ در دار الحرب در روایات فقہیہ مذکور است ملاحظہ باید نمود چنانچہ بعضے ازان درین قرطاس ثبت خواہد شد درین اقلیم آن شروط را باید جست اگر متحقق شدند پس دار الحرب قرار یافت وبحکم اذا ثبت الشئ ثبت بلوازمہ ہرگاہ دار الحرب شد ربوا گرفتن ودادن بکفرہ آنجا جائز شد زیرا کہ در ہدایہ مذکور است ولا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب وقاعدہ مقرر است کہ الاطلاق فی الروایات نفی عن تعمیمہ پس ہر دو صورت اخذ و اعطار در نفی داخل لیکن مسلمان را باید کہ در دادن سود بحربی احتیاط کند بے ضرورت ندہد۔

ایضا فیہ صـ۲۸ (سوال) سود دادن بحربیان درست ست یا نہ (جواب) عبارات کتب فقہیہ عام واقع شدہ اند دادن وگرفتن را شامل اند مثل لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی در رسالہ توجیہ دادن سود نیز نوشتہ اند این وقت فقیر را یاد

نیست لیکن اینقدر ظاہر ست کہ گرفتن سود از حربیان باین وجہ حلال است کہ مال حربی مباح است اگر در ضمن آن نقض عہد نباشد و حربی چون خود بخود بدہد بلا شبہ حلال خواہد بود و دادن سود بحربیان باینوجہ حلال ست کہ خورانیدن حرام بمسلمان درست نیست و آنہا حرام خوارند اگر چیزے بطریق سوٗ دادہ خواہد شد بیش ازین نیست کہ حرام خواہد خورد اہ

الجواب - قد رایت کلامہ رحمہ اللہ تعالیٰ الدال علی ما فہمتم فی قولکم اولا ولکن حجیۃ الدال تتوقف علی صحتہ فی نفسہ وثبوتہ بالدلیل ولم یثبت ثم اطلاقہ فی الاخذ والاعطاء مخالف لما صرح بہ فی الشامیۃ ان الفتح مؤید لہ بالسیر الکبیر من ان مرادہم ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم لا مطلقا وما قلتم ثانیا فاقول عن العقد عندی فاسد او باطل ولا نسلم استلزام فساد العقد او بطلانہ لخبث المال الا ترے ان عقد بیع الحر حرام وباطل لکنہ لو باع من مدیونہ الجاحد للدین بمثل دینہ وقبض المال ناویا للاستیفاء بحقہ یحل المال مع بطلان العقد ویتایدہ بما فی رد المحتار من قول الدر المختار مطلقا بقولہ ای ولو بعقد فاسد تحت قولہ لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا آہ فحکم بکون العقد فاسدا وکون المال حلالا وما قلتم ثالثا فالنص محرم للعقد وہو فیما ذہبت الیہ فی فہم مراد اصحابنا حرام ولم ار احدا من اصحاب الفتاوی فی المذہب حکم بحلہ مقصودا اما حل المال فالآیۃ غیر متعرضۃ لہ اثباتا او نفیا فلا دلالۃ ولا تخصیص واللہ اعلم ۱۳ - ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

ف منافع بنک

سوال - اگر بنک گھر مین روپیہ جمع کیا جاوے تو اُسکے سود سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہین مگر صاحب بنک قوم نصرانی ہین۔

الجواب - سود نصوص قطعیہ سے حرام ہے اور اطلاق نصوص سے اس مین نصرانی وغیر نصرانی سب برابر ہین واباحۃ الشئی لا یستلزم جواز العقد بہ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

ف شرح شبہ حلت سود بحالت افلاس مسلمانان

سوال - بنظر حالت موجودہ وافلاس مسلمانان کیا سود کا لین دین خواہ آپس مین ہو خواہ غیر اقوام سے شرعًا جائز ہے یا نہین۔

الجواب - جب آیت تحریم ربوا کی نازل ہوئی ہے افلاس اسوقت سے زیادہ تھا اور نیز بہت سا سُود ان معاملات کے متعلق باقی تھا جو کہ زمانہ جاہلیت اور حالت کفر مین ہو لئے تھے اُسپر بھی حکم ہوا کہ سود چھوڑ دو ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے اشتہار جنگ ہے جب متعاقدین کی حالت کفر کا سود وصول کرنا جائز نہین رکھا گیا تو ابتداءً ایسا معاملہ کرنا کیونکر جائز سمجھا جاوے گا دوسرے زمانہ نزول

وحی مین جو کفار بنی اسرائیل تھے ان کی شکایت قرآن مین موجود ہے۔ واخذہم الربوا وقد نہوا عنہ جب کفار کے لیئے اجازت نہین جو بعض علمار کے نزدیک مخاطب بالفروع بھی نہین اور اسی بناءپر یہ علمار ربوا کو عقود ذمیین سے مستثنے کہتے ہین کما فی کتاب الغصب من الہدایۃ تو مسلمانون کو جو کہ اجماعًا مخاطب بالفروع ہین کیونکر اجازت ہوگی اور رحمت مہداۃ باب الصلح مین بیہقی سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار نجران سے جن شروط پر صلح کی تھی ان مین یہ بھی قید تھی مالم یحدثوا احدثا او یاکلوا الربا جب کفار کو اکل ربوا سے روکا گیا تو مسلمانون کو کیسے حلال ہوگا رمافی الکتب الفقہیۃ من انہ لاربوا بین المسلم والحربی فلا یستلزم اباحۃ المال اباحۃ العقد والله اعلم - ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ یہ مسئلہ استفسار طلب ہے کہ حضور والا کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان ہین اکثر کمپنیان (جماعت تجارت) ایسی ہین جو جان اور مال کا بیمہ کیا کرتی ہین اور اُسکا طریقہ یہ ہے کہ وہ جماعت تجارت کی جو مشترک قائم ہین وہ مال منقولہ وغیر منقولہ پر ایک کمیشن سالانہ لیا کرتی ہین اور اگر اندر سال کے وہ مال صرف بذریعہ آتش زدگی کے تلف ہوجاوے توجسقدر تعیین مال پر انھون نے کمیشن لیا ہے اسقدر تعیین یک مشت مالک مال تلف شدہ کو دیدیا کرتے ہین اکثر لوگ اپنی جائداد کا بیمہ کرایا کرتے ہین یہ طریقہ اس قدر رائج ہے کہ غالبًا اس سے آنجناب بھی واقف ہونگے پس آپ سے دریافت کرتا ہون کہ آیا یہ طریقہ بیمہ کا شرعًا جائز ہوسکتا ہے یا نہین تمثیلا یہ بھی عرض کرتا ہون کہ اکثر لوگ نوٹ وغیرہ بذریعہ رجسٹری شدہ لفافہ کے ڈاک کی معرفت روانہ کیا کرتے ہین جس سے مقصود صرف حفاظت نوٹ ہوتی ہے پس اگر بیمہ کرنا ناجائز ہوگا تو غالبًا رجسٹری کرکے نوٹ روانہ کرنا بھی خلاف شرع شریف ہوگا امید کہ یہ سمع خراشی معاف فرمائی جاوے۔

الجواب۔ ان اشتہاری وتجارتی بیمون مین کمپنیان جو مالک کو خاص صورتون مین معاوضہ دیتی ہین صورۃً تو وہ عوض ہے اُس مال تلف شدہ کا مگر واقع مین عوض ہے اُس رقم کا جو ماہانہ یا سالانہ داخل کی جاتی ہے کیونکہ اُن کو مقصود وہی ہے ورنہ مال ضائع سے ان کو کیا نفع ہوسکتا ہے پس باعتبار صورت کے تو یہ قمار ہے لانہ تعلیق الملک علی الخطر والمال فی الجانبین اور باعتبار حقیقت کے سود ہے لعدم اشتراط المساواۃ فی الجانبین فیما یجب فیہ المساواۃ اور قمار اور سود دونون حرام ہین پس یہ معاملہ یقینًا حرام ہے اسیطرح جان بیمہ وہ صورۃً رشوت ہے لان المال فیہ عوض من

غیر متقوم وہو النفس اور حقیقۃً سود ہے لعین ما مر فی المال رہا بیمہ زیور وغیرہ کا جو ڈاک خانہ مین کرایا جاتا ہے
اسکی حقیقت اور ہے کیونکہ ڈاک والے اُس چیز کو پہونچاتے ہین اور اسکی اجرت لیتے ہین پس یہ معاملہ عقد اجارہ
ہے اور عملہ ڈاک اجیر ہین اور بیمہ زیادت اجر ہے اور اُنکی یہ ذمہ داری تاوان کی اشتراط ضمان علی الاجیر
ہے جسکو بعض فقہائنے جائز کہاہے بخلاف مذکورہ بیمون کے کہ کمپنی اُس مال یا جان مین کوئی عمل نہین
کرتی اُس مین یہ تاویل محتمل نہین فی الدر المختار باب الودیعۃ واشتراط الضمان علی الامین الخ وفی رد المحتار
وانظر حاشیۃ الفتال وقد یفرق بانہ ہہنا مستاجر علی الحفظ قصداً بخلاف الاجیر المشترک فانہ مستاجر علی
العمل تامل وفی الدر المختار باب ضمان الاجیر ولا یضمن ما ہلک فی یدہ الی قولہ خلافاً للاشباہ فی رد المحتار ای
من انہ ان شرط ضمانہ ضمن اجماعاً ح وہو منقول عن الخلاصۃ وعزاہ ابن الملک للجامع اہ قلت وفی ہذا العقد
الذی یقال لہ بیمۃ یستاجر بالزیادۃ علی الحفظ قصداً فکان اولی بالجواز من الاجیر المشترک یضمن علی العمل واللہ اعلم ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال- آلو یا شکر قند دیکر اُسکے عوض مین ایک مدت معینہ کے بعد غلہ لینا کس طور پر جائز ہے مثلاً
ایک روپیہ من کے حساب سے آلو فروخت ہوتے ہین تو اب ایک من آلو دیکر ایک روپیہ کا غلہ مدت معینہ
کے بعد اُس نرخ پر کہ جس نرخ سے اُسوقت بازار مین غلہ فروخت ہوتا ہو لینا چاہیئے یا حال مین جو نرخ غلہ کا
ہے اُسی حساب سے لینا چاہیئے بالتفصیل بیان فرمائیے گا۔

جواب- فی الدر المختار باب الربوا وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو
مع التساوی وفی رد المحتار فی الصفحۃ الآتیۃ وعلتہ القدر ہو القدر المتفق کبیع موزون بموزون او مکیل بمکیل بخلاف
المختلف کبیع مکیل بموزون نسیئۃ فانہ جائز اہ اور گیہون وجو طرفین کے نزدیک بوجہ نص کے
ہمیشہ کے لیئے ہین اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بوجہ ہمارے عرف کے وزنی اور دوسرے غلے بالاتفاق
تبعاً للعرف وزنی ہین کما صرح بہ فی کتب الفقہ اور آلو اور شکر قند موزون ہین پس آلو و شکر قند کے
عوض اگر گیہون یا جو نسیئۃ فروخت کیئے جاوین تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو کسی طرح جائز نہین
لما مر من الدر المختار اور طرفینؒ کے نزدیک اگر وزن غلہ کا معین ہوجاوے کہ بیس سیر مثلاً لین گے خواہ
نرخ حال و آئندہ کا اس سے کم ہو یا زیادہ ہو تو جائز ہے لما سبق من رد المحتار اور اگر اسی عنوان سے
فروخت کیا کہ جو نرخ ہوگا مثلاً یہ ناجائز ہے اور اگر گیہون اور جو کے علاوہ اور غلات ٹھیرائے ہین تو بوجہ
لزوم نسیہ کے متحد القدر اشیا مین ناجائز ہے جیسا اوپر مذکور ہوا۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲۰ شوال ۱۳۲۳ھ

سوال۔ مال الحربی فی دار الحرب للمسلم مباح لاملوک والملک یحصل اما بالبیع الصحیح او بالھبۃ او بالاحراز فی دار الاسلام فظہر ان الملک کما یحصل بالبیع الصحیح صحیحا کذلک یکون بالفاسد فاسدا وخبیثا فینبغی ان یکون مال الربوا مع کونہ مباح الاصل خبیث الملک والعجب ان فقہائنا لم یصرحوا بالخبثۃ بل یتبادر من کلامھم انہ طیب فعلیکم بدفع ہذا الاشکال فقط

الجواب۔ الجواب عن السؤال الخاص انہ لا دلیل علی انحصار اسباب الملک فیما ذکر فان الماء والکلاء سواء وجدا فی دار الاسلام او فی دار الحرب یحصل الملک فیہما بمجرد الید من غیر اشتراط الاحراز فی دار الاسلام فلما اخذ المسلم المستامن مال الحربی بشرط ان لا یغدر فانہ حرام حصل بہ الملک من حیث انہ اخذ مع قطع النظر عن قید خارج عن حقیقۃ کالقصر یتعلق بمجرد السفر من غیر نظر الی وصف کونہ معصیۃ لیکون القصر ایضا غیر مشروع کما قالت بہ الشافعیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال۔ زید کو ضرورت ہوئی کسیقدر روپیہ کی پس عمرو کے پاس گیا اور کچھ روپیہ طلب کیا عمرو نے لعیہ ، اور بارہ ٹکے دیدیئے اور اسوقت مبلغ ایک روپیہ کے چوبیس ٹکے ملتے ہین اور زید سے عمرو نے مبلغ عہ ، لکھوائے یعنی مبلغ لعیہ دیئے اور پورے عہ ، لکھوالیے اور بعد ختم اجل مقررہ کے اُس سے وصول کرلیئے یہ لین دین عند الشرع جائز ہے یا نہین۔

جواب۔ انیس روپیہ تو یقیناً قرض ہین اور بارہ ٹکے مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ قرض ہے دوسرے یہ کہ بیع ہے شق اوّل پر حسب قاعدہ شرعیہ الاقتراض تقتضی بامثالہا یہ شرط ٹھیرانا حرام ہے کہ اس کے عوض مین پورے آٹھ آنے لئے جاوین گے اور تقدیر ثانی پر چونکہ یہ بیع شرط قرض ہے جانب مقرض سے یا یہ بیع مشروط بقرض ہے جانب مستقرض سے اسوجہ سے حسب حدیث لا یحل سلف وبیع حرام ہے غرض دونون صورتون مین یہ معاملہ حرام ہے سود خوارون نے ایسے حیلے ایجاد کئے ہین اس لیئے اگر کسی تکلف سے کسی قاعدہ پر اس کو منطبق بھی کرلیا جاوے تب بھی بوجہ فساد غرض کے ممنوع ہوگا فقط ۲ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ہمارے ملک مین سود سے بچنے کے لیئے یہ حیلہ نکالا ہے مثلاً کسی کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہوئی اُس نے دوسرے سے یون کہا کہ بھائی اگر تم مجھکو پانچ برس کا کرایہ پیشگی دو تو چار روپیہ کرایہ والی زمین دو روپیہ کو دیدین گے اسپر وہ راضی ہوگیا دس روپیہ دیدیا اور پانچ برس کے لیئے

زمین پر اپنا قبضہ کرلیا درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ صورت مسئولہ درست ہے مع الکراہۃ کبیع العینۃ کما فی الہدایۃ۔ ۳۔ ربیع الثانی سنہ ۱۹ء

سوال ۔ حاجی محسن شیرازی جو ہگلی مین تھے اُسنے ایک فنڈ یعنے چندہ سرکار انگلشیہ مین وقف کردیا ہے اُسکے سود سے انگریزی کالج واسکولون مین جو طلبہ مسلمانان انگریزی خوانان کو سالیانہ امتحان مین کامیاب ہونے سے بخشش دیا جاتا ہے آیا روا ہے و یا نہیں۔

الجواب۔ اس آمدنی سے انعام وغیرہ جو دیا جاتا ہے لینا جائز ہے لیکن اس جواز سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ انگریزون سے سود کا معاملہ کرنا درست ہے جیسا بعضے لوگ سمجھ گئے ہین بلکہ اس جائز ہونے کی بنا دوسرا امر ہے جو مختصر تحریر سے پورا منکشف نہین ہوسکتا اور مطول تحریر کی فرصت نہین واللہ تعالےٰ اعلم ۲۰۔ جمادی الاولےٰ سنہ ۱۳۲۵ھ

(ف: تقسیم انعام از رقم سود در بعضے اسکول ہا)

کتاب الوکالۃ

سوال۔ ایک قطعہ زمین مین چند حجرے طلبہ کے لیئے بنانے کی تجویز ہوئی جس مین تخمیناً دو ہزار روپیہ خرچ ہوگا اور ظاہراوہ ہو نہین سکتا اسکے لیئے چندہ فراہم کیا اسقدر رقم فراہم نہین ہوئی کہ جس مین وہ حجرے تیار ہوجائین بلکہ فراہم کنندہ تساہل بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو رقم فراہم ہوگئی اور جو ہوگی حسب تجویز مقررہ حجرون مین صرف کرینگے اُسی قطعہ مین مسجد بھی تیار ہورہی ہے مگر اس کا بانی اور شخص ہے حجرون کے چندہ دہندون مین سے ایک شخص اپنی رقم واپس لینا چاہتا ہے اور اس رقم کو مسجد مین خرچ کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ تم تعمیر حجرون مین تساہل کرتے ہو تو مین اپنی رقم کو کیون معطل کرون بلکہ تعمیر مسجد مین خرچ کرون ساعیان تعمیر حجرہ کہتے ہین کہ تم نے حجرون کی تعمیر کے لیئے یہ رقم دی ہے تم کو واپس لینا اور دوسری تعمیر مین خرچ کرنے کا اختیار نہین پس صورت مذکورہ مین وہ اپنی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہین اگر اس کو حق رجوع حاصل نہین اور اُس نے باصرار تحویلدار سے لے لیئے دونون گنہگار ہونگے یا نہین اور تحویلدار ضامن ہوگا یا نہین۔

(ف: جواز واپسی روپیہ از وکیل قبل صرف)

الجواب۔ کسی شخص کو کسی خاص جگہہ صرف کرنے کے لیئے روپیہ دینے سے وہ روپیہ اُس دینے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا لہذا یہ شخص اپنی رقم واپس کرسکتا ہے اور واپس کر کے اختیار ہے

خواہ مسجد مین دے یا جہان چاہے صرف کرے کیونکہ جس شخص کو روپیہ دیا ہے وہ وکیل ہی اور یہ وکیل مثل ید موکل ہی پس جس طرح اپنے پاس ہونے سے خارج عن الملک نہین ہوتا اسی طرح وکیل کے پاس جانے سے بھی اور یہ روپیہ وقف نہین ہوتا کہ گنجایش شبہ ہو۔ ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ زید عمرو کے کتب خانہ کا مہتمم اور عمرو کا دوست ہی زید کو گمان غالب ہے کہ اگر مین کتبخانہ مین کوئی جزئی تصرف کرونگا تو عمرو کے خلاف نہوگا اس گمان پر زید کتب خانہ کی بعض کتابین خالد کو اس وعدہ پر دیدیتا ہے کہ خالد اُن کتابون کو فروخت کرکے اپنا کام چلائے اور پھر جب خالد کے پاس وہ کتابین موجود ہون تو زید کو دیدے اور زید بدستور وہ کتابین کتب خانہ مین داخل کردے اس طرح کرنے سے عمرو کے کتب خانہ کا کچھ نقصان نہین اور خالد کا کام بھی چل جاتا ہے اور چونکہ زید کو گمان غالب ہے کہ عمرو اس جزئی تصرف کو بغرض نفع رسانی خالد ہے (کہ خالد بھی عمرو کا دوست ہے) جائز رکھے گا اس لیئے تصریحًا اجازت تصرف نہین لیتا تو کیا زید و خالد کو ایسا تصرف جائز ہے بصورت مذکورۂ بالا زید نے اصلاح الرسوم و تعلیم الدین (جو ایک ہی جلد مین مجلد تھین) خالد کو دین خالد کے ایجنٹ نے اُن کو فروخت کرڈالا اصلاح الرسوم کی قیمت ۴؍ رہے اور تعلیم الدین کی ۶؍ جلد کی قیمت ۱؍ رکھی گئی اور خالد کے ذمہ کل ۱۰؍ لگائے گئے جو اصلی قیمت ان کتابون کی ہے پھر خالد کے ایجنٹ نے خالد کی طرف سے زید کو اصلاح الرسوم اور جلد کی قیمت ۵؍ دیدی اور تعلیم الدین کی قیمت نہین دی بلکہ خالد کی کتابون مین تعلیم الدین کے نسخے موجود تھے ان ہی مین سے ایک نسخہ تعلیم الدین کا زید کو دیدیا یہ نسخہ زید نے ۸؍ کو فروخت کرڈالا (۱) اب اگر ۶؍ کو تعلیم الدین اور ۴؍ کو اصلاح الرسوم خرید کرکے اور ایک آنہ جلدبندی کا دے کر دونون کتابین ایک مین مجلد کراکے کتب خانہ مین بدستور رکھدے اور ۲؍ جو تعلیم الدین کے فروخت ہونے مین نفع ہوا یہ خود لے لے یہ جائز ہے یا نہین (۲) یا یہ ۸؍ جو تعلیم الدین فروخت کرنے سے زید کو ملے ہین اگر یہ ۸؍ زید خالد کو دیدے اور خالد پھر دوسری تعلیم الدین جس کی عام قیمت ۶؍ ہے لیکر مجلد کراکر بطریقہ مذکورہ بالا کتب خانہ مین رکھدے تو جائز ہے یا نہین تعلیم الدین کی عام اور اصلی قیمت ۶؍ ہے لیکن خالد بکمیاب ہونے کی وجہ سے اپنے یہان ۸؍ کو دیتا ہے اسی بناء پر ۸؍ کو فروخت کیا ورنہ لیا ۶؍ کو تھا۔

الجواب۔ اول دو امر سمجھنا چاہیئے اول یہ کہ یہ تصرف فضولی کا ہے اور تصرف فضولی کا بعد اذن

ف۔ تصرف فضولی در بیع الغیر در میان دو شخص

مالک کے مثل تصرف وکیل کے ہے دوسرا امر یہ کہ حقیقت اس تصرف کی اقراض واستقراض نہین کیونکہ کتاب ذوات القیم سے ہے ذوات الامثال سے نہین ان دونون امرون سے معلوم ہوگیا کہ زید وکیل عمرو کا ہے اور خالد وکیل زید کا اور ایجنٹ وکیل خالد کا پس ایجنٹ کا فروخت کرنا بواسطہ مثل بیع اصل مالک کے ہے اور زید نے جو خالد کے ذمے ۱۰ر لگائے چونکہ زید مشتری نہین بلکہ ماذون فی البیع ہے اسلئے یہ ۱۰ر لگانا ایسا ہے جیسے موکل وکیل سے کہدے کہ یہ چیز ۱۰ر کو فروخت کرنا تو اس سے یہ ۱۰ر اسکے ذمے نہین ہوئے اور اگر اس سے زیادہ کو فروخت کرے تو وہ ملک موکل کی ہے اس کا رکھنا وکیل کو جائز نہین اب اصلاح الرسوم اور جلد کی قیمت جو ۱۲ر دی گئی یہ تو فروخت ہوگئی اور تعلیم الدین بدستور ملک عمرو کی ہے اور دوسرا نسخہ تعلیم الدین کا جو مبادلہ مین لیا اور یہ نسخہ جدیدہ مثل اصل نسخہ مبدل بہ ملک عمرو کی ہوگیا اب جو زید نے ۸ر کو فروخت کیا یہ ۸ر بھی ملک عمرو کی ہین لہذا ۲ر زید کو رکھنا حرام ہین (جواب سوال دوم متعلق سوال اول) جب یہ ۸ر عمرو کی ملک ہین تو بشرط رضائے متیقن عمرو کے اگر زید نے اس کی تعلیم الدین خرید لی تو بیع صحیح ہوجاویگی خلاصہ کلام یہ ہے کہ زید ان سب تصرفات مین غیر اصل ہے نہ خود اس کو کوئی انتفاع جائز اور نہ کوئی ایسا تصرف جائز جس مین شک ہو کہ عمرو راضی ہے یا نہین - ۱۲- رجب ۱۳۲۲ھ

کتاب الکفالۃ

دعویٰ مہر بلا کفیل

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ سے بمہر مبلغ اڑھائی ہزار روپیہ کے قرار پایا اور خالد والد زید ضامن ادائے مہر ازطرف زید ہوا بعد عرصہ چھ سات سال کے خالد نے اپنی جائداد منقولہ اپنے تین لڑکون عمرو وبکر وزید اور اپنی ایک زوجہ مین زبانی تقسیم کرکے اپنے قبضہ مین رکھی اُسکے چندیوم بعد زید کا انتقال ہوگیا بعد ازان خالد بھی مرگیا اس حالت مین عمرو وبکر اُس کی جائداد کے وارث ہوئے اور جو حصے عمرو وبکر کو جائداد خالد سے ملے ہین وہ بہت کم قیمت ہین اب زوجہ زید دعوے اپنے مہر کا اپنے بھائی اور مامون کی معرفت سے عمرو وبکر پر کرتی ہے اور بگواہی زبانی گواہان نکاح وقاضی نکاح پڑھانے والے کی ضمانت خالد ادائے مہر حسب منشاء خود ثابت کرتی ہے اور کوئی ثبوت تحریری اس بارہ مین نہین رکھتی اور عمرو وبکر بیان کرتے ہین کہ ہم سے

کبھی خالد نے اپنا ضامن ہونا مہر کا بیان نہیں کیا تو کیا از روی شرع شریف عمر و بکر مستحق ادائے مہر مذکور
...... ہو سکتے ہین اور اگر ہو سکتے ہین تو جسقدر وارث پائی ہے اسکے موافق عمر و بکر دینگے یا اور
زیادہ بھی دینے کے مستحق ہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ درحالیکہ کفالت کے گواہ موجود ہین کفالت ثابت ہو جائیگی اور کفالۃ بالمال موت
کفیل سے باطل نہین ہوتی پس ادائے زر کفالۃ میراث پر مقدم ہے پس ہندہ جائداد خالد سے جو کہ عمرو
بکر کے قبضہ مین ہے زرِ مہر وصول کر سکتی ہے اگر جائداد کفایت نہ کر سکے زائد کا مطالبہ عمرو بکر سے
نہین ہو سکتا اور عمرو بکر زید کے ترکہ سے بقدر اپنے حق کے وصول کر سکتے ہین بشرطیکہ کفالۃ
بامر زید ہوئی ہے ورنہ زید کے ترکہ سے عمرو بکر کچھ تعرض نہین کر سکتے۔ اما الکفیل بالمال فلا تبطل لان
حکمہا بعد موتہ فیوفی من مالہ ثم ترجع الورثۃ علی المکفول عنہ ان کانت بامرہ۔ شامی ج ۴ ص ۲۵۷ ۱۵۔ ربیع الاول۔

باب الحوالۃ

سوال۔ ایک شخص نے کسی کی واجب الادا رقم روک لی دوسرے نے اپنے نام سے اُس سے
وصول کر کے حیلہ سے دے دی یعنی جس کی واجب الادا رقم تھی جو اصل قرضخواہ تھا اس کو دیدی اور
وصول کیئے ہوئے شخص کو کہدیا کہ تمہارے روپے ہم نے اُس کو دے دیئے اس نے جواب نہ دیا
تو یہ معتبر ہوا یا نہین۔

جواب۔ جائز و معتبر نہین یدل علیہ اشتراط رضا المحیل والمحتال علیہ والمحتال فی الحوالۃ۔
۲۷۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۵ھ

کتاب الودیعۃ

سوال۔ زید عمرو کے پاس وقتاً فوقتاً امانت رکھتا تھا اور بوقت ضرورت لیتا دیتا رہا گو یہ معاملہ
مدت تک رہا مگر جانبین نے کچھ لکھا لکھایا نہین ایک مرتبہ زید نے عمرو سے مبلغ ؎ جو اس کا امانت
تھا طلب کیا عمرو نے کہا کہ مجھے تو یاد ہے کہ صرف للعہ ہین زید نے زبانی یاد دلایا آخرش عمرو نے لاکر
پورے ؎ حوالہ کیئے اب زید نے دوبارہ عمرو کو صہ دیا کہ فلان ماہ مین فلان شئے خریدکر

ہمارے پاس روانہ کرنا عمرو نے نہ بھیجا اس وقت روپیہ لیکر وعدہ تو کیا جب زید بذریعہ تحریر متقاضی ہوا تو عمرو نے لکھا کہ میرے ذمہ تمہارا کچھ نہیں پھر تو اسکی حیص بیص ایک مدت تک رہی زید نے رفع دفع کی غرض سے یہ لکھا کہ تم یہ مبلغات خمسہ کسی مدرسہ یا یتیم خانہ میں دیدو باین نیت کہ یا اللہ اگر زید کا روپیہ ہے تو اُس کو ورنہ مجھکو ثواب ملے عمرو نے جھلا کے صرف زید کے نام روپیہ داخل کیا اور لکھا کہ تمنے جبراً دلوایا ہے تو ایسی مشتبہ صورت مین جب کہ زید کی تحریر کے خلاف روپیہ عمرو نے صدقہ کیا تو آیا زید کو مبلغ صہ، عمرو کو دینا چاہیئے یا نہین فقط

الجواب۔ جب اول بار مین زید کی یاددہانی پر عمرو نے ۵ روپیہ ادا کئے تو بدلالۃ حال اسکے وجوب کا اقرار کرلیا جو اُسپر حجت ہے اب دوبارہ جو زید نے عمرو کو صہ، دیئے وہ امانت ہین اُسکا رکھنا عمرو کو جائز نہ تھا اس لیئے یہ کہنا کہ جبراً دلوایا ہے غلط ہے اور یہ صدقہ زید کی طرف سے ہوگیا اور یہ صدقہ دینا خلاف تحریر زید نہین ہے زید کا اصل مقصود تو یہی تھا کہ میری طرف سے دیا جاوے دوسری بات محض رفع نزاع کے لئے کہدی تھی پس خلاف مقصود نہین ہوا اس لیئے یہ صہ، نہ زید سے عمرو لے سکتا ہے اور نہ عمرو سے زید۔ واللہ اعلم ۶۔ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

ف: نزع امانت نابالغ از دست خائن

سوال۔ اگر عم در مال ایتام برادر اعیانی خود خیانت می کند و مال اوشان بیفائدہ مصروف می سازد درین صورت مال ایتام مذکور برای محافظت و تصرف برآنان حوالہ شخص دیگر امین معتبر کردہ شود جائز است یانہ و نیز جد فاسد و مادر مے دارند اگر بایشان حوالہ کردہ شود درست است یانہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الحضانۃ ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک اھ ازین روایت ثابت شد کہ ہرگاہ پدر کہ علی الاطلاق ولایت می دارد بتبذیر و اتلاف ممنوع التصرف و مسلوب الولایت می شود پس تابعم چہ رسد و در امین تخصیص مادر نیست ہر کس کہ اہلیت امانت و حفاظت داشتہ باشد احق و مقدم تر است۔ واللہ اعلم ۱۵۔ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

ف: تصرف متولی در وقف چندہ خلاف رضائے اہل چندہ

سوال۔ ایک قصبہ مین جامع مسجد و عیدگاہ کی ترمیم کی وقتاً فوقتاً ضرورت واقع ہوئی اور بنظر آسانی ایک آمدنی دوامی کی حاجت محسوس ہوئی لہذا تمام باشندگان نے جمع ہوکر یہ صورت نکالی اور اس امر پر اتفاق کیا کہ تمام لوگ بوقت فروختگی مال بحساب فی روپیہ ایک چھدام دیا کرین تاکہ

رفتہ رفتہ رقم معتد بہ ہو جائے اور بوقت ضرورت خاص اُن ہی مسجدون مین کام آئے اور صرف کیجائے چنانچہ اسپر عملدرآمد شروع ہوا اور اہتمام و انتظام کے لیئے امام جامع مسجد کو متولی مقرر کیا اور یہ آمدنی ہمیشہ بطور امانت خریداران قصبہ کے پاس جمع ہوتی رہی اور بوقت ضرورت متولی نے خریداران سے وصول کرکے مصارف مخصوصہ و مقررہ شدہ مین صرف کیا اور اگر کبھی کسی خریدار نے علاوہ مصارف مقررہ کے اور مصرف یا کسی دوسری مسجد مین صرف کیا تو اہالیان قصبہ و متولی نے اُنسے دام دام وصول کیا اور ہمیشہ زمانہ دراز تک امور مذکورہ بالا پر عملدرآمد ہوتا رہا اب کچھ زمانہ سے چند خریداران جو محض بحیثیت امین اس رقم امانت پر قابض ہین دینے سے انکار کرتے ہین تو آیا اُن حضرات کو شرعاً رقم مذکور کو روک لینا اور علاوہ اُس مسجد کے جسکے لیئے تخصیص کی گئی جس مسجد اور کار خیر مین چاہین صرف کرسکتے ہین یا نہین اور متولی مساجد مخصوصہ کو استحقاق وصول کرنے رقم مسطور کا ہے یا نہین۔ بینوا بالکتاب۔

الجواب - جس شخص کے پاس یہ رقم جمع ہوئی ہے اُس مین اگر خود اُس شخص کی بھی کسیقدر رقم ہے تو اُس قدر مین اس امین کو اختیار ہے کہ جو چاہے تصرف کرے اور جسقدر دوسرون کی رقم ہے اُس مین اگر کوئی صاحب رقم اس امین کو اختیار و اجازت دوسرے تصرف کی دیدے اسیطرح اُسمین بھی اُس کو تصرف جائز ہے اور ان دونون رقمون مین متولی کو یا کسی اور کو کوئی حق مطالبہ و مزاحمت کا نہین ہے اور جسقدر دوسرون کی رقم ہے اور اُن اصحاب رقوم کی طرف سے اس امین کو تصرف کی اجازت بھی نہین ہے اُسمین کوئی تصرف جائز نہین بلکہ اُن اصحاب رقوم کو یا جس شخص کو وہ اختیار دے دین خواہ متولی ہو یا اور کوئی ہو وہ اختیار حاصل ہے اور اگر مجموعی رقم سے کچھ خرچ ہوچکا ہو اور اُس کے بعد یہ نزاع ہوا ہو تو احکام مذکورہ مفصلہ سابقہ ہر قسم کی رقوم مین حصہ رسد جاری ہون گے البتہ اگر کوئی رقم مختلط نہوئی ہو تو اُس جدا رکھی ہوئی رقم مین اُس کا حکم خاص مستقلاً جاری رہے گا یہ تو سوال مذکور کا جواب تھا اور ایک مستقل کلام سوال مذکور کے متعلق اسپر ہے کہ آیا ایسا قانون آمدنی کا مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز چونکہ اس کو پوچھا نہین گیا اس لئے جواب سے تعرض نہین کیا گیا لیکن چونکہ اکثر لوگون کو اس طرف التفات کم ہے اسلئے اس قدر اجمالاً تنبیہہ کردی گئی اور جن قواعد شرعیہ پر یہ تقریر مبنی ہے چونکہ وہ نہایت معروف ہین اسلیئے

نقل عبارات کتب کی حاجت نہین سمجھی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

تضمان موذع الموذع

سوال۔ ایک مسماۃ نے زید کو چمپاکلی وجگنو واسطے بنوانے کے دی چونکہ وہ معتکف تھا اُسنے عمرو کو دیدی اس کا بیان ہے کہ مین طاقچہ پر روبرو رکھکر پائجامہ پہننے لگا اور بھولکر چلا گیا اب مسماۃ زید سے دعوی کرسکتی ہے یا نہین اور زید عمرو سے دعوی کرسکتا ہے یا نہین۔

الجواب۔ صورت مذکورہ مین مسماۃ موکلہ حکم مودعہ اور زید وکیل حکم مودع اور عمرو وکیل الوکیل حکم مودع المودع مین ہے کما ہو ظاہر اور مودع المودع مثل مودع کے ہلاکت ودیعت سے ضامن نہین ہوتا استہلاک سے ہوتا ہے اور نسیان استہلاک ہے پس صورت مسئولہ مین عمرو ضامن ہے اب مسماۃ کو اختیار ہے خواہ زید سے دعویدار ہو اور وہ عمرو سے دعوی کرے اور خواہ ابتداءً عمر ہی سے دعوی کرے اور زید سے کچھ تعرض نہ کرے نہ زید عمرو سے کچھ مواخذہ کرے فرع ولو قال وضعتہا بین یدی وقمت ونسیتہا فضاعت یضمن شامی ج ۳ صنہ ۵۰ وہی امانۃ فلا تضمن بالہلاک مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا در مختار قولہ سواء امکن التحرز عنہ ام لا ولیس منہ النسیان کما لو قال وضعت عندی فنسیت وقمت بل یکون مفرطا بخلاف ما اذا قال ضاعت ولا ادری کیف ذہبت فان القول قولہ مع یمینہ ولا یضمن لانہ امین حموی بتصرف طحطاوی ج ۳ صنہ ۳۷۶ ولو استہلک الثانی الودیعۃ ضمن بالاتفاق ولصاحب الودیعۃ ان یضمن الاول ویرجع علی الثانی وان یضمن الثانی ولا یرجع طحطاوی ج ۳ صنہ ۳۸۲ واللہ اعلم ۹ شوال روز جمعہ ۱۳۰۲ھ

تلف ودیعت مع مال مودع بالفرز آن

سوال۔ زرو مال امانت خواہ کسی بالغ کا ہو یا نابالغ کا امین یا اُسکے ملازم یا عزیز و آشنا کے پاس سے جس کو امین نے معتمد سمجھکر رکھوا دیا ہو سرقہ یا تلف یا گم ہو جاوے یا لٹ جاوے اور امین کی جانب سے یا جسکے پاس امین نے رکھوا دیا تھا بد دیانتی وبے احتیاطی ظہور مین نہ آئی ہو تو وہ زرو مال امین وغیرہ پر ادا کرنا لازم ہوگا یا شرعًا اس تاوان سے وہ محفوظ رکھے جائینگے اور اگر امین کا زرو مال بھی شامل زرو مال امانت کے تلف ہوا ہے اور کچھ حصہ زر کا سرقہ واتلاف ولوٹ سے بچ رہا ہے اور دونون کے زر کی تعداد مساوی نہین کم وبیش ہے تو وہ دونون کس حساب سے بقیہ زر تقسیم کرینگے بحصہ رسد یا کیونکر۔ اور اگر ایک مکان وایک بکس وصندوق وغیرہ مین امین کا ذاتی روپیہ اور نیز زرِ امانت رکھا ہوا ہے مگر تھیلیان یا ظروف جن مین روپیہ ہے دونون کے جدی جدی ہین اور اتفاقیہ بلا ظہور بد دیانتی امین کے زرِ امانت چوری ہو گیا اور امین کا ذاتی روپیہ بچ رہا تو امین زرِ امانت کا دیندار

ہوگا یا نہیں۔

الجواب ۔ اگر امانت جدا رکھی ہے اور باوجود نگہداشت کے تلف ہوگئی امین ضامن نہوگا اور اگر شامل رکھی ہے سو اگر ایسی چیز کے ساتھ شامل ہے کہ جدا ہو سکتی ہے تو بھی امین ضامن نہیں۔ اور اگر ایسی چیز کے ساتھ مخلوط ہے کہ تمیز دشوار ہے سو اگر بدون شامل کیئے ہوئے شامل ہوگئی تب دونوں شریک ہیں تلف شدہ وباقی ماندہ دونوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا اور اگر دانستہ شامل کی ہے تو اگر مالک کی اجازت سے کی ہے تب بھی دونوں مثل سابق کے شریک ہیں اور متلف اور باقی دونوں کا حصہ رسد ہے اور اگر بلا اجازت خلط کر دیا ہے محض خلط سے ضامن ہو جائے گا جو کچھ تلف ہوگا امین کا ہوگا اور اس کی امانت کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا وکذا لو خلطہا المودع بمالہ بغیر اذن بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبیٰ ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط (قولہ لا تتمیز فلو کان یمکن الوصول الیہ علی وجہ التیسیر کخلط الجوز باللوز والدراہم السود بالبیض فانہ لا ینقطع حق المالک اجماعا شامی) وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ ۱۲ قولہ بغیر صنعہ فان ہلک ہلک من مالہما جمیعا ویقسم الباقی بینہما علی قدر ما کان لکل واحد منہما کالمال المشترک بحر شامی) اور اگر امانت جاتی رہی اور امین کی ذاتی چیز بچ گئی باوجود حفظ کے ضامن نہیں وہی امانۃ فلا تضمن بالہلاک مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ہلک معہا شیء ام لا ۱۲ واللہ اعلم

کتاب العاریۃ

سوال ۔ خسر یا خوشدامن نے بہو سے کچھ ظروف مسی وچینی استعمال کیواسطے لیئے اور تصریح ہبہ یا عاریت کی نہیں ہوئی وہ لوگ اُن کو استعمال کرتے رہے پھر وہ بہو مر گئی اور شوہر اور والدین اور اطفال خردسال بعض ہشیار بعض محض لایعقل وارث چھوڑے اور ان میں سے بعض ظروف قبل موت وبعد موت مرحومہ شکستہ بھی ہوگئے اب تین امر دریافت طلب ہیں اوّل تو یہ کہ یہ ہبہ کہا جاوے گا یا عاریت دوسرے یہ کہ بر تقدیر عاریت ہونے کے اب بعد موت مالک بھی خواہ باذن ورثہ یا بحکم اذن سابق مورثہ استعمال ظروف جائز ہے یا نہیں تیسرے یہ کہ ظروف شکستہ کا ضمان بھی لازم ہے یا نہیں۔

الجواب - صورت مذکورہ ہرگاہ متردد ہے درمیان ہبہ وعاریت کے اور ہبہ کا کوئی قرینۂ قوی موجود نہین ضرورۃً عاریت پر محمول ہوگی کیونکہ وہ ادنیٰ متیقن ہے جیسا وقت تعارض ہبہ وودیعت کے ودیعۃ پر حمل کیا جاتا ہے لان الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنے وہو متیقن درمختار مع الشامی ج ۴ صـ۴۹۳ - جب عاریت ہونا ثابت ہوگیا تو عاریت موت معیر یا مستعیر سے باطل ہوجاتی ہے اذا مات المعیر او المستعیر تبطل الاعارۃ خانیہ ۱۲ شامی ج ۴ صـ۵۰۷ پس ورثہ سے دوبارہ عاریت لینا ضرور ہوا ان مین سے شوہر اور والدین بنفس خود وطفل عاقل باذن پدر مختار عاریت دینے کے ہین قولہ (فی حکم العبد الماذون) یملک الاعارۃ وکذا الصبی الماذون شامی ج ۴ صـ۵۰۶ پس ان کی اجازت تو ممکن ہے البتہ طفل غیر ممیز نہ تو خود اجازۃ کا مجاز- نہ باپ کو اُسکے مال کا عاریت دینا جائز ولیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی درمختار مع الشامی ج ۴ صـ۵۰۶ - اور بوجہ مشترک ہونے کے بدون تقسیم اپنے حصہ کے مقدار مین بھی کسی کی اجازۃ صحیح نہین پس قبل از تقسیم رد کرنا اس کا واجب ہے اور جو ظروف بعد موت معیرہ شکستہ ہوئے اُن کا ضمان تو قطعاً آویگا کیونکہ بعد بطلان استعارہ کے اس کا حکم مثل غصب کے ہوا کہ تلف سے ضمان واجب ہے اور قبل موت حالت بقاء اعارہ مین جو تعدی اور غفلت سے ضائع ہوا اس کا ضمان لازم ہے ورنہ نہین ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد درمختار مع الشامی کتاب العاریۃ ج ۳ صـ۵۰۳ واللہ اعلم یکم رمضان روز شنبہ ۱۳۰۳ھ

کتاب الاجارۃ

(۱) اجرت بر طاعات

سوال - مذہب قدما مین عبادات پر اجرت لینا دینا حرام ہے - ان حضرات کی دلیل کیا ہے متاخرین نے کن کن عبادات پر اجرت جائز فرمائی ہے اور مصلحۃ مجوزہ کیا تھی اور وہ مصلحۃ مجوزہ شاملہ ہے یا غیر شاملہ اگر شاملہ ہے تو اختصاص بعض دون البعض کیون اور اگر غیر شاملہ ہے تو وہ کونسی ہے یہان زیارۃ قبور وصلوٰۃ جنازہ وتہلیل خوانی وقرآن خوانی بر قبور فاتحہ فرح فتوی نویسی فرائض نویسی دستخط بر فتوی فرائض شہادت وعقد وغیرہا عبادات پر اجرت لیتے ہین اور اجرت لینا دینا مشہور ہے اس طرح پر اگر کسی جانب سے اجرت کا ذکر بھی نہو تاہم اجرت دیتے ہین - اگر نہ دین تو خفا ہوتے ہین کیسا ہے -

ہین کیسا ہے۔

الجواب۔ اصل مذہب یہ ہی کہ کسی طاعت مقصودہ پر اجرت لینا جائز نہین مگر جن طاعت مین دوام یا پابندی کی ضرورت ہے۔ اور وہ شعار دین مین سے ہے کہ ان کے بند ہونے سے اخلال دین لازم آویگا اور ویسے کسی کو مہلت نہین ایسے امور کو اس کلیہ سے مستثنے کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ زیارۃ قبور و تہلیل خوانی قرآن خوانی بر قبور فاتحہ کے متروک ہونے سے نظم دین مین کوئی خلل لازم نہین آتا اس لیئے یہ اس کلیہ سے مستثنے نہین ہو سکتا علی ہذا القیاس گواہی نہ دینے سے دین مین بے رونقی نہین ہوتی خود کاتم گنہگار ہو گا دستخط مین کوئی مشقت نہین نہ شعار دین سے ہی ذبح وعقد و فرائض نویسی مین البتہ باین وجہ کہ عبادت مقصودہ مین سے نہین گنجایش معلوم ہوتی ہے۔ منصف طالب کے لیئے اتنا کافی ہے مگر علماء مجادلین کے لیئے بار شتر سے بھی سکوت و قبول کی امید نہین اس لیئے اس پر بس کیا گیا۔ فقط واللہ اعلم۔ اشرف علی عفی عنہ

تحقیق مسئلہ متفسرہ کھجور

یہ معاملہ کہ نصف تاڑی ٹھیکہ دار لیوے اور نصف مالک کو دیدے خود معاملہ باطل ہے خواہ وہ تاڑی یا اُس کا گُڑ حلال ہو یا حرام وجہ یہ کہ یہ معاملہ بیع ہے یا اجارہ۔ اگر بیع ہے تو اول تو مجہول ثانیاً موضع غرر مین مثل لبن فی الضرع ثالثاً چونکہ دونون بدل ایک شخص کی ملک ہین اسلیئے یہ بیع بیع الشئ بملک نفسہ ہی وہو باطل کیونکہ بیع کی ماہیت مقتضی اس کی ہے کہ ایک بدل ملک بایع مین ہو اور دوسرا ملک مشتری مین اور اگر اجارہ ہے جیسا کہ ظاہر یہی ہے سو یہ داخل قفیز الطحان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس اجرت کی تحصیل عامل کے عمل پر موقوف ہو اس کا اجرت مقرر کرنا بمقابلہ عمل اس عامل کے حرام ہے اور یہان ایسا ہی ہے کیونکہ تحصیل اجرت یعنی نصف تاڑی کا موقوف اوپر استخراج اُس شخص کے ہی اور یہ بھی مانع ہے ثانیاً اجرت کا معلوم ہونا واجب ہے اور یہان مجہول المقدار ہے غرض یہ معاملہ کسی عقد صحیح مین داخل نہین اسلیئے باطل ہے۔ اب رہی تحقیق حلت وحرمت اُسکی اور اُسکے گڑ کی سو یہ امر تو ظاہر ہے کہ قبل سکر وہ حلال ہے اور بعد سکر حرام و نجس اور انقلاب ماہیت و زوال سکر

سبب حلت پس اگر گڑ پکا کر بنایا جاوے۔ بدون اسکے کہ اُس مین کوئی شئے مخلوط ہو جیسے نیشکر کا بنتا ہے وہ حلال ہو جاوے گا اور حکم اُس کا مثل مثلث کے ہے اور اگر کسی چیز نجس کو مخلوط کر کے بناتے ہون سو چونکہ غلط بالنجس موجب نجاست ہے وہ مرکب نجس و حرام رہے گا اور اس صورت مین قلب ماہیت مفید نہین جیسے دقیق معجون بالخمر حرام ہے خواہ اُسکی روٹی مسکر نہو بوجہ تنجس کے فکذا ھذا فتامل۔ حاصل یہ کہ اگر گڑ حلال بھی ہو تب بھی یہ عقد باطل و حرام ہے اور وجہ حرمت کی منحصر سکر مین نہین جو رفع اس کا مستلزم رفع حرمت کو ہو بلکہ وجوہ حرمت متعدد ہین اور یہان وہ حرمت موجود ہے کما مر سابقا فقط

سوال۔ آج کل اجارہ فاسد بہ کثرت رائج ہین مثلاً مطابع مین تصحیح و کتابت وغیرہ کا ایک خاص دستور ہے اُسکے موافق اجرت ملجاتی ہے اور کچھ طے نہین ہوتا بلکہ بعض اوقات اجیر کو بوجہ ناواقفیت کچھ بھی معلوم نہین ہوتا اس خیال پر کہ جو کچھ دیدین گے لے لون گا کام کیا کرتا ہے اسکے علاوہ اور اجارات رائجہ زمان۔ ان کے متعلق دریافت طلب یہ ہے کہ اجارہ فاسدہ کا اثر صرف دنیوی ہے یعنے اجر مثل کا ملنا اور درصورۃ اجر مسمی کا نہ ملنا یا کچھ اخروی اثر بھی ہے یعنی استحقاق عقوبت و گناہ و خبث اجرت وغیرہ۔

تحقیق تعصیب اجورا جارہ فاسدہ

الجواب۔ تصریحاً نظر سے نہین گذرا مگر غالباً معصیت سے خالی نہین لارتکاب المنہی عنہ اور اجرت مین خبث نہین آتا للمشروعیۃ باصلہ وان کان غیر مشروع بوصفہ واللہ اعلم۔ ۱۰۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

تحقیق اجرۃ زانیہ

سوال۔ شامی۔ صـ۲۸ جلد خامس مین ہے۔ وفی غرر الافکار عن المحیط ما اخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند ابی حنیفۃ لان اجر المثل فی الاجارۃ الفاسدۃ طیب وان کان الکسب حراما وحرام عندہما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا لانہا اخذتہ بغیر حق اھ تعجب ہے زانیہ جو روپیہ بعد اجارہ کسب کرے وہ طیب ہو حالانکہ صریح لفظ حدیث مہر البغی حرام کہہ رہا ہے اس سے بڑھکر اور یہ بات ہے کہ درمختار صـ۳۴ و نیز دیگر متون و شروح مین ہے لاتصح الاجارۃ لعسب التیس ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی الخ علامہ شامی اسی کے قریب نقل کرتے ہین وفی المنتقی امرأۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او زمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا یتصدق بہ وان من غیر شرط فہو لہا قال الامام الاستاذ لا یطیب والمعروف کالمشروط اہ قلت وہذا مما یتعین الاخذ بہ فی زماننا لعلمہم انہم

لانہ یہون الاباجر التبۃ اھ زمارہ وغیرہ کا مال تو طیب نہو اور زنا کا کسب طیب ہو اس مین کیا توجیہ ہو سکتی ہے کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے اور روایت مذکورہ کو دیکھکر بڑی حیرت ہے ادھر تو اتنی سختی اور اُدھر اتنی مساہلت کہ حلال طیب اور مخالفت حدیث مزید بران حضور اس مسئلہ کے متعلق شافی جواب اور قول فیصل تحریر فرمادین کہ تسکین ہو۔

الجواب ۔ حلت ما اخذتہ الزانیۃ کی علت فساد اجارہ کو ٹھیرایا ہے اور ظاہر ہے کہ فاسد کہتے ہین مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ کو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زنا فعل محرم ہے اس کا اجارہ بوجہ حرمت معقود علیہ کے مشروع باصلہ نہین ہو سکتا پس یہ یقینی دلیل ہے اسپر کہ مراد اس سے وہ صورۃ ہے کہ اجارہ ہوا ہے فعل مباح پر مثل خبز وطبخ وغیرہما اور اُس مین یہ شرط ٹھیرائی کہ تجھسے زنا بھی کیا کرینگے چونکہ یہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ یعنے لبشرطہ ہے یہ اجارہ فاسد ہو گا اس صورۃ مین جو اجرۃ ملے گی وہ حلال ہے صاحبین یا تو خبث طریق کو خبث مال مین موثر سمجھتے ہون گے انھون نے شرط کو شطر قرار دیا ہے اور امام صاحب نے تصحیح عقد کے واسطے اُس کو شرط کہا ہے کہ عاقل بالغ کے تصرف کو مہما امکن صحیح کرنا اولیٰ ہے اسوجہ سے اختلاف ہو گیا اور بغیر عقد مین وہی عقد مباح مراد ہے یعنے اگر عقد مباح ہوا ہی نہین صرف زنا ہوتا رہا تو جو ماخوذ ہو گا وہ ماخوذ بالزنا ہو گا اسلیئے وہ حرام ہے اگرچہ زنا کو معقود علیہ بھی نہ ٹھیرایا ہو لان المعروف کالمشروط اور حاشا وکلا کہ خود زنا کو معقود علیہ بنا کر کوئی مسلمان اس کو اجارہ فاسدہ اور اس کی آمدنی کو طیب کہے یقینا وہ اجارہ باطلہ اور آمدنی اُسکی حرام وخبیث ہے اور امام صاحبؒ کی تو بڑی شان ہے فقط واللہ اعلم ۲۴ جمادی الاولےٰ ۱۳۲۱ھ

مستفتی کا اس جواب پر شبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ تاویل مسئلہ بہت خوب ہے مگر ذرا یہ شبہ ہے بحر الرائق جلد ہشتم صـ۲۲ مین ہے وفی المحیط ومھر البغی فی الحدیث ھو ان یواجر امتہ علی الزنا وما اخذہ من المھر فھو حرام عندھما وعند الامام ان اخذہ بغیر عقد بان زنی بامۃ ثم اعطاھا شیئا فھو حرام لانہ اخذتہ بغیر حق وان استاجرھا لیزنی بھا ثم اعطاھا مھرھا او ما شرط لھا لا باس باخذہ لانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ وان کان السبب حراما اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص زنا کے لیئے اگر اجارہ واقع ہو تو اُس مین اجر طیب ہے یہ بہت صاف ہے

جیسا ارشاد ہو۔

الجواب - سرسری نظر مین واقعی شبہ قوی ہے مگر ذرا غور کیا جاوے تو خود تعلیل حکم کی لانہ فی اجارۃ فاسدۃ اسکی توجیہ بتلا رہی ہے اس لیئے کہ یہ دونون مقدمے اجماعاً مسلم ہین کہ (۱) زنا حرام لعینہ ہے اور (۲) جو معقود علیہ حرام لعینہ ہو وہ اجارہ باطلہ ہے نہ فاسدہ پس جب اجارہ کو فاسد کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معقود علیہ زنا کو نہین ٹھیرایا پس لامحالہ لیزنی بہا کو زنا کے معقود علیہ بنانے پر محمول کرنا صحیح نہوگا ورنہ کلام کا اوّل و آخر باہم متعارض ہونگے جو ادنے عاقل کے کلام مین بھی محتمل نہین نہ کہ افاضل و اکابر فقہا کے کلام مین ایسا واقع ہو بلکہ یہ لام غائت و غرض کا ہے اور غرض کا غرض ہونا تصریح غرضیت پر موقوف نہین ہوتا بلکہ تعلق قصد کافی ہے مثلاً اسلمت لادخل الجنۃ کی صحت مین یہ ضرور نہین کہ اسلام کے وقت اس کا اشتراط بھی زبان سے کرے بلکہ محض قصد مراد ہے پس معنی اس کلام کے یہ ہونگے کہ استیجار ہوا ہے مطلقاً جیسے اجیر خاص ہوتا ہے کہ تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے حتے کہ اگر آقا کوئی کام نہ لے مگر اجیر کی جانب سے تسلیم نفس پایا جاوے تو اُجرت واجب ہوجاتی ہے پس اسی طرح کسی نے امۃ کو مثلاً اجیر خاص کے طور پر نوکر رکھا اور غرض و مقصود دل مین یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کرینگے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہوگا اور چونکہ یہ قرائن مقامیہ یا مقالیہ اس اجارہ مین یہ شرط بھی معلوم ہے اور المعروف کالمشروط قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحۃً معقود علیہ تسلیم نفس ہو اور اُس مین ایسی شرط ہو تو بوجہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہان بھی ہوگا بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لین تب بھی یہ توجیہ مذکور رافع اشکال ہے یعنے معقود علیہ مطلق تسلیم نفس کو کہا جاوے اور اُس مین اس غرض کی بھی تصریح کردی تب بھی حسب تقریر مذکور یہ اجارہ فاسدہ ہوگا ہان اگر خاص معقود علیہ اسی فعل خبیث کو بنا دے تو مال کے حرام ہونے مین کوئی شبہ نہین۔ رہا یہ کہ بغیر عقد کے کیون حرام ہے تو وجہ اُس کی یہ ہے کہ المعروف کالمشروط جب اُسنے کچھ عقد نہین کیا اور پھر دیا تو دلالۃ حال سے ظاہر ہے کہ اُسی کے مقابلہ مین ہے بخلاف عقد مباح کے کہ تخصیص علی المباح پر دلالت اعطاء علی الحرام کو ترجیح نہین ہوسکتی لان الدلالۃ لایفوق الصریح۔ اور اگر یہ توجیہ خلاف ظاہر معلوم ہو تب بھی بوجہ حدیث و قواعد مسلمہ فقہیہ اس کا ارتکاب لازم ہے۔ ورنہ ہم کو ایک عبارت کا بمقابلہ حدیث و قواعد صحیحہ فقہیہ رد کردینا

سہل ہو گا و السلام۔ یکم جمادی الاخرے ۱۳۲۱ھ

السر المکنون

وفی المقام سر دقیق عمیق ہو مبنی لقول الامام رح لسمح بذکرہ للخواص ولا ناذن لہم باذاعتہ للعوام اومن کان مثلہم وانہ یقتضی سبق مقدمات الاولیٰ فی الفتح وذکرانہ فی الخلافیات للبیہقی عن علی وہو فی مسند ابی حنیفۃ رح عن مقسم عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات وفیہ ایضا فی اجماع فقہا بالامصار علی ان الحدود تدرء بالشبہات کفایۃ الثانیۃ ان الشبہۃ کما فی الہدایۃ حقیقتہا مایشبہ الثابت لانفس الثابت الثالثۃ ان الاجارۃ کما قال الفقہاء عقد ترد علی ملک المنافع الرابعۃ فی سنن الترمذی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فان دخل بہا فلہا المہر بما استحل من فرجہا دل الحدیث علی ان وجوب المہر لاینافی لبطلان العقد اذا وجد شبہۃ ومن ثم قال علماؤنا ان الوطی فی دار الاسلام لایخلو عن حد اومہر الخامسۃ ان ما وجب اعطاؤہ لاحد لایکون حراما علیہ والالزم کون اعطاء الحرام واجبا وہو باطل کیف واعطاء الحرام لیس لجائز فضلا عن ان یکون واجبا اذا تمہدت تلک المقدمات فاعلم ان من استاجر امرأۃ لیزنی بہا وجد ہہنا صورۃ الاجارۃ وان لم توجد حقیقتہا لکون المعقود علیہ حراما لعینہ کما فی نکاح المحارم وجد صورۃ النکاح وان لم یوجد حقیقتہا فتحقق شبہۃ الاجارۃ وترتب علیہا شبہۃ ملک المنافع بالمقدمۃ الثانیۃ والثالثۃ فاندرء الحد بالمقدمۃ الاولی فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولا یکون ہذا العقر خبیثا للمرأۃ وکذا من اعطتہ للمقدمۃ الخامسۃ فالحکم بکونہ حلالا لیس من حیث کونہ اجرۃ بل من حیث کونہ عقرا یجب اداؤہ علی العاقد والعقر وان فسر علی بعض الاقوال بمہر المثل لکن مہر المثل فی العقد الفاسد علی ما فی الہدایۃ لایزاد علی المسمی عندنا خلافا لزفر رح فلذا لم یجب فی الاستیجار الا ما سمیاہ ومن ثم عبروا عنہ بقولہم ما اخذتہ اوالمہر او ما شرط لہا ولم یسموہ اجرۃ ہذا اذا عقد الاجارۃ اما اذا لم یستاجر یجب العقر فلا یکون الماخوذ حلالا لکون الحل مبنیا علی العقریۃ فلما انتفی المبنی انتفی المبنی فبقی بدلا محضا عن الزناء اما الحدیث الحاکم بکونہ خبیثا فجوابہ انہ لما ثبت کونہ مبنیا الیف علی الحدیث الآمر بدرء الحدود بالشبہات وجب الجمع بین الحدیثین لحمل حرمۃ مہر البغی علی ما اذا لم یوجد التعقد ولا یبعد مثل ہذا التخصیص اذا اضطر الی الجمع بین الاحادیث کما لایخفی علی ذوی العلم ولما لم یعتبرہ الصاحبان شبہۃ اوجبا فیہ الحد فلم یوجبا العقد فیکون الحکم فی العقد وغیرہ عندہما سواء کما اعتبر الامام رح نکاح المحارم شبہۃ فی سقوط الحد

ولم یعتبراہ ویؤید ہذا کلہ ما فی الفتح ومن شبہۃ العقد ما اذا استاجر ہا لیزنی بہا ففعل لا حد علیہ ویعزر وقالا ہما والشافعی ومالک واحمد یحد لان عقد الاجارۃ لا یستباح بہ البضع فصار کما لو استاجرہا للطبخ ونحوہ من الاعمال ثم زنی بہا فانہ یحد اتفاقاً ولہ ان المستوفی بالزنا المنفعۃ وہی المعقود علیہ فی الاجارۃ لکنہ فی حکم العین فبالنظر الی الحقیقۃ یکون محلاً لعقد الاجارۃ فاورث شبہۃ بخلاف الاستیجار للطبخ ونحوہ لان العقد لم یضف الی المستوفی بالوطی والعقد المضاف الی محل یورث الشبہۃ فیہ لا فی محل اخر وفی الکافی لو قال امہرتک کذا لازنی بک لم یجب الحد وہکذا لو قال استاجرتک او خذی ہذہ الدراہم لاطأک والحق فی ہذا کلہ وجوب الحد اذ المذکور معنے یعارضہ کتاب اللہ الزانیۃ والزانی فاجلدوا فالمعنے الذی یفید ان فعل الزنا مع قولہ ازنی بک لا یحد معہ للفظۃ المہر معارض لہ اھ وقد بان لک بقول الفتح والحق الخ ان القول بعدم وجوب الحد مجروح فکذا القول بکون المال حلالا الذی کان بناءً علیہ۔ وبالجملۃ لا یسع الاخذ بکون المال حلالا لکن لا مساغ للطعن علی الامامؒ لانہ قال ما قال بالحدیث لا بالرای وقد تاید ما قال بحدیث الترمذی المذکور فیما قبل حیث حکم بالبطلان و اوجب المہر وہو مسقط للحد بالاتفاق ہذا واللہ اعلم بالصواب فی کل باب غرۃ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

سوال - اکثر مدارس اسلامیہ مین مدرسین کے لیئے ایک ماہ کی رعایتی رخصت کا قانون ہی جس ماہ مین تعلیم نہین ہوئی کس طرح وہ تنخواہ کے مستحق ہوسکتے ہین مہتمم یا اہل شوریٰ ایسے قواعد مقرر کرسکتے ہین یا نہین۔

الجواب - مہتمم واہل شوری وکیل ہین اہل چندہ کے پس اگر بتصریح یا بقرائن اس قانون پر اہل چندہ کو اطلاع اور انکی رضا ثابت ہو تو چندہ سے تنخواہ دینا جائز ہے ورنہ ناجائز اگر رضا نہو اور شرط ہو تو جسنے مدرس کو نوکر رکھا ہے وہ اپنے پاس سے دے ۱۵۔ شعبان ۱۳۲۱ ہجری

سوال - مدرسہ کے وقت مین مدرس کو کوئی اپنا کام پیش آیا اور اُس نے اپنا کام کیا اور خارج از وقت مدرسہ اُسنے اُسکے عوض تعلیم دی تو اس صورۃ مین وہ مستحق کل تنخواہ کا ہوسکتا ہے یا نہین۔

الجواب - مدرسی عقد اجارہ ہے اگر باہم معاہدہ اجارہ کیوقت وقت کی تخصیص بھی ہوئی ہے کہ فلان وقت مین کام کرنا ہوگا تو دوسرے وقت کام کرنے سے مستحق اجر کا نہین ہے اور اگر صرف مقدار معین ہوئی ہے اور تخصیص نہین ہوئی تو مستحق اجر ہے فقط ۱۵ ار شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال - مدرس مدرسہ مین آیا طلبہ بیمار ہین یا بوجہ قلت اسباق تمام وقت مقررہ مدرسہ تعلیم مین

ف تحقیق استحقاق اجرۃ زمانہ رخصت رعایتی مدرسین
ف حکم کار خود کردن در وقت ملازمت - ف تحقیق استحقاق اجرت وقت غیر حاضری یا کمی طلبہ

مشغول نہین تو اس صورت مین کل تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین۔

الجواب ۔ یہ اجیر خاص ہے تسلیم نفس سے استحقاق اجر کا ہو جاوے گا پس اگر یہ اُس وقت مین حاضر رہا تو مستحق ہے ورنہ نہین ۱۵۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ مدرس بیمار ہو گیا ایام مرض کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین اگر ہے اور اُسنے نہین لی تو لے سکتا ہے یا نہین۔

جواب ۔ اگر قالاً یا حالاً اہل چندہ کی رضا سمجھی جاوے تو یہ شرط ٹھیرانا درست ہی کہ ایام مرض کی تنخواہ دی جاویگی ورنہ درست نہین پھر اگر شرط نہ ٹھیری تھی تب تو استحقاق نہین ہے اور اگر شرط ٹھیر گئی تھی تو وہ مستحق ہے پھر اگر اہل چندہ کی رضا معلوم ہو تو چندہ سے دینا درست ہے ورنہ جس نے مدرس کو رکھا ہے وہ اپنے گھر سے دے جیسا سوال ۱ کے جواب مین مذکور ہوا۔ ۱۵۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ مہتمم نے ایک ساعی چندہ کے لئے مقرر کیا اور اسکی تنخواہ مقرر کی اس کی سعی سے چندہ مقرر ہوا اب وہ سعی جیسا کہ پہلے کیا کرتا تھا کہ سفر یا شہر مین جدید چندے مقرر کرائے۔ نہین کرتا بلکہ محرر وغیرہ کی نگرانی وغیرہ کرتے ہین اور جسوقت نگرانی کرتے ہین اُسوقت کی تنخواہ تعلیم وغیرہ کی ہی وہ لیتے ہین پس اس صورۃ مین وہ سعی چندہ کی تنخواہ کے مستحق ہو سکتے ہین یا نہین۔

الجواب ۔ جب عمل نہین استحقاق اجرت نہین جیسا ظاہر ہے ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ سعی چندہ کے لیے ماہوار مقرر ہے تمام سال مین ایک یا دو ماہ سعی کی جن مہینون مین سعی کی انکی تنخواہ کے مستحق ہونگے یا تمام سال کے۔

جواب ۔ صرف ان ایام کے جیسا ظاہر ہے فقط ۱۵۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ اواخر شعبان و اوائل شوال و تمام ماہ رمضان و دیگر ایام عید الضحے وغیرہ مین تعطیل ہوتی ہے ان ایام کی تنخواہ کا مدرس مستحق ہے یا نہین۔

جواب ۔ برضاء اہل چندہ چندہ سے دے سکتے ہین ورنہ عدم اشتراط مین استحقاق نہین اور اشتراط مین بذمہ موجر واجب ہے جیسا کہ ۱ و ۴ مین مذکور ہوا فقط ۱۵۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ طلبہ کو بوجہ سرزنش کسی روز سبق نہین پڑھایا اُس روز کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین۔

جواب ۔ اس کا حکم بھی ۱ و ۴ و ۷ سے مفہوم ہو گیا۔ واللہ اعلم ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

(تحقیق اداء زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر و جواب شبہ بر آن)

سوال ۔ صفحہ ۲۵ فتاوی اشرفیہ حصہ دوم مین مسئلہ منی آڈر کے متعلق قصور فہم سے کچھ خلجان ہے اس لئے کہ تسلیط کو تملیک کہا گیا اگر اسی مسئلہ مین براہ راست کسی فقیر کو منی آڈر نہ کیا جاوے بلکہ کسی غنی کے ذریعہ سے تو لا محالہ یہ تسلیط تملیک نہین بلکہ توکیل بالقبض ہے پھر اقتران نیت بوقت منی آڈر کرنے کے مفقود ہے و نیز فقہاء قاطبۃ تسلیط کو توکیل بالقبض کہتے ہین کہ جسکے بعد مسلط اصیل فی القبض لنفسہ ہوتا ہے چنانچہ شامی قولہ علی قبضہ پر سائحانی سے نقل کرتے ہین و ح یصیر وکیلا فی القبض عن الآمر ثم اصیلا فی القبض لنفسہ الخ اور جس عبارت کو صاحب درمختار نے الا اذا سلطہ سے تعبیر کیا ہے ہدایہ صفحہ ۱۷۰ کتاب الوکالۃ بالبیع والشراء من تملیک الدین من غیر من علیہ الدین من غیر ان یوکلہ بقبضہ و ذلک لا یجوز الی قولہ بخلاف ما اذا عین البائع لانہ یصیر وکیلا عنہ فی القبض ثم یتملکہ الخ سے تعبیر کیا ہے جس سے تسلیط اور توکیل کا متحد ہونا ثابت ہے اور صاحب درمختار نے بھی کتاب الوکالۃ بالبیع والشراء مین مسئلہ مذکورہ کو و جعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ الخ سے ذکر کیا ہے اور اگر تسلیط سے ما نحن فیہ من تملیک مراد لیا بھی جاوے تو معنی الا اذا اسلطہ علی قبضہ کا الا اذا ملکہ علی قبضہ ہوا اور تملیک علی القبض توکیل علی القبض ہے نہ تملیک العین پس اقتران بوقت تملیک کیونکر متحقق ہوا۔

جواب ۔ تسلیط و کیل کا اتحاد اسوقت مضر ہوتا کہ یہان صرف تسلیط ہوتی اور جبکہ یہان تملیک بھی ہے کما ہو مذکور صریحا فی قولہ تملیک الدین الخ اور اُسکی شرط مین کہا ہے اذا سلطہ الخ تو تملیک مع التوکیل بالقبض متحقق ہوگئی اور تملیک کے وقت نیت مقارن ہے پس محل تردد نہین ہے چنانچہ بعد عبارت سائحانی منقولہ فی السوال مصرح ہے و اذا نوی فی ذلک التصدق بالزکاۃ اجزاہ کما فی الاشباہ اس تقریر سے محذور اخیر جو مبنی ہے تسلیط و تملیک کے اتحاد پر نیز دفع ہو گیا کیونکہ اتحاد کا دعوی نہین کیا گیا اور اگر اس جملہ سے ایہام ہو کہ "خود تسلیط تملیک ہے" تو اُس سے اصل مقصود یہ دعوی کرنا ہے کہ تملیک وقت قبض تک مؤخر نہین بلکہ بالفعل ہے البتہ تعبیر مین تسامح ہے مقصود تسلیط و تملیک کی مقارنت کا دعوی ہے فافہم البتہ غیر فقیر کی معرفت بھیجنے مین یہ تقریر جاری نہو گی جس سے اصل سائل نے بھی سوال نہین کیا جیسا اُسکی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے گو مدارس کا ذکر قرینہ عموم تھا مگر اس کی طرف التفات نہوا تھا بہر حال اس صورت

مین وکیل کی نیت کو شرط کہا جاویگا واقعی اصل جواب مین اسکی تصریح ہونا مناسب بلکہ ضروری تھا

واللہ اعلم ۲۵ - ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

جواز اخذ اجرت از رعایا فی زمین زائد از تعیین سرکاری

سوال - کاشتکار سے سرکاری معینہ رقم سے زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہین -

الجواب - اس سوال کے معنی جو مین سمجہا ہون وہ یہ ہین کہ زمیندار یعنی مالک زمین کو سرکار نے کسی قانون سے یہ حکم کر دیا ہے کہ تم اپنی زمین کے کاشتکار سے اسقدر مقدار سے زیادہ لگان نہ لے سکتے ہو اگر یہی معنے ہین تو جواب یہ ہے کہ اجرت ٹھیرانے کا استحقاق مالک کے ہوتے ہوئے غیر مالک کو نہین ہے اس لئے یہ حکم شرعًا غیر معتبر ہے اور زمیندار کو بلاشبہ یہ حق حاصل ہے کہ کاشتکار کو مجبور کرے کہ ہم کو اسقدر لگان دینا ہوگا ورنہ ہم تم کو کاشت کی اجازت نہین دیتے اگر اسکے بعد وہ بڑھاوے گا تو زمیندار کے لیئے حلال طیب ہے اور اگر اس نے نہ بڑھایا تو ایسی زمین کی کاشت سے وہ گنہگار ہوگا اور اگر سوال کا کچھ اور مطلب ہے تو اس کی توضیح کے بعد جواب ممکن ہے -

۴ - جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

تحقیق بعض احکام دلالی

سوال - (۱) دلال اجیر مشترک ہے یا خاص (۲) بیع وشراء مین دلالی کا اجورہ کس قسم کا جائز ہے (۳) نیل اور چینی اور کپڑے کے تجار مال آڑہت والے کے پاس بھیجدیتے ہین آڑہت والا مال حفاظت سے اپنے مکان مین رکھتا ہے جب خریدار آجاتا ہے اسکو فروخت کر کے ۱؎ یا ۲؎ فیصدی رقم آڑہت کی جو مقرر ہے لے لیتا ہے آیا اس قسم کی اجرت درست ہوسکتی ہے (۴) کپڑے کی آڑہت والے کے پاس خریدار فرمایش لکھکر بھیجدیتے ہین آڑہت والا فرمایش کے مطابق کپڑا خرید کر بھیجدیتا ہے اور حق آڑہت کا ۱؎ فیصدی جو مقرر ہے لے لیتا ہے آیا یہ درست ہے (۵) بعض جگہ دلالون کی دلالی فی روپیہ ایک پیسہ مقرر ہے یعنی جتنے روپیہ کا کپڑا فروخت کردین فی روپیہ ایک پیسہ دلالی لے لیتے ہین ایسی دلالی جائز ہے یا نہین (۶) چینی کے دلال ہر بیل مین ۲؎ دلالی پاتے ہین یہ درست ہے یا نہین (۷) بعض جگہہ یہ رسم ہے کہ وہان کی قوم متفق ہوکر بعض شخص کو دلال مقرر کرتے ہین اور انکے خیال مین وہ خاندانی دلال متصور ہوتا ہے اور جتنی اولاد اسکے خاندان مین ہوتی ہے سب دلال کہی جاتی ہے اور حق دلالی کا رکھتی ہے کیا دلالی ایسی شے ہے کہ اس مین توریث جاری ہوسکتی ہے (۸) نکاح کی دلالی مین بعض لوگ اجرت دیتے لیتے ہین یہ درست ہے یا نہین -

جواب - (۱) اجیر مشترک ہے (۲) یہ سوال سمجھ مین نہین آیا (۳) فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ للخادمی الجزء الرابع منہ عن لب الاحیاء واما اعانۃ علی عمل معین الی قولہ اوبما فیہ تعب بحیث یجوز الاستیجار علیہ حل اخذہ وہو حجل اھ فی رد المحتار عن جامع الفصولین للقاضی ان یاخذ ما یجوز لغیرہ الی قولہ جواز اخذ الاجرۃ الزائدۃ وان کان الحمل شفۃ قلیلۃ ونظرہم لمنفعۃ المکتوب لہ اھ قلت ولا یخرج ذلک عن اجرۃ مثلہ فان من تفرغ لہذا العمل کثقاب اللآلی مثلا لا یاخذ الاجر علی قدر مشقتہ فانہ لا یقوم بمؤنتہ ولو الزمناہ ذلک لزم ضیاع ہذہ الصنعۃ وکان ذلک اجر مثلہ اھ جلد خامس صلا اس روایت سے معلوم ہوا کہ چونکہ آڑہت مین عمل اور مشقت موجود ہے اس لیئے اجرت درست ہے - (۴) جیسے اوپر کی صورت مین بیع مین مشقت تھی اس صورت مین اشترا مین مشقت ہے لہذا اس مین بھی اجرت درست ہے (۵) جب اس اجرت کا جواز ثابت ہوگیا اور اُسکے شرائط مین سے تعیین اجر ہے اور تعیین کی یہ بھی ایک صورت ہے اسلیئے جائز معلوم ہوتا ہے (۶) اسمین بھی مثل نمبر ۵ کے تعیین ہے لہذا درست معلوم ہوتا ہے (۷) دلالی عقد اجارہ ہے اور اجارہ محل توریث نہین چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر موجر یا مستاجر مر جاوے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اُسکے ورثہ قائم مقام نہین ہوتے البتہ اگر اپنی خوشی سے پھر اُسی شخص کی اولاد سے معاملہ رکھے یہ اور بات ہے لیکن جبر نہین ہوسکتا نہ موجر کی طرف سے نہ مستاجر کی طرف سے (۸) فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ بعد العبارۃ المذکورۃ فی نمبر ۲ ما نصہ اولا تعب فیہ ککلمۃ اوفعلۃ من ذی الجاہ حرم اخذہ اذ لم یثبت فی الشرع تعویض عن الجاہ اس سے معلوم ہوا کہ جہان اجرت بمقابلہ جاہ کے ہو وہ حرام ہے اور نکاح مین یقیناً قبول قول ساعی موقوف ہے اُسکی جاہ پر چنانچہ اگر کوئی غیر ذی جاہ اس سے زیادہ سعی کرے اور کامیابی نہو ہرگز اُس کو اسقدر عوض نہ دیا جاوے گا اور جاہ شرع مین کوئی چیز متقوم قابل اجارہ نہین اسلئے یہ دلالی حرام ہے - ۱۶ - شعبان ۱۳۲۲ھ

سوالات متعلقہ سوالات بالا

بندہ نے ماہ شعبان مین چند سوالات بھیجے تھے اُس کا جواب آیا مگر شکوک نہین زائل ہوئے دلّالی کے مسئلہ مین یہان رائین مختلف ہین عبارتین کتابون کی اور شک پیدا کرتی ہین اسوجہ سے مین کتابونکی عبارت نقل کر کے بالتفصیل اپنے شکوک عرض کرتا ہون امید کہ جواب شافی سے سرفراز فرمایا جاون (توضیح سوال نمبر ۲) چونکہ عبارات منقولہ ۱ و ۲ و ۵ و ۶ سے صاف ثابت ہے کہ بلا تعیین مدت

بیع وشراء کی دلالی ہمارے مذہب مین درست نہین اور جب تعیین وقت ہو گی تو دلال اجیر مشترک نہین رہسکتا بلکہ وہ اجیر خاص ہوگیا اسی وجہ سے مجھے شبہ ہوتا ہے کہ دلال جب اجیر مشترک ہے تو بیع وشراء مین کس قسم کی دلالی اُسکی جائز ہے (توضیح سوال سوم) آڑہت دار اگرچہ مال اپنے مکان مین رکھتا ہے مگر اُس کے لئے کوئی مدت معین نہین بلکہ مجہول ہے اگر دو ماہ تک مال فروخت نہو تب بھی عہ سیکڑہ حق آڑہت لیتا ہے اور اگر ایک روز مین فروخت ہو بلکہ اسٹیشن پر قبل پہونچنے مکان آڑہت کے مال فروخت ہوجائے تب بھی اُسیقدر آڑہت کی رقم لیتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ وہ اجورہ مکان ہے نہین بلکہ دلالی ہے تو دلالی اس قسم کی بمذہب حنفیہ نادرست ٹھیرتی ہے جیساکہ عبارت منقولہ سے واضح ہے اسوجہ سے مجھے تامل ہوتا ہے کہ آڑہت کی رقم کو جائز کہون یا ناجائز (توضیح نمبر ۴ و ۵ و ۶) چونکہ اس صورت مین تعیین وقت نہین ہے بمذہب امام نادرست ہونا چاہیئے چنانچہ عبارات منقولہ شاہد ہین

عبارات کتب معتبرہ ۔ (۱) فتاوائے قاضیخان ج ۳ صـ۵۳ مین ہے رجل امر سمسار الیشتری لہ الکرابیس او دلالا لیبیع لہ ہذہ الاثواب بدرہم لایجوز ہذہ الاجارۃ لان البیع لایتم بالدلال وانما یتم بہ وبالمشتری ولایدری متے یجیئ المشتری فان ذکر لذلک وقتا ان ذکر الوقت اولا ثم الاجرۃ بان قال استاجرتک بدرہم الیوم علی ان تبیع لی کذا وتشتری لایجوز وہذہ وسئلۃ تذکرۃ الکدس سوار واذا فسدت الاجارۃ والعمل واتم العمل کان لہ اجر مثلہ علی ماہو العرف فی اہل ذلک العمل وذکر محمد رحـ الحیلۃ فی استیجار السمسار وقال یامرہ ان لیشتری شیئا معلوما او یبیع ولایذکر لہ اجرا ثم یواسیہ بشیئ اما ہبۃ او جزاء عملہ فیجوز ذلک لمساس الحاجۃ کما جاز دخول الحمام باجرۃ غیر مقدرۃ ثم یعطی الاجر عند الخروج فکذا الرجل شرب الماء من السقاء ثم یعطی لہ فلسا او شیئا وکذا الختان والحجام واذا اخذ السمسار اجر مثلہ ہل یطیب لہ ذلک اختلفوا فیہ قال الشیخ الامام المعروف بخواہر زادہ یطیب لہ ذلک وہکذا عن غیرہ والیہ اشار محمد رحـ فی الکتاب وہو نظیر مالو اشتری شیئا شراء فاسدا فہلک المبیع عندہ واخذ البائع قیمۃ طابت القیمۃ للبائع وقال بعضہم لایطیب للدلال والسمسار اجر مثلہ لانہ مال استفادہ بعقد فاسد ہذا اذا امر السمسار بالبیع والدلال بالشراء ولم یذکر لہ وقتا اما اذا ذکر لہ وقتا بان قال استاجرتک الیوم بدرہم علی ان تبیع لی ہذہ الاثواب وتشتری لی کذا حتی جازت الاجارۃ کان لہ المسمی فیطیب لہ عند الکل اھ (۲) اور فتاوائے عالمگیری ج ۴ صـ۶۲۳ مین ہے اذا استاجر رجلا یبیع لہ بکذا او یشتری لہ بکذا فہی فاسدۃ فان باع قبض الثمن فہو امانۃ کذا فی

الغیاثیۃ وان ذکر لذلک وقتا فان ذکر الوقت اولا ثم الاجر بان قال لہ استاجرتک الیوم بدرہم علی ان تبیع لی وتشتری لایجوز الخ الی ان قال ہکذا فی فتاوی قاضیخان (۳) رد المحتار ج ۵ ص۲۹ میں ہے قال فی البزازیۃ اجارۃ السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالا یقدر فیہ الوقت ولا العمل تجوز لما کان للناس بہ الحاجۃ ویطیب الاجر الماخوذ لو قدر اجر المثل اھ ایضا فیہ ص۳۹ (۴) قال فی التاتارخانیۃ وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل وما تواضعوا علیہ ان فی کل عشرۃ دنانیر کذا فذاک حرام علیہم وفی الحاوی سئل محمد بن سلمۃ عن اجرۃ السمسار فقال ارجو ان لاباس بہ وان کان فی الاصل فاسدا لکثرۃ التعامل وکثیر من ہذا غیر جائز فجوزوہ لحاجۃ الناس الیہ کدخول الحمام اھ بخاری شریف جزو ۹ میں ہے باب اجر السمسرۃ ولم یر ابن سیرین وعطاء و ابراہیم والحسن باجر السمسار باسا فتح الباری جزو تاسع ص۲۴۲ میں ہے کان المصنف اشار الی الرد علی من کرہہا وقد نقلہ ابن المنذر عن الکوفیین وایضا فیہ ص۲۴۵ (۵) ثم اورد المصنف حدیث ابن عباس رض الماضی فی البیوع والمراد منہ قولہ فی تفسیر المنع لبیع الحاضر للبادی ان لایکون لہ سمسارا فان مفہومہ انہ یجوز ان یکون سمسارا فی بیع الحاضر للحاضر ولکن شرط الجمہور ان تکون الاجرۃ معلومۃ وعن ابی حنیفۃ ان دفع لہ الف علی ان یشتری بہا بزا باجرۃ عشرۃ فہو فاسد فان اشتری فلہ اجرۃ المثل ولایجوز ما سمی من الاجرۃ وعن ابی ثور اذا جعل لہ فی کل الف شیئا معلوما لم یجز لان ذلک غیر معلوم فان عمل فلہ اجر مثلہ وحجۃ من منع انہا اجارۃ فی امر لابد غیر معلوم وحجۃ من اجازہ انہ اذا عین لہ الاجرۃ کفی ویکون من باب الجعالۃ واللہ اعلم اھ اور عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۵ ص۶۴۵ میں ہے (۶) وہذا الباب فیہ اختلاف العلماء فقال مالک یجوز ان یستاجرہ علی بیع سلعتہ اذا بین لذلک قال وکذلک اذا قال لہ بع ہذا الثوب ولک درہم انہ جائز وان لم یوقت لہ ثمنا وکذلک ان جعل لہ فی کل مائۃ دینار شیئا وہو جعل وقال احمد لاباس ان یعطیہ من الالف شیئا معلوما وذکر ابن المنذر عن حماد والثوری انہما کرہا اجرہ وقال ابو حنیفۃ ان دفع لہ الف درہم یشتری بہا بزا بأجر عشر دراہم فہو فاسد وکذلک لو قال اشتر مائۃ ثوب فہو فاسد فان اشتری فلہ اجر مثلہ ولا یجاوز ماسمی من الاجر وقال ابو ثور اذا جعل لہ فی کل الف شیئا معلوما لم یجز لان ذلک غیر معلوم فان عمل علی ذلک فلہ اجرہ وان اکتراہ شہرا علی ان یشتری لہ ویبیع فذلک جائز۔ اور مسئلہ دلالی کے متعلق ایک شبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب وہ اجارہ فاسد ہے تو اجرت مثل دلائی جاوے گی اور اجرت مثل کا موازنہ اور تخمینہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ کوئی فرد اس کا جائز ثابت ہو مگر کتابوں کی عبارت سے نہیں ثابت ہوتا ہے

کہ بیع و شرا مین کسی قسم کی دلالی جائز ہو۔

الجوابات

(جواب توضیح سوال ۲) فی الواقع ان عبارات کا یہی مقتضا ہے لیکن بوجہ حاجت عامہ روایت بزازیہ مندرجہ ۳ و روایت حاوی مندرجہ ۴ پر فتوی دینا ارفق بالناس ہے ہذا ما رایت واللہ اعلم داری

(جواب توضیح سوال ۳) عبارت سوال ۳ صریح ہے اس مین کہ یہ آڑہت والا دلال ہے وقد علم حکمہ آنفا

(جواب توضیح سوال نمبر ۴ و ۵ و ۶) یہ بھی اوپر کی تحقیق پر متفرع و مبنی ہے فحکمہ حکمہ واللہ اعلم۔

اور اخیر کا شبہ بعد ثبوت جواز خود دفع ہو جاویگا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۲ ہجری

سوال۔ سماعت قران کی اُجرت اور قراءۃ قرآن کی اجرت مین کیا فرق ہے کہ ثانی حرام ہے اور اول حلال۔

جواب۔ سماعت قرآن سے غرض یہ ہے کہ جہان بھولے گا بتلا دیگا پس یہ تعلیم ہے اور تعلیم پر اجرت لینے کے جواز پر فتوے ہے بخلاف قراءت کے اس مین تعلیم مقصود نہین اسلئے کلیہ حرمت اجر علی الطاعت مین داخل رہے گا۔ فقط واللہ اعلم ۱۱ رمضان ۱۳۲۲ ہجری

سوال۔ جو شخص کہ جواز اجرت تعلیم قرآن کا قائل نہو اور کسیکو تعلیم قرآن شریف دیکر تنخواہ لینی محض ناجائز سمجھتا ہو مطابق رائے متقدمین کے اُس کو اگر ان بچون کے سرپرستون سے جسے وہ قرآن شریف پڑہاتا ہو اوقات مخصوصہ مین یعنی جس وقت وہ زکوۃ نکالتے ہون یا صدقہ دیتے ہون کچھ روپیہ ملجایا کرے اور وہ معلم اُن روپیون کے لینے والون مین اپنے کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو اور ان بچون کے سرپرستون کا بھی ایسا ہی خیال ہو بسبب تعلیم و تعلم کے چنانچہ اگر اُس شخص کو اُسی قدر روپئے دیئے جاوین جسقدر اورون کو بھی دیئے گیئے ہین تو اُنکی خفگی کا باعث ہو اور دینے والے بھی اُنکی خفگی بجا سمجھتے ہون پس ایسے شخص کو اُسکے اعتقاد کے مطابق ایسی صورت مین وہ روپے جائز ہون گے یا ناجائز اور اگر باعث خفگی نہو بلکہ لینا اور نہ لینا اور دینا نہ دینا مساوی سمجھا جاتا ہو تو کیسا ہے فی زمانا جیسا کہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ لوگ مرید کیا کرتے ہین اور کسی خاص وقت مین یا جسوقت بھی وہ مریدون کے یہان پہونچ جاوین انھین کچھ روپے ملجایا کرتے ہین اور اگر وہ روپیہ نہ ملین تو گو وہ اپنی زبانون سے برا بھلا نہین کہین گے مگر اس کا ملال انھین ضرور ہوگا ایسے روپیہ کا دینا اور لینا کیسا ہے اور اگر ایسی بات نہین ہے بلکہ وجود

وعدم یعنی دینا اور نہ دینا مساوی سمجھا جاتا ہے پھر کیسا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر تعلیم مذکور عبادت قرار دیا جاوے برین تقدیر ورثہ صبیان کو بطور خاطرداری داد و دہش کرنا جائز ہے یا نہ اگرچہ اس داد و دہش کو مزدوری قرار نہ دیا جاوے وحال پیران ومرشدان کیا ہے اس صورت مین کہ انکو بھی بطریق خاطرداری بوجہ تلقین وتذکیر روپیہ وغیرہ دیا جاوے بر تقدیر عبادت یہ روپیہ پیران مذکور کو لینا جائز ہے یا نہ اور مریدان کو دینا ان جملہ صورتون مین یہ داد و دہش اجرت قرار نہین دی گئی ہے۔

الجواب۔ اگر ایسا لینا دینا عام طور سے متعارف ہو جاوے کہ لینے دینے کو ضروری سمجھا جانے لگے تب تو بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ صریح عوض اور اجر ہے اور مرشد کے لئے اتفاقاً ناجائز اور معلم کے لئے مختلف فیہ مگر دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہو گی اور اگر معروف کے درجہ مین نہین پہونچا تو نہ دینے سے دل مین رنج وشکایت ہونا دلیل ہے فساد نیت وحرص وقصد عوض کی اس سے معلم کو ثواب تعلیم اور مرشد کو ثواب تلقین نہ ملے گا اور حرص کی ظلمت ووبال مین ابتلا ہو گا لقولہ علیہ السلام انما الاعمال بالنیات لیکن زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی رہا اس روپیہ کا حلال یا غیر حلال ہونا سو اگر دینے والا بطیب خاطر دیتا ہے تب تو روپیہ حلال ہے اور اگر تنگ اور گران خاطر ہو کر دیتا ہے تو روپیہ بھی حلال نہین لقولہ علیہ السلام الالایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسہ البتہ اگر محض محبت سے دیتا ہو گو وہ محبت بوجہ معلم اور مرشد ہونے کے ہو وہ ہدیہ مسنونہ ہے جس طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ محبت نبوت کی وجہ سے تھی مگر اسکو تبلیغ احکام کا عوض نہ کہا جاوے گا اور یہ سب امور بہت ظاہر ہین۔ ۱۶۔ رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید بکر کا ملازم باختیار مختار عام ہے اور بکر کی طرف سے اُسکے گاؤن زمینداری کو روپیہ کی تحصیل کے واسطے جاتا ہے دو چار دن یا ہفتہ عشرہ موضع مذکور مین رہ کر روپیہ تحصیل کرتا ہے اور جنس خوردنی کا انتظام تو بطور خود کرتا ہے۔۔۔ لیکن دودھ ودہی کاشتکارون کے گھر سے بقدر ضرورت باری باری سے منگاتا ہے کوئی کاشتکار خوشی سے کوئی ناخوشی سے دیتا ہے لیکن جبر وتعدی ناخوشی سے دینے والے پر بھی نہین کیا جاتا دودھ دہی دیہات مین فروخت ہونے کا دستور نہین ہے زمیندار وکارندہ عموماً دودھ دہی کاشتکارون سے بلا قیمت حسب ضرورت لیتے ہین کاشتکارون سے کوئی معاوضہ گاؤن مین رہنے اور مویشی کے گھاس

چرانے کا نہین لیا جاتا یہ بھی لحاظ فرمایا جاوے کہ کھانا روزمرّہ کا زید کا بکر کے ذمہ ہی سفر و حضر مین اُسکے ذمہ کھاتا ہے تو ایسی حالت مین یہ دودہ دہی اسکو حلال ومباح ہے یا نہین۔

الجواب۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حقوق واجبہ کے سوا جو آمدنی بواسطہ حکومت کے ہو وہ اقسام رشوت مین کی ایک قسم ہے اور زمیندار و کاشتکار کا علاقہ شرعًا حاکم ومحکوم کا نہین بلکہ موجر ومستاجر کا ہے پس جو کچھ کاشتکار سے لیا جاتا ہے اس کو سکنائی یا زرعی صحرائی زمین کے معاوضہ کا یعنی اجرت کا ایک جزو ٹھیرا سکتے ہین البتہ اجرت کے شرائط مین سے اجرت کا معین ومعلوم ہونا بھی ہے پس صورت مسئولہ مین بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ دودھ دہی بھی داخل اجرت زمین ہی اسلئے اصل مین جائز ہے لیکن اسمین شرعًا اتنا فساد ہے کہ اُسکی مقدار معین نہین پس اُسکی اصلاح اس طرح واجب ہے کہ معاہدہ اجارہ یا اضافہ کے وقت ہر کاشتکار سے تصریحًا کہدیا جاوے کہ تمکو سال بھر یا ششماہی مین اسقدر دودہ دہی بھی دینا ہوگا پھر اس کا حساب ذہن مین یا لکھکر یاد رکھے کہ سال بھر مین فلان فلان کاشتکار سے اسقدر آیا تاکہ اُس مقدار سے زائد دودہ دہی نہ آنے پاوے اگر کم آوے تو مضائقہ نہین اس طرح مقرر کر لینے مین اگر اُس سے ناخوشی کے ساتھ بھی وصول ہوگا تو حلال ہے اور اگر اس طرح مقرر نہ کیا تو اجارہ فاسدہ کی وجہ سے اُسکا لینا اور کھانا درست نہین خواہ اپنے ذمہ کھاتا ہو یا اپنے آقا کے ذمہ کھاوے اور اگر تھوڑی توجہ کیجاوے تو شرط جواز کا اہتمام کچھ دشوار نہین۔ فقط

۱۶۔ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

فتویٰ در رفع شبہ عدم جواز آمدنی وکالت

سوال۔ ہدایہ مین تصریح ہی کہ اُن طاعات پر اُجرت جائز نہین جو مسلمان کے ساتھ مختص ہون نصرت مظلوم اگرچہ طاعت ہے لیکن مسلم کے ساتھ مختص نہین پس وکالت کی آمدنی کیون ناجائز ہے جیسے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔

جواب۔ یون تو تعلیم مذہب بھی مخصوص با مسلم نہین یہ قید اختصاص بالمسلم کی غیر واجب مین معلوم ہوتی ہے جیسا نکاح و ذبح بخلاف نصرت مظلوم یا تعلیم دین کے کہ امور واجبہ سے ہین گو اختصاص نہو واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

رسالہ در تحقیق حکم اجرت نکاح خوانی

الصراح فی اجرۃ الانکاح

بعد الحمد والصلوۃ والسلام للہ تعالیٰ وعلیٰ رسولہ وآلہ واصحابہ الکرام۔ بہت روز سے میرے دلمین

خیال تھا کہ اس نکاح خوانی کی اجرت متعارفہ کے متعلق کچھ تحقیق کیا جاوے لیکن اتفاق سے آج کل خاص طور پر اس کا ایک استفتاء آگیا چونکہ اُس کا جواب قدرے مفصل لکھا گیا جس سے وہ ایک چھوٹے رسالہ کی برابر ہوگیا اس لئے بمناسبت مضمون الحق الصراح فی اجرۃ الانکاح اس کا نام رکھدینا مناسب معلوم ہوا وجہ استفتاء کی یہ ہوئی تھی کہ احقر نے ایک جگہ ایک حافظ صاحب کو نیابت سے منع کردیا تھا اس لئے منیب کے صاحبزادے نے بغرض اپنے والد ماجد کو کہ اُن کا قیام دوسری جگہہ ہے حکم شرعی سے اطلاع دینے کے اس کی تحقیق کی فبارک اللہ تعالیٰ فیہم۔ العبد محمد اشرف علی عفی عنہ

سوال۔ حضرت اقدس جناب مولوی صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حافظ صاحب نے رجسٹر نکاح یہ فرما کر واپس کردیا ہے کہ مولوی صاحب فرماتے ہین کہ اوّل تو یہ آمدنی ناجائز ہے اور اگر طوعًا و کرہًا جائز ہوئی بھی ہے تو اس طرح ناجائز ہوجاتی ہے کہ تم اُسمین سے کچھ جزو قاضی صاحب کو دیتے ہو جو مقدمہ رشوت ہے رشوت جبریہ تو جائز ہے بھی مگر یہ رشوت طبعی ہے بلا کسی دباؤ کے محض بغرض انتفاع اسلیئے ناجائز ہے۔ جناب والد صاحب یہان تشریف نہین رکھتے جو اس کام کو خود انجام دیتے یا کوئی اور انتظام فرماتے لہذا میری غرض یہ ہے کہ اُنکی خدمت مین بذریعہ عریضہ کل احکام متعلقہ جواز و عدم جواز عرض کردون تاکہ انتظام مین سہولت ہو ورنہ خدا جانے کیا انتظام ہو اور ناحق بھی مبتلائے گناہ ہونا پڑے پس گذارش ہے کہ جناب ضروری احکام متعلقہ سے مطلع فرما کر سرفراز فرماوین گے اور نیز اس سے بھی مطلع فرماوین گے کہ آیا بطور تنخواہ دار کے کسی شخص سے یہ کام لیا جاوے تو جائز بھی ہے یا نہین اطلاعًا یہ بھی گذارش ہے کہ لوگ نکاح خوان کا حق صرف چار ہی آنہ خیال کرتے ہین باقی ایک روپیہ قاضی صاحب کے نام کا ہوتا ہے جسکو عطیہ یا نذرانہ جو کچھ بھی ہو کہنا چاہیئے اور اکثر ایسا ہوا بھی ہے کہ قاضی صاحب کے نام کا روپیہ انھون نے نکاح خوان کو نہین دیا خود اپنے آپ آکر دیگئے ہین مگر یہ ہے کہ اگر حافظ صاحب نے یہ کام نہ کیا تو اور لوگون سے یہ امید نہین کہ وہ مسائل کی تحقیق کرینگے پس بہت سے نکاح خلاف شرع ہوا کرینگے۔

جواب۔ اس کا مجمل جواب تو یہ ہے کہ مولانا محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسائل اربعین مین ایک ایسے سوال کے جواب مین خزانۃ الروایات سے استدلال کرکے اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ وہ سوال وجواب مع روایات نقل ہوتا ہے (**مسئلہ**) بعد نکاح

بقاضی ووکیل وشاہدان کہ ازطرف عروس می آیند بخوشی خود بدون مطالبہ شان چیزے دادن جائز است یا نہ
جواب ۔ دادن این مردمان بدون مطالبہ وجبر ازطرف الیشان مباح است واگر جبر کنند وخواہ مخواہ بکد واصرار طلب نمایند وبگیرند پس مباح نیست چنانچہ در کتاب خزانۃ الروایات مرقوم است ومماسنہ القضاۃ فی دار الاسلام ظلم صریح وہوان یاخذوا من الانکحۃ شیئا ثم یجیزون اولیاء الزوج والزوجۃ بالمناکحۃ فانہم مالم یرضوا الشئ من اولیاءہما لم یجیز وبذلک فانہ حرام للقاضی والمناکح انتہی الجواب المذکور قلت فکما ان الاجازۃ غیر متقومۃ لایحل العوض عنہا کذلک الجاہ والعقود الفاسدۃ التی ہی المنشاء فی الاکثر لہذا الاخذ کما سیاتی غیر متقومۃ لایحل العوض عنہا اور مفصل جواب یہ ہے کہ جو چیز کسی کو دی جاتی ہے اُس کی دو حالتین ہین یا تو بعوض دیا جاتا ہے یا بلاعوض اور جو بعوض دیا جاتا ہے دو حال سے خالی نہین یا تو ایسی شئے کا عوض ہے جو شرعاً متقوم وقابل عوض ہے اور یا ایسی شے کا عوض ہے جو شرعاً متقوم وقابل عوض نہین خواہ حقیقۃً جیسا عقود باطلہ مین ہوتا ہے یا حکماً جیسا عقود فاسدہ مین ہوتا ہے اور جو بلاعوض دیا جاتا ہے وہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو محض طیب خاطر اور آزادی سے دیا جاتا ہے یا تنگی خاطر وکراہت قلب سے دیا جاتا ہے خواہ وہ تنگی اور کراہت زیادہ ہو یا کم ہو یہ کل چار قسمین ہوئین قسم اوّل جو متقدم شے کے عوض مین حاصل ہو قسم دوم جو غیر متقوم شے کے عوض مین حاصل ہو قسم سوم جو بلاعوض بطیب خاطر حاصل ہو قسم چہارم جو بلاعوض بکراہت حاصل ہو قسم اول بوجہ اجرت یا ثمن ہونے کے اور قسم سوم بوجہ ہدیہ وعطیہ ہونے کے حلال ہے اور قسم دوم بوجہ رشوت یا ربوا حقیقی یا حکمی ہونے کے اور قسم چہارم بوجہ ظلم یا جبر فی التبرع ہونے کے حرام ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ نکاح خوانی کی آمدنی کون قسم مین داخل ہے تاکہ اُس کا ویسا ہی حکم ہو اگر قسم اول مین داخل کہا جاوے جیسا خود نکاح پڑھنے والے کی نسبت اس کا ظاہراً احتمال ہوسکتا ہے کیونکہ جو خود نکاح پڑھنے نہ جاوے وہان تو اس کا احتمال ہی نہین البتہ نکاح خوان کے اعتبار سے ظاہراً اس کا شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ نکاح خوان کے اس عمل کی اجرت ہے مگر غور کرنے کے بعد یہ احتمال صحیح نہین رہتا کیونکہ صحت اجارہ کے لئے شرعاً چند امور لازم ہین وہ یہ کہ کام لینے والے کو پورا اختیار ہو جس سے چاہے کام لے اور کام کرنے والے کو پورا اختیار ہو کہ کام کرے یا نہ کرے اور اسی طرح مقدار اجرت ٹھیرانے مین کام لینے والے کو پورا اختیار ہو کہ جسقدر چاہے کم کہسکے اور زیادہ پر راضی نہو اور کام

کرنے والے کو بھی پورا اختیار ہو کہ جتنا چاہے زیادہ مانگے ان امور مین اپنی آزادی و اختیار سے منتفع ہونے
مین ایک پر دوسرے کی طرف سے کوئی طعن یا ملامت مانع نہو اور یہ سب امور مسئلہ مبحوث عنہا مین مفقود
ہین کیونکہ گو کام لینے والے کو اس مین تو آزادی حاصل ہے کہ کسی سے مفت نکاح پڑہوالے لیکن اگر وہ
اُجرت پر کسی نئے شخص سے نکاح پڑہوالے مثلاً مجمع حاضرین مین سے کیفما اتفق کسیکو کہدے کہ تم پڑہ دو
اور وہ اجرت تم کو دینگے یا اُسی مقرر نکاح خوان سے کہے کہ تم دوسری جگہہ اتنا لیتے ہو ہم تو اس سے
نصف دینگے اگر نہین پڑھتے تو ہم کسی دوسرے کو بلالین گے یا اسی طرح اگر کام لینے والا نہ تو خود جاوے
اور نہ اپنی طرف سے کسی کے بھیجنے کا اہتمام کرے بلکہ صاف جواب دیدے کہ کچھ ہمارے ذمہ نہین یا
یون کہے کہ گو اور جگہہ سے ایک روپیہ لیتا ہون مگر تم سے دس لونگا چاہے لے چلو چاہے نہ لے چلو
تو ضرور ان چارون صورتون مین ایک دوسرے کی طرف سے بھی اور عام سننے دیکھنے والونکی طرف سے
سخت ملامت ہوگی کہ لو صاحب ہمیشہ سے تو اس طرح چلا آرہا ہے انھون نے یہ نئی بات نکالی اور
سب قائل معقول کر کے اُسی رسم قدیم پر اس کو مجبور کرینگے پس جب صحت اجارہ کے شرائط مفقود ہین
تو اجارہ مشروعہ نرہا پھر اجرت کہنے کی گنجایش کہان رہی پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح
خوان بلانے والے کا اجیر نہین سمجھا جاتا بلکہ خود اصل قاضی کے خیال مین بھی اور دوسرے عوام کے
خیال مین بھی اصل قاضی کا نوکر سمجھا جاتا ہے چنانچہ وہ قاضی اس کو جب چاہے معزول کر دیتا ہے
اور اس صورت مین اس کا غیر مشروع ہونا اور زیادہ ظاہر ہے کیونکہ نوکر کسیکا اور اجرت کسی کے ذمہ
یہ خود باطل ہے اور شرع مین اس کی کوئی نظیر نہین اور اگر قسم سوم مین داخل کیا جاوے جیسا خود
نکاح نہ پڑھنے والے کی نسبت اس کا ظاہرا احتمال ہوسکتا ہے کیونکہ جو شخص نکاح پڑھانے گیا ہے
وہان تو مفت ملنے کا احتمال ہی نہین البتہ غیر نکاح خوان کے اعتبار سے ظاہرا علی عکس القسم الاول اسکا
شبہہ ہوسکتا ہے کہ یہ اسکو عطیہ و ہدیہ کے طور پر دیا گیا ہے جیسا سوال مین اس سے تعرض بھی ہے
مگر غور کرنے کے بعد یہ احتمال بھی صحیح نہین رہتا کیونکہ مشروعیت ہدیہ کے لئیے بھی چند امور لازم ہین
وہ یہ کہ نہ تو دینے والا اُس کو لینے والے کا اور نہ خود لینے والا اسکو اپنا حق سمجھے اور دینا بھی ضروری
نہ سمجھا جاوے اور اسی طرح مقدار ہدیہ مین دینے والے کو اختیار ہو کہ خواہ کم دے یا زیادہ دے غرضکہ نہ
دینے مین بھی ملامت نہو اور کم دینے پر بھی ملامت نہو اور مسئلہ مبحوث عنہا مین یہ امور بھی مفقود ہین کیونکہ

گو بعضے لوگون کو اس مین آزادی حاصل ہے کہ بالکل نہ دین چنانچہ جو لوگ اس سے پورے واقف ہین کہ ان کا کوئی حق نہین وہ بالکل نہین دیتے اور اُنپر ملامت بھی نہین کی جاتی لیکن عوام مین سے جو لوگ دیتے ہین وہ بیشک یہی سمجھکر دیتے ہین کہ ان کا حق ہے خواہ بوجہ قدامت کے کہ ان کے بڑون سے یہ بات چلی آرہی ہے خواہ اس خیال سے کہ ان کو اس کام پر سرکار نے مقرر کردیا ہے خواہ بوجہ زمینداری کے کہ ہم اُنکی رعایا ہین جیسا مختلف مقامات پر مختلف عادات وخیالات ہین غرض دینے والے بھی حق سمجھتے ہین اور لینے والے بھی بعضے تو ویسے بھی حق سمجھتے ہین چنانچہ بعض اُن مین قرضخواہون کی طرح مانگ مانگ بھیجتے ہین اور بعضے تدبیرات وتقریرات سے اس کی کوشش کرتے ہین کہ عوام مین یہ خیالات جاگزین رہین کہ یہ ان کا حق ہے حتے کہ اگر دوسرا ان ہی کی طرح اس کام کو کرنا شروع کردے تو اُس سے آزردہ اور اُسکے درپے ہوتے ہین کہ یہ ہمارے حق مین خلل ڈالتا ہے اسی طرح اگر کوئی بجائے روپیہ کے آنہ دو آنہ دینا چاہے تو خود لینے والا بھی اور دوسرے لوگ بھی اُس کو طریقہ مقررہ کے خلاف سمجھکر موجب ملامت قرار دین گے جب مشروعیت ہدیہ کے شرائط مفقود ہوئے پھر ہدیہ کہنے کی گنجایش کہان رہی جب اس آمدنی کا قسم اول وسوم مین داخل نہونا ثابت ہوگیا پس لامحالہ قسم دوم یا چہارم مین داخل ہوگی جس کی وجہ قسمین منفیین کی تقریر نفی سے خود ظاہر ہوچکی ہے تنبہ مکرر کے لیئے اُس کا خلاصہ پھر عرض کیے دیتا ہون کہ بدون نکاح پڑہے دینا جیسا اکثر منیب کو ملتا ہے یا تو اُن کے جاہ وقدامت وزمینداری کے عوض مین ہے اور یہ سب امور غیر متقوم ہین تب تو یہ دینا رشوت ہوگا اور یا پابندی رسم کے سبب حق سمجھنے کی وجہ سے ہے تو یہ جبر فی التبرع ہوگا اور نکاح پڑھوا کر دینا جیسا اکثر نائب کو اور کہین منیب کو ملتا ہے یہ اجارہ فاسدہ پر مبنی ہے اور خصوصاً جبکہ نائب نوکر قاضی کا سمجھا جاوے تو یہ آمدنی اجارہ غیر مشروع کی حکماً ربوا ہوگی جب اس کا قسم دوم یا چہارم مین داخل ہونا ثابت ہوگیا تو ان دونون قسمون کا جو حکم تھا یعنی عدم جواز وہ بھی ثابت ہوگیا اور یہ تقریر تو اس عمل کی نفس حقیقت کے اعتبار سے تھی اور اگر اسکے ساتھ ایک امر خارجی کو بھی ملاحظہ فرمایا جاوے جو کہ وقوع مین اس کا مقترن ہے وہ یہ کہ اکثر جگہ عادت ہے کہ نکاح خوانی کے لیئے بلانے والا تو دولہن والا ہوتا ہے اور نکاح خوانی دلواتے ہین دولھا والے سے اور بوجہ پابندی رسم کے خواہ مخواہ دیتا ہے جو کہ شرعاً محض ناجائز ہے کہ بلا وجوب شرعی کسی سے کوئی رقم اُس کو ضروری

ولازم قرار دیکر وصول کی جاوے تو اس عارض کی وجہ سے اس کا عدم جواز اور زیادہ موکد ہو جاویگا
غرض باعتبار نفس عمل کے بھی اور باعتبار اس عارض کے بھی یہ رقم ناجائز ٹھیری اور یہ تمام کلام خود لینے
والے کے اعتبار سے ہے اور دوسرے کو دینا جیسا نائب کے ذمہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک بڑا حصہ
اس رقم کا اپنے منیب کو دے سو یہ دینا محض اس بناء پر ہوتا ہے کہ اُس نے مجھکو اس کام کے لیئے
اجازت دی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اجازت دینا شریعت مین امر غیر متقوم ہے اور غیر متقوم کے عوض
مین دینا رشوت ہے اور رشوت بلاضرورت دفع ظلم دینا حرام ہے پس اس دینے والے کو ایک گناہ
رشوت دینے کا اور زائد ہوا غرض جو صورتین اسکے متعارف ہین اس مین کسی کو نہ لینا جائز ہے اور نہ دینا
جائز ہے اور اس مین نائب ومنیب اور شادی والے سب آگئے جیسا بوجہ اکمل وابسط اسکی تفصیل
گذر چکی اب ان متعارف صورتون کے علاوہ دو صورتین اور رہگئین جن مین ظاہرا جواز کا احتمال معلوم
ہوتا ہے ایک یہ کہ بطور اجارہ کے قاضی کسی کو نوکر رکھکر اُس کی تنخواہ مقرر کردین اور اُس سے کام لین
جس سے سوال مین بھی تعرض ہے دوسرے یہ کہ بطور شرکت تقبل کے قاضی مین اور دوسرے کسی شخص
مین باہم قرار داد ہو جاوے کہ دونون نکاح پڑھا کرین اور جو کچھ دونون کو آمدنی ہو وہ فلان نسبت
سے باہم تقسیم کر لیا کرین سو تامل کرنے کے بعد ان مین بھی جواز نہین معلوم ہوتا مثلاً اول صورت مین
اگر اس کو اجیر خاص کہا جاوے تو اُس مین دوسری نوکری نہین کر سکتا حالانکہ اس مین نائب کو اسکی
ممانعت نہین ہوتی اور اگر اجیر مشترک کہا جاوے تو اجیر مشترک ہر شخص کا جو کام چاہے کر سکتا ہے حالانکہ
یقینی بات ہے کہ اگر قاضی کو معلوم ہو جاوے کہ یہ نائب کچھ نکاح میری طرف سے پڑھتا ہے اور کچھ دوسرے
شخص کی طرف سے جو اتفاقاً مثل قاضی کے وہ بھی یہی کام کرتا ہو تو یقیناً اُس نائب کو معزول کر دے گا
پھر دونون شقون مین محذور مشترک یہ ہے کہ خود قاضی مین اور اہل تقریب مین باہم کوئی عقد اجارہ
نہین ٹھیرتا پھر اُس قاضی کو اجرت لینا کس طرح جائز ہو گا اور اگر کہا جاوے یہی نائب وکالۃً اہل تقریب
سے عقد اجارہ ٹھیرا لے جو مثل قبول قاضی کے ہو گا اس کا جواب ایک تو اُن پر دونون شقون کے جدا
جدا محذور سے معلوم ہو گیا کیونکہ جواز اور عدم جواز کے مقتضیات جمع ہونے سے عدم جواز کا مقتضی موثر
ہو گا دوسرا جواب آگے شرکت تقبل کے محذور سوم مین آتا ہے یہ تحقیق تو اول صورت کی ہوئی
اور دوسری صورت یعنی شرکت تقبل اولاً تو ایسا واقع نہین کیونکہ قاضی کو جو ملتا ہے اُس مین سے

نائب کو کچھ نہین دیا جاتا دوسرے ہدایہ کتاب القسمۃ مین مصرح ہے کہ جو لوگ تقسیم کا کام اجرت پر کرتے
ہون حاکم اسلام کو چاہیئے کہ ان کو باہم شریک ہونے دے کہ عمل تقسیم کی اجرت گران نہو جاوے یہی حال
ہے نکاح خوانی کا کہ ضرورت اسکی دنیا اور دین دونون اعتبار سے ہر شخص کو پڑتی ہے اور اکثر نکاح خوان
لوگ باوجاہت ہوتے ہین اگر سب جدا جدا رہین گے ہر شخص ارزان ملیگا اور اگر سب شریک ہو گئے تو
گران ہو جاوین گے تیسری خرابی وہی ہے جو قسم سوم کی نفی مین مذکور ہوئی ہے کہ عرفاً یہ قاضی کا
حق مختص سمجھا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اختصاص کا کوئی استحقاق نہین اور جو شخص قاضی یا نائب قاضی کو
بلاتا ہے اسی استحقاق و اختصاص کی بناء پر بلاتا ہے پس قاضی کا اجیر بنانا جب اس بناء فاسد پر
مبنی ہے تو خواہ وہ بالانفراد اجیر ہو جیسا ابھی صورت اولی مین مذکور ہوا جسمین حوالہ اسی مخدور سوم کا دیا
گیا ہے اور خواہ بالاشتراک اجیر ہو جیسا اس صورت دوم مین فرض کیا گیا ہے ہر حالت مین بناء الفاسد علی
الفاسد کے سبب ناجائز ہوگا پس سابقہ متعارف صورتین اور اخیر کی غیر متعارف صورتین سب ناجائز قرار
پائین البتہ اگر مثل دیگر معمولی اجارات تعلیم اطفال و فرائض نویسی اور دوسری صنعتون اور حرفتون
کے اسکی بھی حالت رکھی جاوے کہ جس کا دل چاہے جس کو چاہے بلاوے اور کسی کی خصوصیت نہ سمجھی
جاوے اور جس اجرت پر چاہین جانبین رضامند ہو جاوین نہ کوئی اپنے کو اصل مستحق قرار دے نہ
دوسرون کے ذہن مین اسکو پیدا کیا جاوے اور اگر اتفاق سے کوئی دوسرا یہ کام کرنے لگے نہ اس سے
رنج و آزردگی ہو اگر نائب نیابت سے دست بردار ہو کر خود مستقل طور پر یہ کام شروع کر دے نہ اسکی
شکایت ہو اور شہر مین جتنے چاہین اس کام کرین اُن سب کو آزاد سمجھا جاوے ہان جو اس کا اہل نہو
اُس کو خود ہی جائز نہوگا وہ ایک عارض کی وجہ سے روکا جاوے گا جیسا کوئی امام اگر قرآن صحیح نہ
پڑھتا ہو امامت سے روکا جاوے لیکن جو بہت سے آدمی اسکے اہل ہون تو اُن مین مختلف و متعدد
آدمی اس کام کو کرنے کے مختار سمجھے جاتے ہین اسی طرح اس نکاح کے ساتھ معاملہ کیا جاوے اور نیز
بلانے والا اپنے پاس سے اجرت دے دولھا والون کی تخصیص نہو اس طرح البتہ جائز اور درست ہے
غرض دوسرے اجرت کے کامون مین اور اس مین کوئی فرق نہ کیا جاوے یہ تحقیق ہے اُس اجرت
نکاح خوانی کے متعلق اور جو مضمون اخیر مین مکرر کے عنوان سے لکھا ہے اُسکا جواب بہت واضح ہے
کہ دوسرے شخص کے دین سنوارنے کے لیئے اپنا دین بگاڑنا کسی طرح درست نہین ہو سکتا خصوصاً

جبکہ اس کا دوسرا طریقہ بھی ممکن ہو جیسا کہ احقر نے ابھی عرض کیا تھا کہ اس پیشہ کو عام رکھا جاوے مگر نااہل کو نہ بلایا جاوے اس کا تو کام لینے والے خود یا کسی ذیعلم سے دریافت کر کے انتظام کر سکتے ہیں دوسرے یہ کہ اس انتظام متعارف میں بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بہت جگہ نااہل اس کام کو کر رہے ہیں پھر اس انتظام کی پابندی سے شرعاً کون نفع خاص ہوا اور پابندی نہ کرنے سے کون ضرر خاص ہوا پھر یہ کہ قاعدہ شرعی ہے کہ جب کسی امر میں مفسدہ و مصلحت جمع ہو جاویں مفسدہ موثر ہوتا ہے مصلحت مؤثر نہیں ہوتی پس اگر اس مصلحت کو تسلیم بھی کیا جاوے تو اس قاعدہ کی بنا پر اس عمل کی اجازت نہ دی جاویگی واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۲۱ محرم ۱۳۲۴ھ

سوال۔ علماء دین و مفتیان شرع متین ابقاہم اللہ الی یوم الدین اس مسائل میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے زمین افتادہ ایک دو سال کو کرایہ لیکر اجازت سے چھپر ڈال لیا بعد چند روز چھپر اتار کر کے بغیر اجازت مالک زمین کے مکان خام بنالیا جب مالک زمین کو اطلاع ہوئی تو کہا کیوں بغیر اجازت میری مکان بنالیا کرایہ والے نے کہا کہ اپنے آرام کو بنایا ہے یہ مالک زمین اپنی زمین کا ہر سال کرایہ لیتا رہا اب پندرہ برس کے بعد مالک زمین کہتا ہے کہ میری زمین مع ملبہ خالی کردو تو اب وہ ملبہ مالک زمین کی ہے یا کرایہ والے کا اور جسوقت زمین کرایہ کو لی گئی تھی اُسوقت کوئی وعدہ مقرر نہیں کیا گیا تھا کہ ہم دس برس یا پندرہ برس تک کرایہ کو لیتے ہیں جب سال گذرا کرایہ دید یا اول جب زمین کرایہ کو لی تب سال بھر کا وعدہ کیا تھا اور سال گذرا کرایہ دے دیا اسیواسطے اسقدر عرصہ گذر گیا۔

الجواب۔ فی الھدایۃ ویجوز ان یستاجر الساحۃ لیبنی فیھا او لیغرس فیھا نخلا او شجرا ثم اذا انقضت مدۃ الاجارۃ لزمہ ان یقلع البناء والغرس ویسلمھا فارغۃ الا ان یختار صاحب الارض ان یغرم لہ قیمۃ ذلک مقلوعا ویتملکہ فلہ ذلک وھذا برضاء صاحب الغرس والشجر الا ان ینقص الارض بقلعھا حینئذ یتملکھا بغیر رضاہ اھ وفیھا ومن استاجر دارا کل شھر بدرھم فالعقد صحیح فی شھر واحد فاسد فی بقیۃ الشھور الا ان یسمی جملۃ الشھور معلومۃ فان سکن ساعۃ من الشھر الثانی صح العقد فیہ ولیس للمواجر ان یخرجہ الی ان ینقضی وکذلک کل شھر سکن فی اولہ اھ اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے ۱ بدون اجازت مالک زمین کے مکان بنانا چاہیئے نہ تھا ۲ بعد بنانے کے بھی اگر اجازت نہیں دی تو مالک زمین کو اختیار ہے

جب چاہے مکان کو الٹوا دے ۳ اور اگر بعد بنانے کے اجازت دیدی ہو تو اُس مین یہ حکم ہو کہ جس روز
یہ سال کرایہ کا ختم ہوتا ہے جب وہ روز آوے اُس روز تو زمین خالی کرا لینے کا اختیار ہے اور اگر
درمیان سال کے خالی کرانا چاہے تو اُس کرایہ دار کی رضامندی پر خالی ہو سکتا ہے البتہ اگر درمیان
سال کے مالک زمین یون کہدے کہ دیکھیئے یہ سال ختم ہو کر پھر مین کرایہ پر زمین دینے پر رضامند نہین
ہون کرایہ کو توڑے دیتا ہون تو سال ختم ہونے کے بعد خواہ عین ختم کے دن خواہ اُسکے کتنے دن بعد
مالک زمین کو زمین خالی کرا لینے کا اختیار ہو گا ۴ مالک زمین کو بہ تفصیل بالا جسوقت زمین خالی کرانے کا
اختیار شرعاً حاصل ہو کرایہ دار کو انکار جائز نہین ۵ جسوقت زمین خالی کرانے کا وقت آجاوے
اُس وقت اگر مالک زمین و مالک مکان دونون اس بات پر رضامند ہون کہ ملبہ کی جو قیمت بحالت
اکھڑے ہوئے ہونے کے ہو وہ قیمت مالک زمین اُس مالک مکان کو دیکر مکان کو کھڑا رہنے دے
اور زمین مع مکان لیلے تو بھی جائز ہے اور اگر دونون اسپر اتفاق نہ کرین تو مکان والا اپنا ملبہ
اکھاڑ کر لیجاوے اور زمین والا اپنی زمین لے لے ملبہ زمین والے کا نہین ہے واللہ اعلم بالصواب فقط

۵- جمادی الاولے ۲۵ھ

سوال- اگر کسی محصل چندہ کو اہل مدرسہ تحصیل چندہ کے لیئے اس شرط پر مقرر کرین کہ جو آمدنی ہووے
تو اُس کا چہارم یا سوم یا پنجم یا نصف دو تہائی حصہ ہووے اس زمانہ کی موجودہ حالت اور ضرورتون
کے لحاظ سے شرعاً مباح ہے یا نہین۔

الجواب- حنفیہ کے اصول پر یہ اجارہ فاسدہ ہے اور دوسرے مذاہب کی تحقیق نہین فقط ۱۲- ذوالقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال- اگر کسی شخص کو کچھ اجرت دیکر مچھلی پکڑوائی تو کھانا درست ہے کہ نہین۔

الجواب- یہ ملک ہوئی پکڑنے والے کی اُس سے بزور لینا جائز نہو گا بخوشی دیدے تو درست ہے
اور یہ اجارہ باطل ہے- ۱۵- ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال- اگر کوئی شخص دو آدمی خواہ تین آدمی مقرر کر دیوے کہ تم لوگ مچھلی نالاب سے پکڑا کرو
ہم تم لوگون کو اسقدر مزدوری دیوین گے درست ہے کہ نہین اور مچھلیون کا کھانا درست ہے کہ نہین۔

الجواب- اجارہ باطل ہے مچھلی آخذ کی ملک ہے اگر بخوشی دیدے کھانا جائز ہے والدلیل علیہ ما فی
الدر المختار استاجرہ لیصید لہ او یحتطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز والا لا فی رد المحتار- قولہ جاز لانہ

تنخواہ محصل چندہ بر نصف حاصل

تنخواہ بر اخذ سمک

ایضاً

اجیر وحدہ وشرطہ بیان الوقت قولہ والالا ای والحطب للعامل ط ج ٥ ص ٥٩ وفیہ فلو لم یوقت وعین الحطب فسد والحطب للمستاجر وعلیہ اجر مثلہ۔ ١٥۔ ذی الحجہ ١٣٢٥ھ

نوکری کردن کاسبان حرام یا چیزے فروختن بدست ایشان

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین شرع متین اس مسئلہ مین کہ کسی شخص نے ایک کسبی یا سود خور یا مے فروش کی نوکری کی اور تینون کی آمدنی محض حرام ہو تو اب اسکو اس مال حرام سے جو تنخواہ ملی حلال ہے یا نہین یا کسی شخص نے اپنے گیہون یا کوئی اور چیز کسی مے فروش کے ہاتھ فروخت کی اور اُسنے اُس آمدنی ناجائز سے قیمت دی تو اب اُسکو وہ حلال ہے یا نہین اس مسئلہ کی اچھی طرح تشریح فرمایئے۔ نور الحسن رودلی۔

الجواب ۔ جنکی آمدنی بالکل حرام خالص ہے جیسے کسبی یا مے فروش یا سودخوار وغیرہم انکی نوکری کرنی ناجائز ہے اور جو تنخواہ اس مین سے ملتی ہو وہ حلال نہین اور اسیطرح اپنی چیز اُسکے ہاتھ فروخت کرکے اُسی مال حرام مین سے قیمت لینی بھی حلال نہین۔ قال اللہ تعالی ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب تو اپنی پاکیزہ مزدوری یا پاکیزہ چیز کو اُس ناپاک مال سے بدلنا ناجائز ٹھیرا۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحل ثمن الکلب ولا حلوان الکاہن ولا مہر البغی ص ١٣٦ وقال عم ان اللہ حرم الخمر وثمنہا ص ١٣٧ وعن ابن عباس رض قال رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا عند الرکن قال فرفع بصرہ الی السماء فضحک فقال لعن اللہ الیہود ثلاثا ان اللہ تعالی حرم الشحوم فباعوہا واکلوا اثمانہا وان اللہ تعالی اذا حرم علی قوم اکل شئ حرم علیہ ثمنہ ص ١٣٧ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ ص ١٢٧ سنن ابی داؤد جلد ثانی وغیر ذلک من الآیات والاحادیث ہان جن لوگون کی آمدنی مشتبہ اور مختلط الحلال والحرام غالب الحلال ہو مثلا یہی لوگ کسبی وے فروش وسود خوار وغیرہم کوئی دوسرا پیشہ مباح مثل تجارت حلال یا اور کچھ بھی کرتے ہون اُس وقت انکی نوکری اور اپنی چیز ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ تنخواہ یا قیمت حلال مال مین سے دین یا خیر مشتبہ غالب الحلال سے دین نہانا صلعم عن کسب الامۃ الا ما عملت بیدہا وقال ہکذا باصابعہ نحو الخبز والغزل والنقش ابو داؤد جلد ثانی ص ١٣٠ وجہ یہ کہ مشتبہ سے تحرز متعذر اور دشوار ہے پس بضرورت جائز ہو لان الضرورات تبیح المحظورات ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اگرچہ خلاف تقوی ہے کہ دع ما یریبک الی ما لا یریبک وہو الموفق۔ ١٣ محرم ١٣٠١ھ

حقوق زمینداری بذمہ کاشتکار

سوال۔ ابواب وحقوق زمینداری وکاشتکاران کے ذمہ ہمیشہ سے مقرر ہین وہ لینے جائز ہین یا نہین مثلاً جیسے کاشتکار سے غلہ خرید کرتے ہین وہ بازار کے نرخ سے ایک سیر زیادہ لیتے ہین اور اگر دانہ بندی کرکے اپنے حق کے غلہ کے اُن سے دام لیتے ہین وہ بازار کے نرخ سے ایک سیر کم کرکے اُن سے قیمت لیتے ہین یا بابت کاہ چرائی بکرا لیا جاتا ہے یا روغن زرد بذمہ کاشتکاران مقرر ہے یا اور حقوق ہین وہ جائز ہین یا ناجائز۔

الجواب۔ جو کچھ حقوق زمینداروں نے کاشتکاروں پر مقرر کر رکھے ہین اگر علاوہ اجرت زمین کے ہین مثلاً چرائی کا بکرا لیتے ہین اُنکے ممنوع ہونے مین تو کچھ شک نہین قال اللہ تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلاء والنار الحدیث وتحقیقہ فی موضعہ اور اگر یہ حقوق اجرت زمین مین داخل ہین تو اجرۃ کا معلوم ومتعین ہونا اور وقت عقد تصریح کرنا ضرور ہے۔ ولا یصح (ای الاجارۃ) حتی تکون المنافع معلومۃ والاجرۃ معلومۃ ہدایہ پس ان حقوق مین سے جو غیر معین ہین یا قابلیۃ اجرۃ ہونے کی نہین رکھتے جیسے کاشتکار سے ایک سیر غلہ زیادہ لینا یا اپنا کم کرکے دینا وعلی ہذا القیاس یہ بھی جائز نہین اگرچہ شرط کرلے بلکہ شرط کرنے سے اجارہ بھی فاسد ہوجاوے گا اور جو حقوق متعین ہون مثلاً ہم روغن زرد اسقدر لین گے پس یہ حقوق اگر وقت عقد یعنی پٹہ لکھنے کے صراحۃ کہدے اور لکھدے اور وہ راضی ہوجاوے جائز ہین لقولہ تعالے الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ورنہ جائز نہین۔ واللہ تعالے اعلم۔

حکم تنخواہ مرتشی

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید بکر کا ملازم ہے اور رشوت لیتا ہے ایسی حالت مین وہ تنخواہ معینہ اپنی بکر سے حاصل کرتا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

الجواب۔ قال اللہ تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیہ یعنی لوگون کے مال باطل طریق سے مت کھاؤ پس رشوت چونکہ اکل بالباطل ہے حرام ہے اور جو تنخواہ معینہ بمقابلہ نوکری ملتی ہے اگر وہ نوکری خلاف شرع نہین تو چونکہ وہ اکل بالباطل نہین حلال ہے اور اگر خلاف شرع ہے تو وہ نوکری بھی حرام ہے اُسکی تنخواہ بھی حرام ہے ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۳ھ

حکم نوکری محکمۂ آبکاری

سوال۔ سررشتہ مسکرات مثل آبکاری وافیون وغیرہ مین اہل اسلام کو نوکری کرنا کیسا ہے

اور ایسے ملازم قابل امامت ہین یانہین۔

الجواب۔ نوکری کرنا ایسے کارخانون مین جائز نہین کہ اعانت علی المعصیۃ ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان وعن انس قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرہا ومعتصرہا وشاربہا وحاملہا والحمولۃ الیہ وساقیہا وبایعہا وآکل ثمنہا والمشتری لہا والمشتری لہ رواہ ترمذی وابن ماجہ خیر المواعظ اور افیون کا استعمال جس صورت مین ناجائز ہے اُسکے اعتبار سے تو اسکا حکم مثل خمر کے ہے فالمعین فی ذاک کالمعین فی ہذا لقولہ علیہ السلام الاان کل مسکر حرام وکل مفتر حرام و کل مخدر حرام رواہ ابونعیم خیر المواعظ اور جس صورت مین استعمال جائز ہے اُسکے اعتبار سے اُسکی بیع سے روکنا دوسرون کو ظلم ہے اور ظلم کی اعانت بھی حرام ہے غرض ہر حال مین یہ شخص بھی معین ہے فعل ناجائز کا اور یہ لوگ بھی فاسق ہین اُنکی امامت بھی مکروہ ہے لمامرے

اے قدم بر داشتہ از راہ دین — ازچہ شد ماکول وملبوست چنین

چند مال شبہ ناک آری بکف — چند جاکٹ پوش باشی خوش علف

عاقبت سازد ترا از دین بری — این تن آرائی واین تن پروری

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

سوال ایک شخص کے زمین بیس بیگھہ ہے اُسکو اکتالیس روپیہ اس اقرار پر دیئے کہ عرصہ دس برس تک اس کا پیداوار ہم لیتے رہین اور جو محصول سرکاری پٹہ کا ہے اصل مالک ادا کریگا مگر روپیہ اکتالیس بعد دس برس کے مالک زمین سے کھانے والا پیداوار زمین کا واپس نہ لے گا اور بعد دس برس کے مالک زمین اپنی زمین پر قابض ہو جاوے گا اس طرح کا کھانا درست ہے یانہین۔

الجواب۔ معلوم نہین کہ اُس زمین مین کوئی چیز پیداواری کی موجود ہے یا یہ کہ بطور کرایہ کی زمین لی ہے کہ اسمین جس طرح چاہے جوتے بووے اور پیداوار لے پس اگر دوسری صورت ہے تو یہ عقد اجارہ ہے دس برس کی میعاد تک وہ زمین بمقابلہ اکتالیس روپیہ کی اجارہ لی ہے یہ جائز ہے کچھ حرج نہین اختیار ہے جو چاہے بووے اور حاصل کرے مگر اس مین شرط یہ ہے کہ یہ اجارہ بدون دباؤ قرض کے ہو اور اگر مقصد اکتالیس روپیہ کا قرض لینا تھا اور قرض دینے والا قرض پر نفع حاصل کرنے کی غرض سے یہ حیلہ کرے کہ یہ زمین جسمین منفعت زیادہ ہے بمقابلہ اس اکتالیس روپیہ کے

دیدو تو بوجہ اسکے کہ یہ رعایت قرض کے دباؤ مین ہوئی ہے حرام اور سود ہے اور اگر اس زمین مین کوئی چیز آمدنی کی مثل باغ وغیرہ موجود ہے تو یہ عقد جائز نہین کیونکہ اجارہ تو ہو نہین سکتا کہ اجارہ مین تملیک منافع کی ہوتی ہے اور یہ تملیک عین ہے نہ رہن مجرئی ہو سکے کیونکہ رہن مجرئی مین بعد حصول پیداوار اُسکی قیمت لگاتے ہین اور یہان پہلے طے ہو چکی دوسرے اس مین کوئی مدت نہین ہوتی بلکہ جب تک مجرا ہووے وصول کئے جاوئے پھر چھوڑ دے یہان مدت ٹھیری ہے نہ بیع پیداوار کی ہو سکی کیونکہ وہ معدوم ومجہول ہے اور بیع موجود ومعلوم ہونی چاہیئے پھر زمین پر قبضہ بے معنے ہے پس جب عقود صحیحہ مین سے کچھ نہین ہو سکتا تو معاملہ باطل ٹھیرا حاصل یہ کہ اگر اُس زمین مین کوئی چیز پیداواری کی موجود نہین اور روپیہ والا دس برس تک بطور اجارہ کے رکھکر اُس سے منفعت حاصل کرے جائز ہے مگر اُس مین وہی شرط ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اگر کوئی چیز موجود ہے تو یہ معاملہ باطل ہے اور اگر کچھ زمین بطور اجارہ ہے اور کسیقدر مین کوئی چیز موجود ہے پس اگر ہر ایک کا جدا معاملہ کرین تو معاملہ اجارہ کا جائز ہوگا اور دوسرا معاملہ باطل اور دونون کا ایک معاملہ کرین تو بسبب شیوع فساد کے سب باطل ہوگا۔ واللہ اعلم فقط ۲ صفر ۱۳۰۱ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ جس شخص کا دل نوکری کو بسبب قواعد کے کہ اُسمین نماز فرضی قضا ہوتی ہے اور انگریزی زبان سیکھنی اور بولنی پڑے اور اصل مقصود اس قواعد وغیرہ سے یہ ہے کہ جب کہین لڑائی درپیش ہو تو قواعد دان بھیجے جاوین نہ چاہتا ہو اور والدین واسطے چھوڑنے کے ازبس ناراض ہین اور نوکری کرنے مین خوش ہین اسکے جواب سے سائل کو معزز فرماوین۔

الجواب۔ یہ نوکری بوجہ اسکے کہ نماز فرض فوت ہوتی ہے اور وقت مقابلہ کفار ومسلمین کے تائید کفار کی کرنی پڑتی ہے اور وقت پر انکار ہو نہین سکتا ناجائز ہے اس کا چھوڑ دینا چاہیئے اگرچہ والدین ناراض ہون خدا تعالے کے سامنے کسی کی طاعت نہین ہے۔ قال اللہ تعالی ان الحکم الا للہ الآیہ وایضا قال جل شانہ وان جاھداك علے ان تشرك بی مالیس لك بہ علم فلا تطعھما الآیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق الحدیث واللہ اعلم فقط ۷ محرم جمعہ ۱۳۰۱ھ

سوال۔ حضرات علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص نے مثلا اپنی زمین

نوکری دل نوکری کی خلاف شرع
حکم اطاعت والدین در معاملہ

جس مین درخت ڈھاک کے تھے کسی کو دو سال پر ٹھیکہ پر دیدیے اور جس کو دیدیئے اس سے یہ کہا کہ اتنی مدت تک یہ زمین تیرے قبضہ مین ہی تجکو اختیار ہے کہ توان درختون کو کاٹ یا رکھ بعد انقضاء مدت معہودہ یہ زمین مین تجھ سے لے لونگا تو آیا یہ معاملہ اُسکو کرنا جائز ہے یا نہین اور وجہ عدم جواز کی کیا ہی مولوی عبدالرحمٰن مراد آبادی۔

الجواب۔ یہ معاملہ صحیح نہین کیونکہ معنی کلام کے یہ ہوئے کہ دو سال تک جتنے درخت تو کاٹ لیگا وہ تیرے ہاتھ بیع ہین اور تعداد اُن درختونکی معلوم نہین کہ دو سال مین کتنے کٹینگے تو بیع مجہول کی ہوئی اور یہ جائز نہین۔ سلخ محرم ۱۳۱۱ھ

کتاب الدعوے

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ عمرو نے بوجہ بغاوت حاکم وقت اپنی جائداد بغرض محفوظی زید اپنے برادرزادہ حقیقی کے نام کرادی اور ہمیشہ وہ جائداد بقبض و تصرف عمرو رہی اور کبھی قبضہ زید کا مالکانہ اُسپر نہین ہوا اب زید بعد وفات عمرو فقط اس وجہ سے کہ وہ جائداد اُسکے نام بغرض مذکور کرادی تھی وارثان عمرو سے دعوی ملکیت کرتا ہے تو اس صورت مین ملک اُسکی ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ دعویٰ اُسکا صحیح و درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس صورت مین عمرو نے محفوظی جائداد کے واسطے ایک حیلہ کیا ہی پس زید کسی طرح اُس جائداد کا مالک نہین ہوسکتا کیونکہ نہ تو استیلاء حاکم اُس جائداد پر پایا گیا کہ یون کہہ سکین کہ حاکم کی طرف سے زید کی ملکیت ہوگئی اور نہ قبضہ زید کا اُس جائداد پر مالکانہ پایا گیا پس دعوی زید کا غلط ہے اور وہ جائداد وارثان عمرو کی ہے۔ فقط

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مرد مسلمان جو کچھ نقد و جنس اپنی آمد و تجارت یا نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے پیدا کرکے بغرض حفاظت اپنی زوجہ کے تحویل مین رکھے یا کوئی جائداد بغرض انتظام و حفاظت اپنے روپیہ سے خرید کرے اور بیعنامہ مین زوجہ کے نام تحریر کراوے اور اُس جائداد کی آمدنی بھی اپنے خرچ خانگی مین صرف کرتا رہے اور جب زوجہ مذکور بقضائے الٰہی انتقال کرجائے تو وہ مرد مسلمان اُس جائداد کو اپنے قبضہ و تصرف مین رکھے تو ایسی حالت مین اُس شخص کے پسر جو اُس زوجہ کے بطن سے پیدا ہوئے ہین اپنی والدہ کا

ترکہ سمجھکر کہ بعینامہ مین زوجہ کا نام لکھا دیا تھا اپنے باپ سے واپس مانگتے ہین اور شوہری حصہ ایک ربع دیتے ہین لہذا وہ جائداد شرعًا اُس مرد مسلمان کی ہے یا اُسکی زوجہ کی اور مہر زوجہ ادا ہوگیا تھا اُس کا جھگڑا اس مین کچھ نہین ۔

الجواب ۔ اگر واقعہ مطابق صورت مذکورہ سوال کے ہے تو زوجہ کے حق مین کوئی امر اسباب ملک سے نہین پایا گیا یعنی نہ وہ مشتری ہے اصالۃً یا وکالۃً اور نہ یہ ہے کہ شوہر نے لبطور اشترا فضولی کے اُسکی طرف سے خریدا ہوا اور اُس نے اس بیع کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو پھر خواہ ثمن خود دیتی یا تبرعًا کوئی دوسرا دیدیتا اور نہ زوج کی طرف سے کوئی صیغہ ہبہ پایا گیا اور نہ زوج کی جانب سے کوئی اقرار اس کا کہ یہ جائداد زوجہ کی ملک ہے پایا گیا اور یہی اسباب ملک کے اس صورت مین ہو سکتے تھے جب سب منتفی ہین تو جائداد ملک زوج کی ہے زوجہ کی نہین البتہ اگر اسباب مذکورہ مین سے کوئی امر با قرار زوج کے یا ورثہ زوجہ کے بینہ یعنی گواہ قائم کرنے سے ثابت ہوجاوے تو اسوقت جائداد ملک زوجہ کی ہے اور میراث جاری ہوگی وہذا کلہ ظاہر واللہ تعالی اعلم ۱۷ ر جمادی الاخری ۱۳۲۵ھ

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے بکر سے کہا کہ فلانی زمین میرے دادا کی تیرے دادا نے بزور اپنے قبض و تصرف مین کرکے کچھ غلہ مقرر کرلیا تھا وہ ملتا بھی رہا اب عرصہ چالیس ۴۰ پینتالیس ۴۵ سال سے وہ بھی نہین ملا بکر نے جواب دیا کہ اس حال کی مجھکو بالکل خبر نہین نہ مین نے کبھی اپنے مورثون سے سنا نہ کوئی کاغذ ایسا دیکھا اور نہ کسی سے ثابت ہوا اور زمانہ حیات مورث مین کیون دعوی نہ کیا اور اس زمانہ مین بکر کے دادا کی جائداد ورثہ پر تقسیم بھی ہوگئی ہے مگر زید کا دعوی صرف بکر سے ہے اس بنیاد پر اگر بفریب و جھوٹ کوئی مقدمہ عدالتی حکام وقت زید بکر پر قائم کرکے نقد روپیہ وصول کرے تو اُس کو جائز ہے یا نہین ۔ فقط ظہیر الدین از انبہٹہ

الجواب ۔ اگر زید اس دعوی مین سچا ہے تو جس حالت مین کہ وہ زمین سب ورثہ مین منقسم ہے فقط بکر پر دعوی کرنا جائز نہین مدعا علیہم سب ہین سب سے دعوی کرکے اول تو اگر کسی طور پر ممکن ہو تو وہ زمین ہی لے لے اور اگر نہو سکے تو جھوٹا مقدمہ قائم کرکے تو روپیہ وصول کرنا جائز نہین ہان بقدر اپنے حق کے روپئے ورثہ سے چھین لے یا چرالے یا کسی حیلہ سے لے لے مثلاً قرض کے بہانہ لیکر پھر نہ دے یہ جائز ہے یعنے جتنے جتنے کسی وارث کے پاس ہے بقدر اُس کی قیمت کے اس سے لیلے

مگر احتیاط کرنا یعنی روپیہ نہ لینا بہتر ہے کیونکہ صاحب حق کا خلاف جنس سے لینا مختلف فیہ ہے فی کتاب الحجر من الشامی قال الحموی فی شرح الکنز نقلا عن العلامۃ المقدسی عن جدہ الاشقر عن شرح القدوری للاخصب ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانہم لمطاوعتہم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتہم العقوق قال الشاعر عفاء علی ہذا الزمان فانہ زمان عقوق لازمان حقوق + وکل رفیق فیہ غیر مرافق + وکل صدیق فیہ غیر صدوق + ج ۵ ص۹۵ ولیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع ۱۲ در مختار قولہ وجوزہ الشافعی قدمنا فی کتاب الحجر ان عدم الجواز کان فی زمانہم اما الیوم فالفتوی علی الجواز ۱۲ شامی جلد خامس ص۱۷۰۔ ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال- قدیم زمانہ مین جب کہ معاملات کے انفصال کا شریعت پر حصر تھا تمام معاملات اور دعاوی مین سوائے اوقاف اور ایسے دعاوی کے جو منافع عام کے متعلق ہین سماعت کے لئے پندرہ سال تک تحدید کردی گئی تھی جسکو علماء شریعت نے (مرور زمان) سے تعبیر کیا ہے اور عملدرآمد اسی پر رہا ہے کہ اگر مدعی علیہ اسقدر میعاد گذر جانے کی وجہ سے قابل سماعت نہ رہنے کا عذر پیش کرتا تھا تو عذر اُسکا مسموع ہوتا تھا بالفعل عثمانی حکام شریعت اور حکام عدالت دیوانی اس تحدید کے پابند ہین سہولت کے لئے چند معتبر کتب شرعیہ کا حوالہ بھی ذیل مین دیا گیا ہے۔ اگر جناب کے نزدیک بھی عملدرآمد اسی پر ثابت ہو جاوے اپنے قلم یا مہر سے اس پرچہ کو مزین فرماوین- فی فتاوی القباہی لاتسمع الدعوی بعد ست وثلاثین سنۃ ولکن المختار الآن ان لاتسمع بعد خمس عشرۃ سنۃ لامر السلطان وعلیہ الفتوی بزازیہ من کتاب الدعوی وورد الامر من السلطان بعدم سماع حادثۃ لہا خمس عشرۃ سنۃ وقد افتیت بعدم سماعہا لنہیہ من البحر الرائق فی کتاب الدعوی القضاء یجوز تخصیصہ وتقییدہ بالزمان والمکان واستثناء بعض الخصومات کما فی الخلاصۃ فعلی ہذا لو امر السلطان بعدم استماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ لاتسمع الاشباہ والنظائر وہکذا فی الظہیریۃ لان السلطان لم یوکل بسماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ فیکون الافتاء بقول الشارع لا القانون فقط

الجواب- فی الدر المختار (فرع) القضاء مظہر لا مثبت ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ

(تحقیق عدم سماع دعوی بعد مرور میعاد)

حتے لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر فسمعھا لم ینفذ قلت فلا تسمع الآن بعد ھا الا بامر الخ اس روایت سے حکم مسئول عنہ کی لم اور حقیقت اور مبنی اصلی منکشف ہوگیا یعنی چونکہ ولایت قاضی کی مستفاد ہوتی ہے امر سلطانی سے توجسقدر سلطان نے اُسکو اختیارات دیئے ہین اُنسے زائد مین وہ قاضی ہی نہین اسلئے اُسکے احکام اُن امور مین نافذ نہونگے پس جب سلطان نے اسکو کہدیا کہ اتنی مدت کے بعد تم دعوی مت سننا اور بتصریح روایت فقہیہ قضا کی تقئید مکان و زمان کے ساتھ جائز ہے اسلئے معنے کلام سلطان کے یہ ہوئے کہ تمہاری قضا خاص ہے ان ہی واقعات کے ساتھ جو اس میعاد کے اندر کے ہون اور دوسرے واقعات مین ہم تم کو قاضی نہین بناتے یہ وجہ ہے قضا نافذ نہونے کی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ واقع مین صاحب حق کا حق زائل و باطل ہوجاوے یا خود سلطان کو اس قید کا رفع کرنا جائز نہو چنانچہ قول الا بامر خود اس کا صریح مؤید ہے اور جب اس حکم کی علت معلوم ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تقئید اسی وقت اور اُسی شخص کے حق مین ہے جو اُس سلطان کا محکوم ہو اور جب تک وہ سلطان زندہ رہے اور اپنے اسی حکم پر قائم رہے اور اگر کوئی حاکم و قاضی اُس سلطان کے دائرہ حکومت سے خارج ہو یا وہ سلطان مرجاوے جسکے مرنے سے بتصریح فقہاء اُسکا حکم مرتفع ہوجاتا ہے یا خود وہ سلطان اپنا حکم منسوخ کردے ان صورتون مین یہ حکم نہین خلاصہ یہ ہے کہ یہ حکم مقصود شرعی نہین بلکہ شعبہ ہے توکیل بامر خاص کا چنانچہ عبارت سوال مین سے یہ قول لان السلطان لم یوکل الخ اسکی صریح دلیل ہے اس بناء پر غیر حدود سلطنت عثمانیہ مین ان روایات کو حکم فقہی سمجھکر عمل کرنا جائز نہین اور حدود عثمانیہ مین بھی صرف قضاۃ پر عمل واجب ہے نہ اہل حقوق پر۔

کتاب القضاء

سوال ۔ قاضی درین ملک نصاری در کسے جا موجود ست یا نہ و قاضی چگونہ میشود اگر مردم قصبۂ کلان اعلی ادنے جمع شدہ امام جمعہ و جماعت و عیدین یکے عالم را سازند آن عالم کار قاضی کردن میتواند یا نہ مولانا رشید احمد صاحب در جواب نوشتہ بودند کہ نابالغہ نکاح کردۂ برادر چون بالغہ شد و بفور علامت حیض انکار کرد نکاح فسخ میشود پس یکی نابالغہ خاندان ماکہ از بیوقوفی و تعصب قوم بنکاح صغیر در آمدہ بود بالغ شدہ انکار کرد پدر نابالغ را راضی کردہ حکم ساختہ از حکم فسخ کنانیدیم و بدیگر خویش

ف بودن حکم حکم سلطین در احکام قضا

نکاح کردیم بعض اقوام ما معترض ہستند درین حکم چیست فقط

جواب - قاضی آن کہ برائی فصل خصومات حاکم ساختہ شود و برائی عموم نفاذ احکامش دو طریق ست تولیت از سلطان گو کافر باشد و تولیت از عامہ مسلمین واگر در واقعہ خاصہ صرف متخاصمین بر نفس خود ہا اورا والی سازند آن حکم ست و در حق نفس آنہا مثل قاضیست نہ در حق غیر آنان پس بناءً علیہ درین ملک آن احکام کہ برای این غرض از سرکار مامور کردہ می شوند اگر مسلمان باشند در حکم قضاۃ ہستند مثل ڈپٹی وغیرہ فی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ وفیہ ولو فقد دال بغلبۃ الکفار وجب علی المسلمین تعیین دال وامام للجمعۃ فتح پس آنکس کہ مسلمانان اورا محض برای اقامت اعیاد و جمعہ ہا قائم کردہ اند در حکم قاضی نیست البتہ اورا متخاصمین حکم میتوانند ساخت پس در صورۃ مسئولہ اگر شوہر نابالغہ بشرطیکہ خود بالغ باشد و منکوحہ مذکورہ کسے را حکم ساختندے قضایش بریشان نافذ گردیدے و پدر شوہر اگر کسے را حکم سازد نامعتبر ست چراکہ حکم حکم بر غیر محکم نافذ نمے شود فی الدر المختار ہو ای التحکیم) تولیۃ الخصمین حاکماً یحکم بینہما وفیہ لایتعدی حکمہ الی غیرہما پس چون از شوہر تحکیم صادر نشد لہٰذا قضای حکم نافذ نہ گردیدہ واللہ اعلم ۲۱- رجب ۱۳۲۱ھ

سوال - متعلق جواب بالا- قاضی درین ملک چنانچہ فرمودند مفقود ست لاکن حکم وقت علاقہ ما بعض وقت اسسٹنٹ و تحصیلدار و جج کسے نہ کسے مسلمان می باشند امااو شان چنین فیصلہ قضا یعنی فسخ نکاح ہرگز ہرگز نے کنند واگر تقدیراً کنند و نخواہند کرد دیگر علما یان این طرف نیم علم خطرۂ ایمان بالکل بے علم وکم فہم و متعصب اند این حاکمان را حکم کفر در پردہ و عاملان را کفر ظاہر خواہند داد و علی ہذا القیاس قاضی حنفی مقرر سرکار و عوام مردم کہ در ضلع دیگر باشد از خوف خلاف مذہب قطعاً حکم فسخ نکاح مفقودۃ الزوج نخواہد کرد آرے دریجا شہرے قاضی حنفی بود اہلحدیث شدہ است لاکن بر فیصلہ ہا اجرت بے اندازہ می گیرد اگر جائز باشد از و فتوی گرفتن مفقود الزوج از و حکم گیرد و دیگر عالم اہل حدیث ہم است چیزے نخواہد گرفت و قریب ست اگر جائز باشد از و حکم گیریم واگر جائے اینچنین قاضی لایق فتوی معلوم باشد اطلاع فرمایند تا از و رجوع کردہ شود ؟

جواب - اگر قاضی عرفیست شرعاً قاضی نیست واگر قاضی شرعیست کہ برائے فصل خصومات مقرر کردہ شد قضایش نافذ مے شود اگرچہ اجرت گرفتن اورا جائز نباشد فی رد المحتار واما اذا ارتشی الی قولہ فعلے

مافی الحمادیۃ فیہ ثلثۃ اقوال قیل ان قضاءہ نافذ فیما ارتشی فیہ وفی غیرہ والاول اختار البزدوی واستحسنہ فی الفتح الی ان قال وینبغی اعتمادہ للضرورۃ فی ہذا الزمان اھ مختصراً لاکن محض فتوی گرفتن از کسے کافی نیست کما نقلہ المفتی سعد اللہ المرحوم الرامفوری فی فتاواہ وعبارتہ ہکذا قال البزازی فی فتاواہ قال السرخسی ہذا شرط آخر وہو ان یصیر حادثۃ فیجری بین یدی القاضی من خصم حتی لوفات ہذا الشرط لاینفذ القضاء لانہ فتوی اھ

۷۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اگر حنفیہ مفقودۃ الزوج را از شافعی عالم فتوی گرفتہ عمل کردن جائز باشد مطلع فرمایند از نام و مقامش تا رجوع بادکند۔

جواب۔ فتوی محض کافی نیست لما مر فی الجواب عن السوال الاول وایضاً فی فتاوی المفتی المرحوم مانصہ وایضاً فیہا کان بمنزلۃ الفتوی منہ فلا یرفع الخلاف فصار وجودہ کعدمہ فاذا رفعت الحادثۃ الی حنفی فانہ یحکم بمقتضی مذہبہ ولا یمنعہ حکم المالکی من ذلک فانہ فتوی ولیس بحکم اھ پس ازین عبارت نیز معلوم شد کہ فتوی صرف در بخصوص کافی نیست واللہ اعلم ۷۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اگر سرکاری برضامندی فریقین عالمے را برائے فیصلہ شرعی منصف سازد واجرت از فریقین دہاند یا مسلمان را کہ عالم باشد منصف فریقین برائی تصفیہ شان سازد واجرت از فریقین این منصف را دہاند یا فریقین خود یکی را حاکم سازد وچیزے اجرت فیصلہ دہند گرفتن جائز ست وعلی ہذا القیاس شاہدان را از مدعی خرچہ وحرجہ می دہانند شاہدان را گرفتن جائز۔

الجواب۔ اولاً فقہاء رزق القاضی را جائز نوشتہ اند اگر این اجرت بقدر کفایت حوایج باشد داخل رزق القاضی ست در جوازش شبہہ نیست وہمچنین شاہدان را بقدر خرچہ راہ وخوراک سفر گرفتن جائز ست وزیادہ ازین اجرت ست بر شہادت چون شہادت عبادت ست مثل قضا بران اجرت گرفتن جائز نباشد ۱۷۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ ہندہ نابالغہ کا نکاح ایسے ولی کی ولایت سے ہوا کہ جسکے فسخ کا اختیار بعد بلوغ ہندہ کو حاصل ہے مگر نفاذ فسخ کے واسطے چونکہ ترافع الی القاضی شرط ہے اور آج کل ہندوستان مین سلطنت کفار کی ہے کوئی قاضی اسلام ایسا مقرر نہین جو تمام قصاص وحدود وغیرہ شرعیہ کا نفاذ کرے کہین پر تو کفار خود نزاعات بین المسلمین کا فیصلہ کرتے ہین اور کہین کفار کی جانب سے ایک مسلمان حاکم ہے

ف عدم کفایت فتوی از غیر مقلد در مفقودۃ الزوج

ف اجرۃ دہانیدن حاکم قاضی یا شاہدان را از فریقین

ف اشتراط قاضی برائے فسخ نکاح

کہ نزاع باہمی کا فیصلہ کرے[۳] اور کسی جگہہ انکی طرف سے عالم مقرر ہے کہ بعض نزاع بین المسلمین کا موافق شرع کچھ فیصلہ کردیا کرے[۴] اور کہین کوئی مقرر نہین بلکہ وہان پر مسلمان کسی عالم کو اپنے امور کا حَکَم بنا لیتے ہین آیا صورۃ اولے مین اگر فسخ نکاح ہوا تو وہ فسخ شرعًا معتبر ہے یا نہین اور صورۃ ثانیہ وثالثہ ورابعہ کا کیا حکم ہے آیا اُن لوگون کا فیصلہ فسخ نکاح مین جوکہ موافق حکم شرعی ہوا ہو معتبر ہوگا یا نہین اور ان سب صورتون مین حکم واحد ہے یا کچھ تفصیل ہے اور بوجہ معدوم ہوئے قاضی اسلام کے ہندہ کو خود فسخ کا اختیار ہے یا نہین نیز اسوقت مین جملہ امور مین جوکہ مفوض بقضاء قاضی ہین پیش آتے ہین انمین کیا تدبیر کیجاوے

الجواب - فی الدر المختار فی خیار الفسخ بشرط القضاء للفسخ فی رد المحتار ای ہذا الشرط انما ہو للفسخ لا للثبوت الاختیار الخ جلد ۲ صـ۵۰۲ وفی الدر المختار کتاب القضاء یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا اھ وفی الھدایۃ ولا تصح ولایۃ القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشھادۃ اھ ای من العقل والبلوغ والاسلام فی الھدایۃ فاذا حکم رجلان رجلا لحکم بینہما ورضیا بحکمہ جاز لان لھما ولایۃ علی انفسھما فصح تحکیمھما وینفذ حکمہ علیہما قال العینی لا علے غیرہما حتے لو ظفر المشتری بعیب فحکم ہو والبائع رجلا فرد علی البائع بحکمہ لم یکن للبائع ان یردہ علی بائعہ آہ ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے اول[۱] صورت اولی مین فسخ معتبر نہوگا صورۃ[۲] ثانیہ مین معتبر ہوگا اور صورۃ[۳] ثالثہ مین اگر اس عالم کو حاکمانہ اختیارات دیے گئے ہین تو مثل صورۃ ثانیہ کے فسخ معتبر ہوگا اور اگر صرف درجہ مفتی مین ہے تو معتبر نہوگا اور صورت[۴] رابعہ مین جن لوگون نے حَکَم بنایا ہے اُنکے حق مین معتبر ہوگا دوسرون کے حق مین نہوگا پس مقضی لہ ومقضی علیہ دونون کا حَکَم بنانا شرط ہے ۲ خود ہندہ کو اختیار نہین ۳ سب ملکر حاکم وقت سے درخواست کرین کہ ایسے امور کے لئے ایک مسلمان حاکم مقرر کردے واللہ اعلم ۲۸ صفر ۱۳۲۵ ہجری

سوال - ہندو را مبلغ دادم منکر شد تنہا بودم منکر شد در شرع باو حلف اگر آید چہ حلف دادہ آید۔

الجواب - فی الدر المختار والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اھ ازین روایت مفہوم شد کہ ہندو راکہ بت پرست بود حلف باللہ کافی ست واللہ اعلم ۷ شعبان ۱۳۲۱ھ

کتاب الشہادۃ

سوال - رویت ہلال ماہ شوال ویا ذی الحجہ کی ویا طلاق وعقد نکاح کی اگر صرف چار پانچ عورتین

شہادت دین تو ان امور مین انکی شہادت مقبول ہے یا نہین یعنی چار پانچ عورتون کی شہادت سے طلاق و عقد نکاح و ماہ شوال و ماہ ذی الحجہ ثابت ہو جاویگا یا نہین۔

الجواب۔ ثابت نہو گا فی الدر المختار اول کتاب الشہادات بعد ذکر نصابہا فی الزنا و الحدود و القصاص والولادۃ والبکارۃ وعیوب النساء مانصہ ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق الی قولہ رجلان او رجل وامرأتان ثم قال ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل۔ واللہ تعالی اعلم ۶ رجب ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین کہ ایک شخص نے دو امر کے دعوے کیئے اُسکے ثبوت مین شہادت پیش کی کہ دو شخصون نے ایک امر کی شہادت دی اور دو نے دوسرے امر کی اول دو شخصون مین سے ایک نے بیان کیا کہ مجھے دوسرے امر کا علم نہین اور وہ اُسی جلسہ مین تھا مگر یہ نہین معلوم ہوا کہ اول سے آخر تک یا تھوڑی دیر پس اس صورت مین دوسرے امر کی شہادت ثابت ہو جاویگی یا نہین نصاب شہادت موجود ہے اُس شخص کا انکار ہے اور تردد ہے کہ تمام جلسہ مین رہا یا نہین۔

الجواب۔ فی الہدایۃ باب الاختلاف فی الشہادۃ واذا شہد شاہدان انہ قتل زید الیوم النحر بمکۃ وشہد آخران انہ قتلہ یوم النحر بالکوفۃ واجتمعوا عند الحاکم لم یقبل الشہادتین لان احدہما کاذبۃ بیقین ولیست احداہما باولے من الاخری۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جہان دو دو شاہد ایسے دو امر پر ہون جن مین تنافی نہو دونون شہادتین مقبول ہین پس صورت مسئولہ مین دونون شہادتین مقبول وثابت ہین وہذا ظاہر جدا واللہ اعلم ۱۱۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ جب عیدین مین مثل معاملات کے شہادت رجلین اور رجل وامرأتین مشروط ہے تو کیا وجہ کہ کتاب القاضی الی القاضی کے تمام شرائط عیدین مین معتبر نہون۔

الجواب۔ عبارات وجزئیات فقہ سے تصریحاً ثابت ہے کہ عیدین من کل الوجوہ مثل معاملات وحقوق العباد کے نہین بلکہ من وجہ دیانت ہے اسلیئے اسکے بعض احکام مثل دیانات کے ہین پس کتاب القاضی کے شرائط کا معتبر ہونا ضروری اور لازم کسی دلیل سے نہین وتلک الجزئیات ہذہ فی الدر المختار وشرط للفطر نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد لکن لا یشترط الدعوے کما لا یشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ فی رد المحتار والفطر وان کان فیہ حق عبد لکن فیہ حق اللہ تعالی لحرمۃ صومہ ووجوب صلوۃ العید وہو بعتق الامۃ اشبہ فلا یشترط فیہ الدعوی صلـ ۱۴۶

شہادت دو کس بر دو امر جز دعوی
وشہادت دو کس بر امر دیگر

فرق در میان عیدین وکتاب القاضی در شرائط

جلد ثانی وفی الدر المختار ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین فی العلۃ للضرورۃ فی رد المحتار ای ضرورۃ عدم وجود الحاکم یشہد عندہ صـ۱۴۶ جلد ثانی فی رد المحتار فی تعبیر المصنف کغیرہ بالظن اشارۃ الی جواز التسحر والافطار بالتحری الی قولہ لان التحری یفید غلبۃ الظن وہی کالیقین جلد ثانی صـ۱۰۷ فقط ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ

کتاب الغصب

سوال - کسی چور یا چور کے دوست کے پاس مال مسروقہ رکھا ہے اب اللہ نے چور کے دل مین یا جس کو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کردیا ہے یہ بات ڈالی کہ یہ مال ہمارے لئے حرام ہے اس کو واپس کرنا چاہیئے یا اگر وہ مال خرچ ہوگیا ہے تو اُسکی قیمت مالک تک پہونچانا چاہیئے مگر چور اور چور کے دوست جس کو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کیا ہے دونون کو اندیشہ ہے کہ اگر مال یا مال کی قیمت مالک تک پہنچائینگے تو حال کھلجائے گا اور بیعزتی کے علاوہ قید کا خوف ہے تو کیا حیلہ کرے جس سے مالک کو مال یا قیمت پہونچ جائے اور چور اور چور کے دوست کی بیعزتی بھی نہو۔

الجواب - پوشیدہ طور پر وہ مال مالک کے قبضہ مین جس تدبیر سے چاہے پہونچا دینے سے یہ بری الذمہ ہوجاویگا مالک کو اسکی اطلاع کی حاجت نہین کہ فلان شخص نے یہ میرا حق دیا ہے فی الدر المختار کتاب الغصب ویبرء بردھا ولو بغیر علم المالك الی قولہ وکذا لو سلمہا الیہ بجہۃ اخری کہبۃ اوایداع اوشراء اھ واللہ اعلم ۱۸ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال - زید کا ایک اسلامی ریاست سے بطور تنخواہ کے کچھ مقرر ہے زید اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ریاست اسلامیہ مین روپیہ بوجہ موافق احکام شرعیہ کے رعایا سے وصول نہ کئے جانے کے ظلماً وصول کیا جاتا ہے اور استیلاء مسلم علی مال المسلم موجب ملک ہے نہین پس اس صورت مین زید کی یہ آمدنی جائز ہوگی یا نہین اور اسی بنا پر ایسی ریاستون کی نوکری بھی جائز ہے یا نہین۔

الجواب - ہر چند کہ غصب وظلم کا مال اپنے مال مین یا دوسرے مغصوب مال مین ملادینے سے ملک غاصب مین داخل ہوجاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوگی نہ اسکو خود اسکا صرف کرنا جائز ہے نہ دوسرون کو اُسکا قبول کرنا جائز ہے جب تک کہ غاصب اس کا ضمان ادا نہ کردے پس صورت مسئولہ مین زید کی آمدنی جائز نہوگی نہ ایسی ریاست کی نوکری جائز ہوگی والروایات ہذہ اما التملک بالخلط بمال نفسہ

اوغیرہ فلما فی الدر المختار ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکوة فیه و یورث عنه لان الخلط استهلاك اذا لم یمکن تمیزہ عند ابی حنیفة وقوله ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب ۱۳۵ وفیه اما اذا اخذ من انسان مائة ومن آخر مائة وخلطهما ثم تصدق لا یکفر لانه لیس بحرام لعینه بالقطع لاستهلاکه بالخلطه ۱۳ قلت وافاد ایضاً کون ہذا المخلوط حراما خبیثا ولو حراما لالعینه ۱۲ واما حرمة الانتفاع به فلما فیه ایضاً فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمه واعظم منافعه او اختلط المغصوب بملك الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ او یمکن بحرج ضمنه وملکه بلا حل الانتفاع قبل اداء ضمانه ای رضاء مالکه باداء او ابراء او تضمین قاض والقیاس حله وهو روایته فلو غصب طعاما فضغه حتی صار مستهلکا یبتلعه حلالا الا فی روایة حراما علی المعتمد حسما لمادة الفساد ۲۶۶ واما حرمة قبول الغیر له فلما فیه ایضاً وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا والا لم یحل ۳۱۹ قلت والفرع بعد تمهید الاصول ظاہر حکمه واللہ اعلم فقط

سوال- جس زمین کو کوئی کاشتکار بارہ سال تک کاشت کرے تو قانون سرکاری سے اسکو ایک حق حاصل ہو جاتا ہے کہ اُس آراضی سے بیدخل وغیر قابض نہیں ہو سکتا پس کاشتکار کا اس زمین کو اپنے قبضہ مین رکھنا اور اس سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہین اور للہ خیرات کرنا اور امید ثواب کی رکھنا یا کسیکو ہدیہ دینا اس آمدنی سے جائز ہے یا نہین۔

الجواب- فی کتاب الغصب من الهدایة ومن غصب عبدا فاستغله فنقصت الغلة فعلیه النقصان و یتصدق بالغلة اھ اس سے معلوم ہوا کہ شے مغصوب سے جتنا نفع ہوتا ہے اس سے انتفاع اس غاصب کو درست نہین اور جب یہ غاصب ہے تو اس لیے جسقدر اس کا خرچ ہوا ہے اسقدر تو پیداوار مین سے رکھ سکتا ہے اور جو زائد نفع ہوا ہے اُسکا نہ تو خود استعمال درست ہے نہ کسی کو ہدیہ وغیرہ دینا اُس مین سے جائز ہے بلکہ مالک زمین کی طرف سے غریب محتاجون کو دیدے اور خود امید ثواب کی نہ رکھے یہ تو پیداوار کا حکم ہوا اور زمین کے لیے یہ حکم ہے کہ آیندہ کے لیے اُس کو چھوڑ دے ورنہ ظلم وغصب کے گناہ مین مبتلا رہے گا واللہ اعلم ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال- پانی پرنالہ ہمسایہ کا اپنی چھت یا صحن مین لیکر اور حق متعلقہ آبچک مالک پرنالہ کے بزور بازو یا زور عدالت زائل کرنا جائز ہے یا نہ فقط منشی ظہیر الدین از انبہٹہ

علاء محمد بن محمد مرتضیٰ منافع ان

حق پسند

الجواب۔ مسیل یعنی پرنالہ وبدرو وغیرہ نکالنا حقوق ملک سے ہے جو شخص اس جگہ کا مالک ہو اس کو ہر طرح کا تصرف پہونچتا ہے پس یہ شخص جو حق پرنالہ ہمسایہ کو زائل کرنا چاہتا ہے اگر وہ پرنالہ گرنے کی جگہہ اس شخص کی مملوک ہے اور اب تک بطور تبرع واحسان ورعایت ہمسایہ کو پانی ڈالنے کی اجازت دے رکھی تھی اور اب زائل کرنا چاہتا ہے اور پرنالہ بند کرتا ہے یہ جائز ہے اپنی ملک کا اختیار ہے اور اگر وہ جگہہ ہمسایہ کی مملوک ہے تو اُس شخص کو اُسکا پرنالہ بند کرنا جائز نہین کہ یہ غصب ہے ومن اشتری بیتا فی دار او منزلا او مسکنا لم یکن لہ الطریق الاان یشتریہ بکل حق ہو لہ او بمرافقہ او بکل قلیل وکثیر وکذا الشرب والمسیل ہدایہ ج ۲ ص ۴۹ واللہ اعلم ۳ رجمادی الاول ۱۳۱۰ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مین کہ مسمے امیر احمد نے مسماۃ وزیر النساء سے بعوض اُس اپنے روپیہ کے کہ اُسنے بشمول اراضی ملکیت لپنے کے لعہ درعہ اراضی ملکیت مسماۃ عید وزوجہ کلو وچمن لپسر کلو کے خرید کری تھی ایک زمین تعدادی تیرہ درعہ لی کہ جس کا مسمے رشید احمد شفیع ملاصق ہے کہتے ہین کہ جو وزیر النساء نے اکتالیس درعہ نوگرہ اراضی بذریعہ بیعنامہ سابق بنام امیر احمد بیع کی تھی اُسمین اُنیس درعہ اراضی کی کمی بسبب ثبوت استحقاق غیر یعنی عید وغیرہ کے امیر احمد کو پڑی وزیر النساء نے اُس تعداد اراضی اکتالیس درعہ نوگرہ مذکور مبیعہ سابق کو اس تیرہ درعہ اراضی سے پورا کردیا پس یہ معاوضہ کمی بیعنامہ سابق ہے کوئی بیع جدید نہین کہ جو رشید احمد کو شفعہ پہونچے اب رشید احمد کو شفعہ بموجب شرع شریف کے لینا پہونچتا ہے یا نہین اور یہ معاوضہ اقرار نامہ بیع ہے یا نہین۔

الجواب۔ صورت مسئولہ مین جو وزیر النساء نے امیر احمد کے ہاتھ زمین فروخت کری اور اُس مین غیر کا حق نکل آیا اور اسکی وجہ سے اُس مبیع مین کمی ہوگئی تو بقدر اُس کمی کے وزیر النساء پر امیر احمد کا روپیہ واپس کرنا واجب ہوا لیکن وہ دونون باہم راضی ہوگئے ہین اور اس روپیہ کے عوض کچھ زمین وزیر النساء نے امیر احمد کو دیدی پس یہ بیع جدید ہوئی کہ مبادلہ مال بمال ہے اور اس مین رشید احمد شفیع کو شفعہ شرعًا پہونچے گا اور بظاہر اگرچہ یہ بیع تکمیل بیع اول کی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت مین بیع اول سے کچھ علاقہ نہین بیع جدید ہے کیونکہ جب بوجہ استحقاق غیر اُس زمین مین کمی آگئی تو بقدر اُس کی کمی کے وزیر النساء بائعہ پر مشتری کا روپیہ لوٹانا واجب ہوا اور مشتری وہ روپیہ اس بائعہ سے بہ جبر لے سکتا ہے بائعہ کو مجاز نہین کہ روپیہ نہ دے اور عوض مین زمین دے اور

ف: استحقاق شفعہ در زمین کہ بعوض کمی سابق بوجہ استحقاق غیر در مبیع باشد دادہ می شود

اور اسی طرح اگر بائعہ روپیہ دے تو مشتری کو مجاز نہین کہ روپیہ لینے سے انکار کرے اور زمین عوض مین طلب کرے غرض اصل واجب الاداء روپیہ مذکور ہے زمین کے دینے لینے پر بائعہ ومشتری مجبور نہین بلکہ زمین کا معاوضہ تراضی طرفین پر موقوف ہے تو اگر یہ بیع اول ہوتی تو بوجہ ایجاب وقبول وتراضی سابق بائعہ ومشتری پر زمین کے دینے لینے مین جبر کیا جاتا اور روپیہ کا دینا یا لینا بلا رضاء مشتری وبائعہ کے جائز نہوتا کیونکہ روپیہ کا واپس ہونا فسخ ٹھیرتا اور فسخ بیع بلا رضاء جانبین جائز نہین تو جب زمین کے معاوضہ مین کسی کا جبر نہین اور روپیہ لینا دینا بجبر جائز ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بیع اول نہین بیع جدید ہے کہ تراضی طرفین کی حاجت پڑی پس جب بیع جدید ہوئی تو استحقاق شفعہ سے اب کون مانع ہے یہ بات بہت ظاہر ہے ذرا تامل سے معلوم ہو سکتی ہے ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۱ھ

شفعہ شرکاء بقدر حصص نہیں بلکہ برابر بقدر رؤس ہوتا ہے

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک جائداد مشاع غیر منقسم ہے اس مین کئی شخص شریک ہین اگر ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیع کرے تو دیگر شرکاء کو دعوے شفعہ کا پہونچتا ہے یا نہین اور سب کو برابر پہونچتا ہے یا کم وزیادہ۔ فقط

الجواب۔ دیگر شرکاء کو دعوی شفعہ کا پہونچتا ہے کیونکہ سب کا استحقاق جائداد مین برابر ہے اور سب شرکاء کو برابر حق پہونچے گا کم وزیادہ نہین۔ واذا اجتمع الشفعاء فالشفعۃ بینہم علی عدد رؤسہم ولا یعتبر اختلاف الاملاک۔ ہدایہ ج ۲ صـ ۳۱۳ واللہ اعلم ۱۵ صفر ۱۳۱۱ھ

کتاب الرہن

عدم جواز انتفاع مرہون

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مین کہ مرتہن کو انتفاع مرہون سے باذن راہن جیسا آج کل ملکیوں مین رائج وشائع ہے جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ انتفاع مرہون سے اگر مشروط یا معروف ہو جیسا آج کل ہے ربوا حرام ہے اور ربوا اذن سے حلال نہین ہوتا۔ قال فی المنح وعن عبداللہ محمد بن السلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انہ لایحل لہ ان ینتفع بشئی منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراہن لانہ اذن لہ فی الربا لانہ یستوفی دینہ کاملا فتبقی لہ المنفعۃ فضلا فیکون ربا وہذا امر عظیم (وقال بعد اسطر) قال الطحاوی قلت والغالب من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراہم وہذا بمنزلۃ

الشرط لان المعروف کالمشروط وہو مما یعین المنع واللہ تعالےٰ اعلم انتہیٰ شامی جلد خامس مطبوعہ مجتبائی صـ۳۱۰ وصـ۳۱۱ واللہ اعلم ۱۳۰۸ھ

سوال - ایک شخص زید اپنا گاؤن فروخت کرتا ہے لیکن اس شرط پر کہ ایک میعاد معین کے اندر اگر زر ثمن واپس کردے تو گاؤن مبیعہ واپس ہے لے ایسا معاملہ اور استفادہ اُس گاؤن سے مشتری کو جائز ہے یا نہین (۲) ایک شخص اپنے گاؤن واسطے اطمینان قرضہ کے دائن کے قبضہ مین دیتا ہے اور یہ معاہدہ ہوتا ہے فریقین مین کہ تا ادائیگی قرضہ کے وہ اُس گاؤن پر قابض اور متصرف رہے اور اُس کا انتظام اور حفاظت اور سرکاری مطالبہ اور جملہ نفع ونقصان جو کچھ بھی ہو وہ ذمہ دائن کے ہو گا مدیون کو نفع ونقصان سے کچھ سروکار نہو گا اور حال یہ ہے کہ ایسی صورت مین بظاہر اکثر فائدہ اور گاہے نقصان ہوتا ہے مثلا خشک سالی ہوجاوے مزارعان فرار ہوجائین سرکاری مطالبہ دینا پڑے لہذا ایسا معاملہ شرعًا جائز ہے یا نہین۔

الجواب - صورت مندرجہ سوال اوّل ظاہرًا بیع وقصدًا رہن ہے اور صورت مندرجہ سوال ثانی صریح رہن ہے سو رہن صریح مین تو اگر انتفاع مرتہن کا مشروط یا معروف ہو بلا اختلاف حرام ہے فی الدر المختار ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرھن وان اذن لہ الراھن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامله اھ قلت ھذا فی المشروط وقد تقرران المعروف کالمشروط اور رہن قصدًا و بیع ظاہرًا کو بیع الوفاء کہتے ہین سو اصل قواعد مذہب کی رو سے یہ بھی رہن ہے اور انتفاع اُس سے حرام ہے اور اگر وہ بیع ہے تو بوجہ مشروط ہونے کے بیع فاسد ہے تب بھی حرام ہے لیکن بعض متاخرین نے اجازت دی ہی پس بلا اضطرار شدید تو اُس کا ارتکاب نہ کرے اور اضطرار شدید مین بائع کو اختیار ہے کہ فتویٰ متاخرین پر عمل کرے اگرچہ مشتری کو کوئی اضطرار نہین والتفصیل فی الدر المختار قبیل کتاب الکفالۃ فقط واللہ اعلم یکم ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

حکم فک رہن جائداد مرہونہ کہ سرکار بعلت بغاوت راہن ضبط کردہ نیلام نمود

جب سرکار نے زید راہن کی جائداد ضبط کرلی تو مثل اصل راہن کے اُس جائداد کے مالک اور مرتہن کی مقروض ہوگئی کیونکہ تسلط سے ملک اور مالک کو قرضہ سے بری کرکے خود اپنے ذمے لے لینے

سے مقروضیت ثابت ہوئی پھر جب عمرو نے وہ جائداد سرکار سے خرید لی تو یہی حال عمرو کا ہو گیا جو کہ سرکار کا تھا کہ جائداد کا مالک بھی ہو گیا اور مرتہن کا مقروض بھی ہو گیا جس کے مقابلہ مین وہ جائداد مرتہن کے پاس محبوس ہے جو حاصل ہے رہن کا غرض عمرو راہن ٹھیرا اور جو مرتہن تھا وہ بدستور مرتہن رہا پس رہن کا جو حکم ہے کہ جب راہن زر رہن ادا کردے مرتہن پر واجب ہوتا ہے کہ روپیہ لیکر شئے مرہون کو چھوڑ دے وہ حکم اس راہن اخیر اور مرتہن کے درمیان بھی ثابت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۸ صفر ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید نے اپنی جائداد رہن کرکے عمرو سے کچھ روپیہ قرض لیا شرائط رہن یہ تھے۔ میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ قرار پائی ہے بعد انقضائے میعاد مذکور فوراً ادائے کل زر رہن یکمشت جائداد مرہونہ کو فک رہن کرالونگا۔ اگر منفقر بعد انقضائے میعاد ایک ماہ فوراً زر رہن ادا کرکے جائداد کو فک نکرالون تو یہی دستاویز رہن نامہ بجائے بیعنامہ کے اور یہی زر رہن بجائے زر ثمن کے متصور ہوگا اور جائداد مرہونہ بیع شدہ سمجھی جاوے گی اور اُسی وقت سے قبضہ جائداد مرہونہ پر مرتہن کا مالکانہ ہوجاوے گا اور مرتہن مثل میرے اُن تمام حقوق کے مالک کامل مشتریانہ ہوجاوینگے جو مجھکو جائداد مرہونہ مین اسوقت حاصل ہین لہذا یہ چند کلمے بطور دستاویز بیع بالوفاء کے لکھدیئے بعد اس رہن کے عمرو مرتہن کا قبضہ جائداد مرہونہ پر ہوا اور جائداد مرہونہ کا کرایہ عمرو مرتہن کرایہ دارون سے وصول کرتا رہا مگر جزو جائداد مرہونہ پر زید راہن کا قبضہ رہا اور زید راہن بھی عرصہ تک کرایہ اُس جزو جائداد مرہونہ کا جس پر اُس کا قبضہ تھا عمرو مرتہن کو ادا کرتا رہا ساڑھے چار برس کے بعد عمرو مرتہن نے زید راہن کو ایک نوٹس دیا جس کا مضمون بعبارتہ یہ ہے۔ بموجب دستاویز بیع بالوفاء مورخہ (تاریخ وماہ سنہ) آپ نے مبلغ (تعداد کل زر رہن) یہ رہن املاک واسطے میعاد ایک ماہ کے قرض لئے اور چونکہ معاملہ رہن کا باقبضہ تھا اسوجہ سے بعض املاک مرہونہ کو بکرایہ آپ نے اپنے قبضہ مین رکھا چنانچہ اب مبلغ (تعداد کل زر رہن) اصل زر رہن اور مبلغ (تعداد) بابت زر کرایہ لغایت (ماہ سنہ) جملہ (تعداد روپیہ) آپ کے ذمہ واجب الادا ہین لیکن آپ نے ادا نہین فرمایا اندر میعاد پندرہ یوم ادا وبیباق کردیجئے (یہ صورت واقعہ کی ہے آپ حضرات علماء کرام مدظلہم سے یہ سوالات بکمال ادب ہین) ۱۔ صورت مذکورہ مین جائداد مرہونہ بیع ہوگئی یا نہین ۲۔ جو کرایہ جائداد مرہونہ کا کرایہ دارون اور نیز زید راہن سے عمرو مرتہن کو وصول ہوتا رہا وہ اصل زر رہن مین ادا ہوتا گیا یا نہین ۳۔ عمرو مرتہن کو

اب اُسی قدر اصل روپیہ رہن کا حلال ہے جو بعد مجرا کرانے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زرِ رہن بدون وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے ۳ جو وقت زید راہن اسقدر روپیہ جو بعد وضع کرایہ وصول شدہ کے عمرو مرتہن کا اصل زر رہن مین باقی ہو ادا کردے تو عمرو مرتہن پر جائداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہی یا نہین۔

الجواب۔ فی فتح القدیر لایجوز تعلیق البیع کان یقول اذا دخلت الدار فقد بعتک کذا بمائۃ فقبل الآخر لایثبت البیع عند الدخول۔ فی الکفایۃ عن الزہری ان اہل الجاہلیۃ کانوا یرتہنون و یشترطون علی الراہن انہ ان لم یقض الدین الی وقت کذا فالرہن مملوک للمرتہن فابطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک بقولہ لایغلق الرہن۔ وقیل لسعید بن المسیب اہو قول الرجل انہ لم یات بالدین الی وقت کذا فالرہن بیع بالدین فقال نعم وفی الدر المختار وبیع الوفاء ذکرتہ ہہنا تبعا للدرر وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین وفی الدر المختار عن الاشباہ کل قرض جر نفعا فہو حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ باذن الراہن وفی الدر المختار نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنفؒ وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلمؒ من انہ لایحل للمرتہن ذلک ولو باذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتاملہ وفی الدر المختار اباح للمرتہن نفعہ ہل للمرتہن ان یوجرہ قال لا قیل فلو آجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لہ او للراہن قال لہ ان آجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک وبطل الرہن وفی الدر المختار وبطلہا (ای الشفعۃ) صلحہ منہا علی عوض وعلیہ ردہ لانہا رشوۃ اھ وفی الہدایۃ الکتابۃ والاجارۃ والرہن بمنزلۃ البیع لانہا تبطل بالشروط الفاسدۃ ان روایات مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا ۱ صورت مسئولہ مین یہ جائداد بیع نہین ہوئی کیونکہ تعلیق بیع باطل ہے بلکہ یہ صورت غلق رہن کی ہے جو کہ حرام اور باطل ہے اور بیع بالوفا کی یہ صورت نہین ہے بلکہ اس مین فی الحال بیع ہوتی ہی اور اقالہ کا وعدہ جس مین خود ہی کلام ہے سو یہان یہ صورت نہین ہوئی لہذا یہ رہن ہے اور رہن بھی فاسد کیونکہ اس مین شرط فاسد لگائی گئی ہے ۲ اور چونکہ کرایہ ملک راہن کی ہے اور مرتہن کو بوجہ اشتراط فی الرہن اس کا لینا حرام ہے لہذا یہ واجب الرد ہے ۳ اس لئے جسقدر روپیہ کرایہ مین مرتہن کو وصول ہوا ہے اس مقدار مین مقاصہ ہوگیا یعنے ذمہ راہن سے ساقط ہوگیا بقیہ روپیہ کا مطالبہ راہن سے کرنا مرتہن کا حق ہے ۴ جب اس باقی روپیہ کو راہن ادا کردے گا مرتہن کا دین رہن ادا

ہوجاویگا پھر جائداد مرہونہ کا چھوڑ دینا مرتہن پر واجب ہوگا۔ ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

سوال۔ باغ مرہون کے پھل مشتری کو جائز ہین یا نہین اگر ناجائز ہین توکیون اسلیئے کہ مرتہن تو مامور ہے کہ اثمار فروخت کرکے قیمت جمع رکھے اور شئے مرہون کے ساتھ واپس کرے پھر اُسکا خریدنا اور کھانا کیون ممنوع ہے رہا فساد عقد سو مشتری بہ بیع فاسد کا ہدیہ جائز ہے۔

الجواب۔ مرتہن کے مامور بالبیع ہونے مین راہن کا وہ اذن معتبر ہے جو بہ نیت تملک باطل مرتہن کے نہو ورنہ وہ ربوا ہے اور وہ اذن غیر معتبر ہے لہذا وہ تصرف شے غیر مملوک مین ہوگا جس طرح متعارف سود مین ماہوار بنام نہاد سود جو دیا جاوے حالانکہ بروے حساب اصل مین شمار کیا جانا واجب ہے مگر پھر بھی جب تک اس نام سے لیا جاوے گا محرم الاستعمال ہے بخلاف مقیس علیہ کے کہ وہ تصرف اپنی ملک مین ہے اسلیے مقیس مین مشتری کے لیئے بھی ناجائز ہے اور مقیس علیہ مین ہدیہ لینا مثلاً جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

سوال۔ رہن بالقبض مین اگر راہن نے بلا منشا سود ایک رقم مرتہن کو معاف کردی ہے اور یہ کہا ہے کہ باقی منافع سے تم اپنا قرض ادا کرلو تو جائز ہے یا نہین۔

نمبر ۲۔ راہن نے ایک رقم خود لی باقی مرتہن کو معاف کردی اور یہ کہا کہ باقی منافع تم لو جب مین یہ قرض ادا کرلونگا منفک کرالون گا مثلاً راہن نے ایک ہزار منافع کی جائداد پانچ ہزار مین مکفول کی شرط یہ ہوئی کہ سالانہ اس ایک ہزار مین سے دو سو مجھے دیا کرو باقی تمہارا جب مین پانچہزار ادا کرونگا منفک کرالون گا یہ دو سو کی رقم قرض مین نہین ادا ہورہی ہے بلکہ مرتہن کی جیب مین جاتی ہے جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ یہ یقینی بات ہے کہ یہ دونون رعایتین قرض کی وجہ سے ہین اسلیئے ناجائز ہین اور کل قرض جر نفعاً کے کلیہ مین داخل اگر عقد رہن مین مشروط ہین تب تو ظاہر ہی ہے اور اگر مشروط بھی نہون لیکن چونکہ متعارف ہین اسلیے حسب قاعدہ المعروف کالمشروط کے وہ بھی ناجائز ہے البتہ بلا اشتراط و بلا تعارف ایسی رعایتین جائز ہین۔ واللہ اعلم ۹ رجادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال۔ رہن لینے مین جو آسانی ہوتی ہے اُسکی کوئی صورت شرعاً پیدا ہوسکتی ہے یا نہین (کیونکہ

دفع شبہ بر منع مرتہن از ثمار مرہونہ را

رعایت راہن مرتہن را

حیلہ تحصیل مصلحت عقد رہن

فرض کیجئے کہ ایک موضع مین میرا حصہ پندرہ آنہ ہین ایک آنہ والا حصہ دار بضرورت قرض لینا چاہتاہے مجھسے رہن بالقبض یا بلاقبض کی درخواست کرتا ہے اگر مین نہین لیتا تو دوسرے کے قبضہ مین جاتا ہے جس سے پھر ملنے کی امید نہین اور گویا مجموعی انتظام مین ہزارون طرح کے رخنے پڑنے کا احتمال ہے یا مثلا کوئی زیادہ قیمت کی جائداد تھوڑے روپیون مین ہمارے پاس رک جاتی ہے جسے ہم سمجھتے ہین کہ راہن ہین ادا کرنے کی قوت نہین ہے پھنس جانے پر رفتہ رفتہ ہم قیمت ادا کردین گے اور اس طرح ہمارے پاس ایک معقول جائداد ہو جاویگی آسانی صرف اسقدر ہوئی کہ یکمشت قیمت نہ دینی پڑی)

جواب ۔ صرف اسقدر ممکن ہو کہ مدت رہن کے اندر جو منافع حاصل ہون انکو امانۃً جمع رکھے اور جب وہ زمین فروخت ہوجاوے تب وہ امانت اس راہن کو واپس کردیجاوے زمین بھی آسانی سے آجاویگی اور منافع رہن کے استعمال سے بھی محفوظ رہیگا البتہ اس صورت مین اتنا امر کھٹکتا ہے کہ اس صورت مین اگر راہن کو اطلاع ہوجاوے کہ اتنا واپس ملیگا تو امید ہے کہ وہ فک کرا سکے تو اطلاع نہ کرنا یہ ایک قسم کا دہوکہ ہے جس مین گناہ کا اندیشہ ہے البتہ سود کھانے کا گناہ اس کو نہین ہوا۔ واللہ اعلم ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ زید نے زمین بکر کے پاس پانچ برس کو رہن رکھی اور یہ اقرار کیا کہ اس زمین کو مین جوتون گا اور جو منافع رہن صریح ہوگا وہ مین لونگا پہلے مدت سے اگر راہن روپیہ ادا کرے تب بھی ندون گا نفع پیداوار زمین مرہونہ کا مباح ہے یا حرام۔

الجواب ۔ اس رہن مین دو فساد ہین ایک تو مدت پانچ برس مقرر کرنا کہ اس سے پہلے فک پر قدرت نہو کیونکہ معنی رہن کے شرع مین یہ ہین کہ کسی شئے کا دین کے بدلے میں محبوس کرنا فی الدر المختار ہو حبس شئے مالی بحق یمکن استیفاءہ منہ کالدین پس جب محبوس بوجہ دین کے ہے تو جسوقت راہن دین ادا کردے گا مرتہن کو حق حبس باقی نہ رہے گا خواہ پانچ برس سے پہلے ہو یا بعد ہو اب یہ شرط ٹھیرانا کہ اگر راہن روپیہ بھی ادا کردے تب بھی ندون گا شرط فاسد ہے دوسرا فساد شرط انتفاع کی لگانا کیونکہ بمقتضائے حدیث کل قرض جر منفعۃً فہو ربا مرتہن کو انتفاع مرہون سے بالکل جائز نہین خصوصاً جب کہ مشروط ہوا اس وقت تو ربوا صریح ہے اگرچہ راہن اذن دیدے کیونکہ ربوا اذن سے حلال نہین ہوتا

لایحل لہ ان ینتفع بشئے منہ من الوجوہ وان اذن لہ الراہن لانہ اذن لہ فی الربوا۔ شامی مجتبائی ج ۵ صفحہ ۳۱۰

کتاب الھبۃ

سوال ۔ زید نے بلا تصریح و اعلان شرع و دین کے کسیقدر روپیہ عمرو عم حقیقی اپنے کو دیا کہ ایک نشستگاہ اندر زمین اپنی کے بنا لو عمرو نے اس روپیہ سے اپنی زمین مملوکہ مین اپنی خشت سے ایک مکان بنالیا اب زید وارثان عمرو سے بعد وفات عمرو طالب اُس زر کا ہے جو مزدوری مزدوران و معماران مین صرف ہوا ہے پس عند اللہ و عند الرسول استرداد اس روپیہ کا زید کو وارثان عمرو سے آتا ہے یا نہین۔

الجواب ۔ صورت مسئولہ مین زید نے جو عمرو کو روپیہ دیا ہے عند الشرع ہبہ ہے اگرچہ کوئی تصریح نہین مگر ظاہرا قرینہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور ہبہ مین قرینہ بھی تملیک کے لیئے کافی ہے قلت فقد افادان التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک لکن دفع الی الفقیر شیئا وقبضہ ولم یتلفظ واحد منہما بشئ انتھی درمختار صـ۵۰۸ اور جب ہبہ متحقق ہوگیا اور عمرو وفات پاچکا ہے اب زید کو وارثان عمرو سے کچھ دعویٰ نہین پہونچتا اور استرداد اس کا ہرگز جائز نہین کیونکہ موت احد المتعاقدین مانع رجوع ہبہ ہے والمیم موت احد المتعاقدین درمختار باشامی صـ۵۱۶ واللہ اعلم

سوال ۔ میت کے تین وارثون سے ایک وارث نے کہا کہ میرا حصہ بقیہ دونون کو دیدو مین خود لے کر کیا کرونگا یون نہین کہا کہ مین نے اپنا حصہ چھوڑا اپنا حصہ مین نہ لونگا تو اس طرح کہنے سے بھی یہ تخارج ہوجاویگا یا یہ ہبہ ناجائز ہے وہبہ مشاع ہوجاوے گا۔

الجواب ۔ اگر خود ان وارثون سے کہا کہ مین نے تم کو دیا تو ہبہ ہے اور جو اور کسی سے کہا کہ دیدو تو یہ توکیل بالہبہ ہے بہر حال یہ تخارج نہین جسکی حقیقت تصالح علی الاقرار ہے جو حکم بیع مین ہے اور چونکہ ہبہ مشاع کا ہے لہذا جہان مشاع ہونا مانع صحت ہے وہان جائز نہوگا۔ فقط

سوال ۔ روپیہ اشیاء غیر منقسمہ مین سے ہے یا منقسمہ سے یعنی دو شخصون کو ہبہ کرنا درست ہے یا نہ چونکہ چاندی آج کل ارزان ہے لہذا روپیہ بیچ سے تقسیم کردینے سے وہ نفع نہین رہسکتا لہذا یہ بھی غیر منقسم ہوئے لیکن اگر چاندی گران ہوجاوے تو کیا اسوقت حکم بدلجاوے گا۔

الجواب۔ روپیہ اشیاء غیر منقسمہ سے ہے خواہ چاندی ارزان ہو یا گران کیونکہ اس کا نفع موضوع لہ باقی نہین رہتا وہو المراد ببقا، نفعہ وعادمہ در مختار مین جزئیاً مذکور ہے (فروع) قبیل باب الرجوع فی الھبۃ وھب لرجلین درھماان صحیحاً صح وان مغشوشاً لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ زید ملازم پادشاہ وقت تھا پس جب اُسکو تنخواہ ملتی تھی وہ سب کی سب لاکر اپنی بیوی ہندہ کے حوالہ کردیتا تھا اور ہندہ جو چاہتی تھی وہ کرتی تھی وہ اصلا پرسان نہین ہوتا تھا بلکہ یہ حالت تھی کہ زید کو اگر آنہ دو آنہ یا روپیہ دو روپیہ یا کچھ کم وبیش کی حاجت ہوتی تھی تو ہندہ سے مانگتا تھا اگر ہندہ نے دے دیا تو خرچ کیا ورنہ چپ ہو رہتا تھا پس اسی تنخواہ کے روپیہ سے ہندہ نے زید کی حیات مین جائداد اپنے نام سے خریدی اور وقت خرید سے اس وقت تک وہی اس پر قابض ہے اور زید نے اس سے اصلا تعرض نہین کیا اب عرصہ چار پانچ سال کا ہوتا ہے کہ زید انتقال کر گیا پس یہ جائداد علی مافی الشامی وغیرہ ہبہ مین صرف قرائن دالہ علی التملیک کے بھی کافی ہونے کی وجہ سے ہندہ کی قرار پاویگی یا زید ہی کی سمجھی جاکر اُسکے کل ورثہ اس مین سے حصہ پاوین گے۔

الجواب۔ ہر چند ہبہ قرائن سے ثابت ہو جاتا ہے لیکن صورت مسئولہ مین اسی مین کلام ہے کہ یہان قرائن ہبہ کے ہین یا نہین سو جہانتک غور وتامل کیا گیا یہ دینا ہبہ نہین معلوم ہوتا بلکہ بی بی کو محض تحویلدار سمجھتے ہین اور محض اس وجہ سے سب کمائی سپرد کر دیتے ہین کہ اُس کو امور خانہ داری مین تجربہ کار سمجھتے ہین تو اسکو دیدینا ایک گونہ انتظام کی سہولت سمجھتے ہین یہی وجہ ہے کہ جو عورتین سلیقہ شعار نہین سمجھی جاتین اُن کو اس طرح کے اختیارات نہین دیئے جاتے اسی طرح اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اپنے رشتہ دار کو دیتی ہے تو یقیناً شوہر ناخوش ہوتا ہے ان سب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ نہین محض توکیل وایداع ہے رہا نہ پوچھنا اور تعرض نہ کرنا یہ اس وجہ سے نہین کہ اسکو مالک کر دیا ہے بلکہ محض اسوجہ سے ہے کہ زوجہ پر اعتماد ہے کہ بے موقع صرف نکریگی بہر حال روپیہ بچا ہوا تو شوہر ہی کی ملک ہو گا جب اُسنے جائداد خریدی گو یا مغصوب روپیہ سے خریدی لہذا جائداد زوجہ کی ملک ہوگی اور وہ روپیہ ترکہ زوجہ سے وصول کر کے سب ورثہ زید کو تقسیم ہوگا جس مین خود زوجہ بھی داخل ہے پس بقدر اسکے حصے کے تو ساقط ہو جاوے گا بقیہ روپیہ بقیہ ورثہ کے لئے وصول کیا

جاویگا البتہ اگر شوہر کو یقیناً یہ معلوم ہو کہ یہ میرے ہی روپیہ سے خریدی گئی ہے اور بی بی نے اپنے ہی لیئے خریدی ہے اس مین میرا کوئی حق نہین یہ سکوت البتہ دلیل ہبہ کی ہے مگر جب تک یہ احتمال باقی ہو کہ شاید شوہر کو اسکے اطلاع نہو کہ یہ میرے روپیہ سے خریدی گئی ہے یا یہ کہ اطلاع ہو مگر اُسنے یہ سمجھا ہو کہ گو اپنے نام خریدلی ہے مگر اسکو میری ہی سمجھتی ہے اور میرے بعد میرے ورثہ کو محروم نہ کرے گی یا اسلیئے وہ خاموش ہو گیا ہو کہ اس کے نام ہونے سے جائداد محفوظ رہے گی میرے پاس سے شاید کوئی نیلام قرضہ مین کرالیوے تو ان احتمالات سے ہبہ ثابت نہو گا۔ خلاصہ یہ کہ جب تک مجموعہ قرائن کی تفتیش و تعیین نہو حکم ہبہ کا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

زیور عورت کو مکان دوجہ دوم کے لیئے بنانے میں صرف کرنا

سوال۔ بروقت تعمیر اور مکان طیار ہونے کے بعد حاجی صاحب مرحوم نے بہت دفعہ کہا کہ یہ مکان مسماۃ زوجہ ثانیہ کے لئے بنوایا گیا ہے اور اسی ہی وجہ سے چارسو روپیہ کا زیور مسماۃ مذکورہ کا حاجی صاحب نے فروخت کر کے اس مین لگایا آیا یہ اس مکان مین میراث جاری ہوگی یا اور سب وارثون مین تقسیم ہوگا یا مسماۃ کا ہوگا۔

الجواب۔ اگر اس کو ہبہ مان لیا جاوے تو ہبہ اُس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ہبہ کرنے والا بالکل اس مکان کو اپنی چیزون سے خالی کر کے موہوب لہا کو قبضہ کرادے اگر ایسا ہوا ہے تو بعد اقامت شہود ہبہ صحیح ہوگا ورنہ نہین فی الدر المختار وتتم الھبۃ بالقبض الکامل ولو الموھوب شاغلا بملک الواھب لامشغولا بہ الی قولہ فلو وھب جرابا فیہ طعام الواھب اودارا فیھا متاع اودابۃ علیھا سرجہ وسلمھا کذلک لاتصح وبعکسہ تصح اھ اور زیور اُس مین لگانا غالبا مافی الباب قرینہ ہبہ کا ہوگا مگر ہبہ مین جو شرط ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے جیسا اوپر بیان ہوا پس جبتک ہبہ صحیح نہو گا وہ زیور بطور احسان کے زوجہ کی طرف سے سمجھا جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم

تفضیل بعض اولاد در عطا

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید کی اولاد مین چند لڑکے اور لڑکیان ہین اُن مین سے کبیر سن اولاد کی تعلیم اور شادی وغیرہ مین حسب لیاقت روپیہ صرف کر چکا ہے اور صغیر سن اولاد کی نہ تعلیم ہوئی ہے اور نہ شادی اب زید اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اپنی حیات مین ورثہ کو شرعی طور پر مال و اسباب تقسیم کرنا چاہتا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ صغیر سن اولاد کی تعلیم اور شادی وغیرہ کا صرف اُن کو مثل اولاد کبیر سن کے

علاوہ ترکہ کے شرعاً دے سکتا ہے یا نہین اور جن کی حفاظت مین صغیر سن اولاد کو کرنا چاہتا ہے ان کو ترکہ غیر منقسم مین سے کچھ دے سکتا ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ فی الدر المختار قبیل باب الرجوع فی الہبۃ عن الخانیۃ لاباس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ سوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی فی رد المحتار ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثی افضل من التثلیث الذی ہو قول محمد رملی چونکہ صورت مسئولہ مین بعض اولاد کو بغرض شادی وتعلیم کے زیادہ دینے سے مقصود دوسری اولاد کو ضرر پہونچانا نہین بلکہ ایک ضرورت ومصلحت سے زیادہ دیتا ہے بنابر روایت بالا اس مین کچھ حرج نہین اس زائد کے علاوہ اور جو کچھ ترکہ ہو سب اولاد ذکور واناث کو برابر تقسیم کر دینا چاہیئے لیکن صحت تقسیم کے لیئے ہر حصہ کا جدا کر دینا اور بالغین کا قبضہ بھی کرا دینا ضروری ہے۔ اور آخر مین جو پوچھا ہے کہ جن کی حفاظت مین الخ۔ ان سے مراد اجنبی ہے یا وارث اُسوقت جواب ہوسکتا ہے واللہ اعلم ۴ رجمادی الاولے ۱۳۲۳ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مسمے زید نے مسمے خویلد کو اپنے مال کا ہبہ کیا اور اُس کی تحریر بھی کر دی ہے لیکن تحریر ہبہ نامہ مین مال واسباب وجائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مفصل ذکر نہین کیا بلکہ صرف لفظ کل مال زیور وبرتن کا تحریر ہے اُس زیور وبرتن سے قدرے مال خویلد کے پاس ہے باقی کل مال واسباب وجائداد منقولہ وغیر منقولہ زید کے قبضہ مین ہے اور مکان مین بھی ابتک زید ہی رہتا ہے اب زید اُس ہبہ سے رجوع کر کے اپنا مال جو خویلد کے پاس ہے واپس لینا چاہتا ہے آیا زید کا اس ہبہ کی طرف رجوع کرنا درست ہے یا نہین بموجب حکم شرع شریف مفصل تحریر فرما دین۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ جسقدر خویلد کے پاس ہے اُس کا ہبہ صحیح ہوگیا اور جس قدر زید کے قبضہ مین ہے اُسکا ہبہ صحیح نہین ہوا اور جسکا ہبہ صحیح ہوچکا اُس مین رجوع کرنا اسوقت درست ہے کہ موانع رجوع بھی نہ پائے جاوین اور خویلد بھی رضامند ہو جاوے یا کوئی حاکم دلا دے اور اگر نہ حکم حاکم ہوا اور نہ خویلد واپس کرنے پر راضی ہو تو زید کو رجوع کرنا حرام ہے اور اگر اس طرح رجوع کرے گا غاصب ہوگا فی الہدایۃ ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم قال العینے لو استردہا بغیر قضاء ولا

رضا، کان غاصبا فلو ہلک فی یدہ یضمن قیمتہ للموہوب لہ واللہ اعلم۔ ۸ رمضان ۱۳۲۴ھ

سوال۔ زید نے بحالت صحت وثبات عقل اپنی مملوکہ مقبوضہ جائداد غیر منقولہ زرعی وسکنی کو منجملہ چار ذکور وتین اُناث اولاد صلبی کے صرف لڑکون کے نام ہبہ نامہ لکھدیا اور رجسٹری کرادیا لڑکیون کے رنجیدہ ہونے پر زبانی یہ ظاہر کیا کہ لڑکیون کو محروم الارث کرنا مقصود نہین ہے بمصلحت ایسا کیا گیا ہے ہبہ نامہ رجسٹری ہونے کے بعد زید جب تک زندہ رہا موہوبہ جائداد پر خود ہی قابض رہا اور ہر چہار موہوب لہم مین جائداد مشترک رہی نہ موہوب لہم قابض ہوئے نہ باہمی حصص منقسم ہوئے اب زید کا انتقال ہوگیا اور لڑکیان میراث کی خواہشمند ہین شرعاً حصہ مل سکتا ہے یا نہین۔

ثانی۔ صورت مذکورہ مین بجائے ہبہ نامہ کے اگر لڑکون کے نام باپ نے فرضی بیعنامہ لکھکر رجسٹری کرادیا اور باقی صورت بجنسہ ہے پس یہ ہبہ یا بیع فرضی شرعاً معتبر ہے یا نہین۔

الجواب۔ عن الاول فی الدر المختار وہب اثنان دارا لواحد صح وبقلبہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اما مالا یحتملہ کالبیت فیصح اتفاقا قیدنا بکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا فی رد المحتار قولہ لم یجز والحیلۃ ان یسلم الدار الی الکبیر ویہبہا منہما بزازیہ وافاد انہا للصغیرین تصح لعدم المرجح لسبق قبض احدہما وحیث اتحد ولیہما فلا شیوع فی قبضہ ج ۴ ص ۷۸۶ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ عنہا مین سب موہوب لہم وقت ہبہ کے اگر نابالغ تھے تب تو یہ ہبہ صحیح ہوگیا اور صرف واہب کا یہ کہنا کہ بمصلحت ایسا کیا گیا ہے معتبر نہین اور اس صورت مین جائداد موہوبہ مین میراث جاری نہوگی اور اگر سب کبیر یعنی بالغ تھے یا بعضے کبیر اور بعضے صغیر تھے تو یہ ہبہ بوجہ فقدان شرائط صحت ہبہ کے صحیح نہین اور اس صورت مین زید کی لڑکیان بھی مستحق میراث ہین۔

الجواب۔ عن الثانی فی الدر المختار بیع التلجیۃ قبیل کتاب الکفالۃ ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والافلا زم اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر یہ شخص جسکے نام بیع یا ہبہ ہے اقرار کرتا ہو کہ یہ فرضی تھی تو بیع وہبہ کالعدم ہے ورنہ نافذ ہے واللہ اعلم ۱۷ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال۔ جاری فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواہب احق بھبتہ مالم یثب منہا کذا فی القسطلانی پس امام صاحب کے نزدیک قرابت محرمیہ مین رجوع کس دلیل سے جائز نہین۔

الجواب۔ سو ہو دلیل یہ ہے قال علیہ السلام اذا کانت الہبۃ لذی رحم محرم لم یرجع منہا رواہ البیہقی و

الدارقطنی فی سننہما والحاکم فی المستدرک کذا فی حاشیۃ الہدایۃ عن علی القاری شرح نقایہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - اوصی لرجل بثلث مال ومات الموصی فصالح الوارث من الثلث بالسدس جاز الصلح وذکر الامام المعروف بخواہر زادہ ان حق الموصی لہ وحق الوارث قبل القسمۃ غیر متاکد یحتمل السقوط بالاسقاط الخ شامی جلد ۴ کتاب الصلح فصل فی التخارج قول اول اشباہ والنظائر مین ہے جسکا حوالہ قول مذکور مین دیا ہے ولو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ اذا الملک لا یبطل بالترک ص ۵۶۳ مطبوعہ کلکتہ اُس کی شرح حموی مین ہے اعلم ان الاعراض عن الملک ضابطتہ انہ ان کان ملکاً لازماً لم یبطل بذلک کما لو مات عن ابنین فقال احدہما ترکت نصیبی عن المیراث لم یبطل لانہ لازم لا یترک بالترک بل انکان عینا فلابد من التملیک وانکان دینا فلابد من الابراء، بظاہر دونون عبارتون مین تعارض ہے تعجب یہ ہے کہ شامی نے خود اشباہ کا حوالہ دیا ہے جو اسکے خلاف ہے قیاس کے مطابق قول اشباہ معلوم ہوتا ہے البتہ یہ کہ جب یہ تملیک ہے تو چونکہ تملیک مجاناً ہے اس لیے ہبہ مین داخل ہونا چاہیئے اور شرائط مثل قبض وعدم شیوع شرط ہوگا البتہ اگر وہ شے قابل تقسیم نہو تو بظاہر ہبہ صحیح ہونا چاہیئے شبہہ یہ ہے کہ اگر متروک میت مین سے ایک ایک چیز مختلف جنس سے ہے مثلاً ایک الماری ہے ایک کرسی ہے یا اور کوئی چیز جس کو ملاکر تقسیم کئے جانے پر مجبور نہین کیا جاسکتا اور ہر چیز کو علحدہ علحدہ تقسیم کرنے سے وہ شے منتفع بہ نہین رہتی ایسی چیز اگر ایک وارث دوسر یکو ہبہ کردے تو یہ ہبہ صحیح ہوگا یا نہین ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہو جاوے کیونکہ مثلاً اس کا الماری مین علحدہ حصہ ہے اور وہ بھی قابل تسلیم نہین پس شیوع مانع صحت ہبہ نہوا علحدہ کرسی مین علحدہ حصہ ہے اور وہ بھی قابل تقسیم نہین اگر یہ تمام باتین صحیح ہین تو پھر یہ امر جواب طلب ہے کہ کتبہائے مختلفہ خواہ ایک فن کی ہون مثلاً شرح وقایہ ہدایہ یا مختلف فن کی ہون ان کا کیا حکم ہے مثلاً ایک مولوی نے انتقال کیا اور اپنا کتب خانہ چھوڑا تمام ورثہ نے اپنا اپنا حصہ خاص ایک وارث کو دیڈالا تو یہ ہبہ بطریق سابق صحیح ہوسکتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر کتاب مین تمام ورثہ کا حصہ ہے اور چونکہ ہر کتاب علحدہ قابل تقسیم نہین اسلئے وہ ہبہ صحیح ہوگیا البتہ اگر کتاب کے دو نسخہ ہون تو صحیح نہو کیونکہ قابل تقسیم ہے اور آیا عدم صحت ہبہ (جبکہ کتاب کے دو نسخے ہون) اسیوقت ہوگا جبکہ دو وارث ہون اور زائد ہونے سے پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتاب مین صرف دو ہین اسلئے قابل تقسیم نہین یا کہ تمام کتابون کو ایک ساتھ شامل کرکے سب کو ایک نوع قرار دیدیا جاوے گا اور ہر صورت مین ہبہ صحیح نہوگا اس مسئلہ کی نسبت بڑا تردد اور پریشانی ہے توضیح کی وجہ سے تطویل ہوگئی

الجواب ۔ میرے نزدیک دونون مین تعارض نہین کیونکہ لم یبطل حقہ الخ اُس صورت مین ہے جب بالکلیہ دست بردار ہوجاوے جیسے ہندی بہنین اپنا حق بھائیون سے نہین لیتین اور یحتمل السقوط اُس صورت مین ہے کہ جب اپنے حق سے کم پر صلح کرے چنانچہ جاز الصلح کی دلیل مین بیان کرنا اسکا قرینہ ہے اور حاجت بیان یہ ہے کہ اپنے حق سے کم پر صلح کرنے کا جواز مخصوص معلوم ہوتا ہے دین کے ساتھ اور یہان یہ صلح عن العین ہے پس محتمل تھا عدم جواز کو اس لئے تصریح کردی اب تدافع نہ رہا اور جن امور کو لکھکر آپنے لکھا ہے کہ اگر یہ تمام باتین صحیح ہین الخ سو واقع مین یہ سب باتین صحیح ہین اور ظاہر یہی ہے کہ کتب مختلفہ اجناس مختلفہ ہین اور ایک کتاب کے مختلف نسخے جنس واحد کے مختلف افراد ہین مگر جب وارث زیادہ ہون اور نسخے کم ہون تو مجموعہ قابل تقسیم نہوگا واللہ اعلم، ار رجب ۱۳۲۵ھ

سوال عمرو زید ہر دو ایک مکان مشترک مین رہتے تھے لیکن قبضہ دار مسکن ہر فریق کا جداگانہ طور پر تھا حصہ عمر باعلان نصفی مکان بحالت بغاوت حاکم وقت نیلام ہوگیا ۔ زید نے بوقت نیلام روپیہ اُسکے نیلام کا عمرو کو بلا تصریح کسی امر کے کہ وہ چچا اُس کا حقیقی بھی تھا دیا کہ وہ نیلام خرید کرلے عمر نے وہ مکان اپنے نام پر خرید کرلیا اور تا حیات عمرو کے قبض و تصرف مین رہا اور بعد وفات عمرو اُسکے وارثان کے اور اس قسم کے تبرعات زید عمرو کے ساتھ اکثر کرتا رہا اب زید وارثان عمرو سے دعوی اس امر کا کرتا ہے کہ مکان میرے روپیہ سے خرید ہے شرعًا یہ دعوی زید کا جائز ہے یا ناجائز اور استرداد اس روپیہ کا زید کو پہنچتا ہے یا نہین ۔

الجواب ۔ صورت مسؤلہ مین زید نے جو عمرو کو روپیہ واسطے خرید نیلام کے دیا اور عمرو نے اپنے نام پر خریدا اور قبضہ مین عمرو ہی کے رہا پس یہ روپیہ دینا ہبہ ہے اگرچہ تصریح نہین کی مگر قرائن ظاہرہ ہبہ پر دلالت کرتے ہین اور وہ ملکیت عمرو کی ہے اور جب عمرو مرگیا اب رجوع ہبہ کا نہین ہوسکتا ۔ فقط

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت کی کوئی جائداد مملوکہ بلا شرکت غیرے ترکہ مادری یا پدری سے ہے اور اُس عورت کے ایک پسر دو دختر موجود ہین اگر وہ عورت بحالت صحت ورضا و رغبت اپنی کل جائداد اپنی دخترون کو ہبہ کردے اور بوجہ ناراضی کے پسر کو بے حق کردے اور کچھ نہ دے اور پسر صاحب جائداد بھی ہے تو آیا شرعًا اس امر کا اختیار رکھتی ہے یا نہین اور وہ پسر دعویدار ہوسکتا ہے یا نہین ۔

الجواب - وہ عورت اختیار رکھتی ہے کہ اپنی زندگی مین بحالت صحت کل جائداد اپنی دخترون کو ہبہ کردے اور پسر کو کچھ نہ دے پسر کو کچھ دعوی نہین پہونچتا باقی گناہ ہونا نہونا دوسری بات ہے اگر کسی وجہ شرعی سے مثل نافرمانی وایذارسانی وفسق وظلم وغیرہ پسر کو بے حق کیا ہے گناہ بھی نہو گا اگر بیوجہ کیا تو گناہ ہوگا مگر حاکم دونون صورتون مین اس تصرف کو جائز ونافذ رکھے گا - رجل وہب فی صحتہ کل المال للولد جائز فی القضاء ویکون آثما فیما صنع کذا فی فتاوای قاضیخان وانکان فی ولدہ فاسق لاینبغی ان یعطیہ اکثر من قوتہ کیلا یصیر معینا فی المعصیۃ کذا فی خزانۃ المفتین ولو کان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من ترکہ کذا فی الخلاصۃ عالمگیری نولکشوری ج ۳ ص۱۰۶۴ و ۱۰۶۵ واللہ اعلم فقط ۳ صفر ۱۳۰۱ہجری

سوال - زید کو ایک دربار سے تعلق تھا اُسکے صلہ خدمت مین وہانسے بطور اراضی وغیرہ کے بہت کچھ انعام ملا بعد اذان آقا و نوکر کے درمیان مین مخالفت واقع ہوئی پس آقا نے جو کچھ دیا تھا واپس لے لیا زید بھی ناخوش ہوکر دوسری جگہہ چلا گیا بعد مدت درازکے اولاد زید سے دو لڑکے پھر اُسی بستی مین گئے اور اُسی سرکار مین نوکر ہوئے اور منجملہ عطیہ مذکورہ پھر اُن کو دیا گیا اب اُس مین باقی زید کی اولاد شریک ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ ہبہ جدید ہے یا قدیم بعد اُسکے سرکار کی عادت یون ہی رہی کہ دو چار برس کے لئے وہ زمین چھوڑ دیا کرتی پھر ضبط کرلیا کرتی اور پھر مہینہ دو مہینہ بعد چھوڑ دیتی آخر کار یہ بات ہوئی کہ اُن دونون بھائی مین سے ایک بھائی کی تنخواہ مین لکھدی اب اُس کا مالک کون ہے۔

الجواب - اگر آقا نے زید کو بطور عاریت اراضی مذکور دی تھی تو استرداد جائز ہے لقولہ علیہ السلام العاریۃ مؤداۃ والمنحۃ مردودۃ رواہ الترمذی اور اگر بطور ہبہ دی تھی تو بعد وجود شرائط جواز ہبہ بحکم حاکم یا رضائے زید استرداد جائز ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے اور بلا حکم حاکم یا رضائے زید استرداد ناجائز - ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ درمختار - اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ آقائے واہب اگر خود حاکم ہے تو رجوع بحکم حاکم پایا گیا کیونکہ حکم حاکم کا اسکے نفع کے لئے نافذ نہین ہوتا وفیہا لا یقضی القاضی لنفسہ ولولدہ درمختار - البتہ اگر واسطہ حکم کے کسیکو نائب کرکے اُس سے فیصلہ کراتا تو نافذ ہوجاتا اذا وقع للقاضی حادثۃ او لولدہ فاناب غیرہ فقضے نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاءہ درمختار علی ہذا القیاس زید کے دو لڑکون کو جو دیا گیا اُس مین بھی یہی تفصیل ہے اگر عاریۃ دیا تو استرداد جائز اور اگر ہبۃً بدون تقسیم دیا تب بھی استرداد

جائز کیونکہ ہبہ غیر مقسوم کا صحیح نہین وہب اثنان دارالو احد صح وبقلبہ لکبیرین لا در مختار البتہ اگر وہ دونون محتاج ہون تو بدون تقسیم بھی صحیح ہے قولہ لکبیرین ای غیر فقیرین والا کانت صدقۃ فتصح شامی اور اگر بعد تقسیم دیا تو بحکم حاکم یا برضاء ہر دو شخص استرداد جائز ورنہ ناجائز پس صورہاے مذکورہ مین سے جس صورت مین زید سے استرداد جائز نہین اُس صورت مین اگر زید زندہ ہے تو وہ ورنہ اسکے ورثہ مالک اُسکے علی قدر الحصص الشرعیہ ہونگے نہ تخصیص ہر دو پسران کی نہ اُسکی جس کی تنخواہ مین لکھدیا اور جس صورت مین زید سے استرداد جائز تھا لیکن اُن دونون لڑکون سے جائز نہ تھا اس صورت مین صرف وہی دونون مالک ہین نہ ورثہ زید کے مستحق ہین نہ وہ خاص جس کی تنخواہ مین لکھدیا اور جس صورت مین انسے بھی استرداد جائز ہے اُس صورت مین صرف وہی مالک ہی جسکی تنخواہ مین لکھدیا واللہ اعلم ۹ صفر ۱۳۲۰ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مادر حقیقی نے اپنی ایک دختر کو کل جائداد از آن خاص منقولہ اور غیر منقولہ بمقابلہ اعزا و اقربا کے جمع کر کے ہبہ کردیا اور بعض جائداد اُس مین جو منقولہ تھی جیسے ڈگری عدالت وغیرہ اُسکے کاغذات سپرد موہوب لہ کے کردیئے اور بہ نسبت جائداد غیر منقولہ جیسے حصص دیہات وغیرہ اُسکی تحصیل بذیر آمدنی اور ادائے مالگذاری سرکار وغیرہ کا ضروری متعلق زمینداری سپرد موہوب لہ کردیا اور اجازت عام دیدی کہ تم جانو اور یہ جائداد جو شے موہوب ہے جاتے مین تمکو دیچکی تو ایسی ہبہ لسانی شرعاً جائز ہے کہ نہین اور موہوب لہ نے موہوب کو قبول کیا۔

الجواب۔ روپیہ کا ہبہ محض کاغذات کے دینے سے صحیح نہین ہوا کیونکہ موہوب کا موجود ہونا ضروری ہے تملیک العین بلکہ اُسکو روپیہ وصول کر کے مالک ہوجانے کی اجازت دی ہے پس یہ توکیل بالاقتضاء ہے پس اگر قبل معزول ہونے کے روپیہ وصول کر کے اُسپر قبضہ کرتی جاوے تو مالک ہوجائیگی اور بعد عزل مالک نہوگی اور معزول ہونے کی کئی صورتین ہین منجملہ انکے ایک یہ بھی ہی کہ وہ موکلہ معزول کردے یا موکلہ مرجاوے ان دونون صورتون مین وہ وکیلہ معزول ہوجاویگی اور وصول کرنے کی مجاز نہین بلکہ سب ورثہ اپنے حصص مین برابر استحقاق رکھتے ہین واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت در مختار۔ ای ویکون وکیلا عنہ فیہ ۱۲ شامی فللموکل العزل متی شاء ۱۲ وینعزل بموت احدہما ۱۲ یہ جب ہے کہ حالت صحت واہبہ مین وصول کر کے قبضہ کرلیا ہو اور اگر واہبہ کے مرض الموت مین یا بعد الموت قبضہ کرلیا تو بدون اجازۃ ورثہ صحیح نہوگا ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا

ان اسلم اور دیگر اشیاء موجودہ منقولہ یا غیر منقولہ جو ہبہ کی ہین اس مین دیکھنا چاہیئے کہ یہ لڑکی صغیرہ نابالغہ ہے یا کبیرہ بالغہ اگر نابالغہ ہے تو دیکھنا چاہیئے کس کی تربیت مین ہے اگر باپ دادا یا ان کا وصی موجود نہین یا موجود ہے لیکن سفر مین ہے اور بالفعل ماں کی ولایت مین ہے تب تو محض زبانی کہدینے سے ہبہ صحیح ہوگیا اور اگر بالغہ ہے یا نابالغہ ہے لیکن باپ دادا یا وصی موجود ہے تب یہ ہبہ زبانی کہدینے سے تام نہوگا تاوقتیکہ قبضہ باپ دادا کا یا لڑکی یا اس کے نائب کا نہو وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ تتم بالعقد ۱۲ وان وہب لہ اجنبی یتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم وعند عدمہم ولو بالغیبۃ المنقطعۃ تتم بقبض من یعولہ اور جس صورت مین ماں کا قبضہ کافی نہین اس مین یہ بھی شرط ہے کہ جو چیز قابل تقسیم ہو اُس کو جدا کرکے اس کو یا اسکے ولی و نائب کو قابض کردے اور قبضہ محض حساب وکتاب دینے سے نہین ہوتا تاوقتیکہ تسلط تام نہو جس کو عرف قانون مین دخلیابی کہتے ہین وتتم الهبۃ بالقبض الکامل وکل الموہوب لہ رجلین لقبض الدار فقبضاہا جاز ۱۲ اخانیہ البتہ جو چیزین قابل تقسیم نہین اس مین اشتراک واشاعۃ مضر نہین فی محوز مقسوم ومشاع لا یقسم لا فیما یقسم ولو لشریکہ والروایات کلہا من الدر المختار واللہ اعلم فقط

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین رحمہم اللہ تعالی اجمعین اس مسئلہ مین کہ مثلاً زید نے اگر اپنے بیٹے عمرو کے نام کسی مصلحت سے بعوض اپنے مال کے کوئی معاش خرید کی جیساکہ فی زماننا اکثر رائج اور عرف مین بنام اسم فرضی مشہور ہے تو آیا وہ معاش زید کی ملک ہوگی یا عمرو کی اور بھی زید کو اُس مین اختیار نقل وتصرف مثل بیع وہبہ وغیرہ کا ہے یا نہین۔ بینوا توجروا

الجواب۔ رکن بیع کا ایجاب وقبول ہے جنکے درمیان ایجاب وقبول ہوا مبیع اسی کی ملک ہوگی پس زید نے اگرچہ بمصلحت اپنے بیٹے کے نام سے معاش خرید کی زید ہی کی ملک ہوگی نظیر اسکی بیع تلجیہ ہے کہ دو شخص کسی وجہ سے بیع ظاہر کرین اور مقصود بیع نہو سو وہ بیع مفید ملک نہین ہوتی جب باوجود ایجاب وقبول کے بوجہ عدم قصد ثبوت حکم کے ملک نہین ہوتی تو جسکے ساتھ ایجاب وقبول تک نہین ہوا اور نہ اُسکے ہاتھ بائع کا بیچنے کا قصد ہے نہ اُسکے لئے مشتری کا خریدنے کا قصد ہے اُسکی ملک کیونکر ہوسکتی ہے فی الدر المختار و بیع التلجیۃ وہو ان یظہرا عقدا وہما لا یریدانہ یلجاء الیہ لخوف عدو وہو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالہزل اھ پس مشتری ہی کی ملک ہوگی اور اُس کو تصرفات مالکانہ جائز ہون گے

تاوقتیکہ کوئی سبب صحیح موجب انتقال ملک جس سے عمرو کی ملک ہوجائے نہ پایا جاوے ہان بعض اشیاء مین بوجہ عرف کے نفس اشتراء سے مشتری لہ کی ملک ہوجاتی ہے جیسے چھوٹے بچے کیلئے کپڑے بنائے جاوین نفس اتخاذ سے اسکی ملک ہوجاتے ہین۔ فی الدر المختار عن الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ انتھے۔ نہ اس وجہ سے کہ اشتراء لہ موجب ملک ہے بلکہ اسوجہ سے کہ قرائن دال ہین ہبہ پر اور ہبہ للصغیر مین باپ کا ایجاب اگرچہ دلالۃ ہو کافی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر اعادہ کی تصریح کردے تو صغیر کی ملک نہین ہوتی کمامر اور یہی وجہ ہے کہ کبیر کے لئے اگر کپڑے بنائے تو قبل تسلیم اس کی ملک نہون گے۔ فی رد المحتار تحت قولہ لولدہ ای الصغیر واما الکبیر فلابد من التسلیم کمافی جامع الفتاوے انتھے۔ اور زمین وغیرہ خریدنے مین جب قرائن عدم ہبہ پر دال ہین تو ہبہ بھی صحیح نہوا پس نہ بیعانہ ہبۃً کسی طرح بیٹے کی ملک نہین خواہ صغیر ہو یا کبیر واللہ اعلم وانما اطلنا الکلام فی ہذا المقام لانہ من مطارح الاعلام فکم من اقدام فیہ زلت وکم من افہام فیہ ضلت واللہ ولی العصمۃ۔

کتابُ الشرکۃ

عدم براءۃ مستقرض بادا ببعض ورثہ مشترکین

سوال۔ ہندوستان کے عام رواج کے موافق زید اور اُسکے تمام ورثہ ایک ہی مین رہتے سہتے کھاتے پیتے ہین عمرو نے زید سے کوئی چیز خریدی اور ابھی قیمت نہین دی تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا انتقال کے بعد عمرو نے قیمت ورثہ زید مین سے ایک وارث کو دیدی ہر ہر وارث کو اُن کے حصون کے موافق نہین دی تو کیا عمرو اپنے بار سے سبکدوش نہین ہوا اور کیا دوبارہ ہر ہر وارث کو اُنکے حصون کے موافق دینا چاہیئے زید کے ورثا اب تک بدستور سابق ایک ہی مین رہتے سہتے کھاتے پیتے ہین اور انکے اموال باہم مشترک ہین اور زید کے بعد اسی اشتراک اور ایک مین ہونے کے سبب زید کا کچھ ترکہ تقسیم نہین ہوا اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے۔

الجواب۔ یہ شرکت املاک ہے شرکت عقد نہین جسمین ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے پس جب شرکت املاک مین وکالت نہین تو ایک وارث کو دینے سے دوسرے ورثہ کا مطالبہ اپنے اپنے حصہ کا باقی رہیگا البتہ اگر سب ملکر اس وارث کو اذن دیدین یا میت اُس وارث کو اپنا وصی بناگیا تھا تب البتہ اُس کا قبض سب کا قبض ہے البتہ اگر دوسرے ورثہ عمرو سے مطالبہ کرین تو عمرو اُس وارث سے

باستثناء اسکے حصے کے بقیہ رقم واپس لے سکتا ہے۔ ۲۷ محرم ۳۲۲ھ

عدم جواز شرکت مال و شرط نفع معین از دوکان

سوال۔ مجھے کچھ روپیہ قرض لینے کی ضرورت پڑ گئی ہے ایک صاحب روپیہ دینے پر تیار ہین مگر کہتے ہین کہ تجارت مین مجھکو بھی شریک کر لو بہت سے امور ایسے ہین جنکی وجہ سے مین کسیکی شرکت پسند نہین کرتا لیکن اسوقت ایسی مجبوری ہو گئی کہ لا محالہ چند روز کے لئے مجھے اسکو منظور کرنا پڑا مگر خواہش یہ ہے کہ شرکت ایسے طریقے سے کیجائے کہ روپیہ جلدی ادا ہو کر علحدگی ہو جائے لہذا اُسکے واسطے مین نے یہ صورت تجویز کی ہے کہ جسقدر روپیہ کی مجھکو ضرورت ہو وہ مین لے لون اور جن کتابون کی خواہش ہے ان کو خرید لون اور اپنی کل تجارت مین ان صاحب کو شریک کر لون تاکہ روپیہ جلدی ادا ہو جائے اور مین سبکدوش ہو جاؤن ورنہ اگر چند کتابون مین شریک کرونگا تو روپیہ بہت دنون مین ادا ہو گا اور فی روپیہ ۲ر نفع طے پایا ہے مثلاً مین نے ع۵ لیکر کتابین منگوالین اب ۲ر کے حساب سے ع۵ مین ع۱ نفع کے ہوئے اصل و نفع ملا کر ع۶ ہوئے اب اگر ع۵ کی کتابین علحدہ دو چار رکھی جاوین تو مدت مین نکلینگی اسلیئے روپیہ لیکر مین کتابین اپنی ضرورت کی منگواؤنگا باقی اس خیال سے کہ روپیہ جلدی ادا ہو جائے اپنی کل کتابون مین انکی شرکت کئے لیتا ہون اور اس امر کی اطلاع انکو کر دی گئی ہے وہ اس پر راضی ہین اگر یہ صورت شرعاً جائز ہو تو اجازت مرحمت فرمائی جاوے اور اگر ناجائز ہو تو کوئی ایسی آسان صورت اطلاع فرمائی جاوے کہ میری ضرورت بھی نکل آوے اور روپیہ آسانی کے ساتھ جلدی ادا ہو جاوے کل تجارت سے میرا یہ مقصود ہے کہ جو کتابین میرے پاس پہلے سے موجود ہین اور جو کتابین اس روپیہ کے ساتھ خریدونگا دونون کو ایک ہی مین ملا کر شرکت کر لون قدیم و جدید دونون ذخیرے ایک کر دیئے جاوین۔

جواب۔ فی الدر المختار کتاب الشرکۃ وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وفیہ واما اعنان الی قولہ ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ وببعض المال دون بعض وفیہ ولا یصح مفاوضۃ وعنان بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ اھ ان روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ صورت شرکت عنان کی ہے اور شرکت عنان مین دو شرطین ہین وہ یہان نہین ہین کیونکہ ایک کا مال نقد ہے دوسرے کی کتابین اور نقد والے کا نفع معین ہے لہذا یہ شرکت ناجائز ہے اور یہ نفع معین

سود ہے جو ایک حیلہ سے قرض پر لینا مقصود ہے۔ ۱۲ر رجب ۱۳۲۲ھ

کتاب القسمۃ

تقسیم مشترک

سوال۔ عمرو زید ہر دو ایک مکان مشترک مین رہتے ہین اور ہر فریق کی تعمیر جداگانہ قبضہ وار علحدہ علحدہ ہے اور صحن مکان و زینہ و پائخانہ و دروازہ مشترک ہے اور صحن مشترک کہ جنوباً شمالاً ۷۔گز ہے اور شرقاً غرباً ۸۔گز اور مکان ہر فریق کے جنوباً شمالاً بنے ہوئے ہین زید چونکہ ایک تونگر آدمی ہے بغرض ایذا رسانی عمرو کے یہ کہتا ہے کہ نصف صحن مین ایک دیوار کرلو اور دروازہ و پائخانہ و زینہ بھی تقسیم کرلو چونکہ زید کے پاس بوجہ امارۃ و دولت ظاہری اور مکان بھی ہین لہذا بعد تقسیم زید کو تنگی مکان مضر نہوگی اور عمرو کے پاس بجز اس مکان کے کوئی دوسرا مکان نہین اُس کو تنگی صحن باعث ایذا و مضر صحت ہوگی زید کا تقسیم پر مصر ہونا بغرض ایذا رسانی عمرو شرعاً جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ منجملہ شرائط تقسیم کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بعد تقسیم کے اُس شے مشترک کی منفعت مقصودہ فوت نہو پس اس صورت مین صحن کی تقسیم تو جائز ہے کیونکہ بعد تقسیم بھی منفعت صحن کی باقی رہتی ہے اور پائخانہ اور زینہ اور دروازہ کی تقسیم جائز نہین کیونکہ بعد تقسیم انکی منفعت باقی نہین رہسکتی وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لایقسم نحو حائط وحمام در مختار وقال الشارح تحت قولہ المنفعۃ ای المعہودۃ وہے ماکانت قبل القسمۃ اذ الحمام بعدہا ینتفع بہ کنحو ربط الدواب شامی صـ۱۶۱ ہان اگر دونون شریک تقسیم چاہین درست ہے فقط ایک کے اصرار پر جائز نہین اما اذا رضی الجمیع صحت شامی صـ۱۶۱ فقط

کتاب الزراعۃ

عدم استحقاق زمیندار درختان کاشتکار

سوال۔ جو درخت کہ کاشتکار لگاتے ہین اُن کے لاپتہ ہوجانے یا مرجانے پر زمیندار کو کوئی حق مثل قبضہ و فروخت یا ثمر حاصل ہے یا نہین اور جائز بھی ہے یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ درخت کا مالک وہ شخص ہے جو اُس کو لگاوے لہذا ایسے درخت زمیندار کی ملک نہونگے البتہ زمیندار کو یہ اختیار ہروقت حاصل ہے کہ کاشتکار کو مجبور کرے کہ ہماری زمین خالی کرو اگر وہ نہ مانے یہ اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے اگر لگانے والا مرجاوے اُسکے وارث مالک ہون گے

اور اگر کوئی وارث بھی نہو یا خود وہ بے نشان ہو جاوے تو پہلی صورت مین وہ مساکین کا حق ہے اسکو یا ثمر کو جب فروخت کرین گے دام مساکین کو دینے ہونگے اور اگر زمیندار خود کھاوے گا تو بھی اُسکے دام لگا کر خیرات کرنا ضروری ہوگا اور دوسری صورت مین یعنی جب بے نشان ہو جاوے اُس کو نوّے سال کی عمر تک کا انتظار کر کے اب کہین گے کہ وہ مر گیا اگر اسکے وارث ہون تو ان کا حق ہے ورنہ پھر مساکین کا۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۲ جمادی الاولےٰ ۱۳۲۲ھ

سوالات متعلق جواب بالا

(۱) کاشتکار جو درخت لگاتے ہین اُسکی صورت یون ہے کہ انھون نے زمیندار سے یہ کہکر زمین حاصل کی کہ آپ کوئی زمین بتا دیجئے جسپر مین چار درخت لگا دون جسکا مطلب رواجاً یہ ہوتا ہے کہ درخت لگانے والا اپنی زندگی تک اس کا پھل کھائیگا اُسکے مرنے یا لاپتہ ہونے پر زمیندار کو اُس پر قبضہ کا حق حاصل ہے یہ جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اگر زمیندار لگائے ہوئے درخت پر بجبر قبضہ کر لے تو یہ گوارا ہو سکتا ہے بمقابلہ اُس جبر کے کہ دس بارہ برس تک جن درختون کو کاشتکار نے نہایت جانفشانی سے بچون کی طرح پرورش کی ہو اُس سے زمین خالی کرالی جائے اگرچہ کاشتکار کو دبانے کا یہ جائز طریق ہو لیکن کیا اُس کی نقصان رسانی کی منشاء کے ساتھ بضرورت ہی ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہین۔

جوابات

(۱) غایۃ ما فی الباب اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ایک امر واقع فی المستقبل پر زمیندار کے مالک ہونے کو معلق کیا ہے سو تملیکات مین اس تعلیق کی صلاحیت نہین ہوتی قمار کی حقیقت شرعاً یہی ہے البتہ اگر کاشتکار تصریح وصیت کی کردے کہ جب مین مرجاؤن یہ درخت زمیندار کے ہین تو یہ وصیت ہو جاویگی اور جس قدر احکام وصیت کے ہین سب جاری ہونگے مثلاً ہر وقت کاشتکار کو اس وصیت کے واپس لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور مثلاً اس زمیندار کے اول مرجانے سے یہ وصیت باطل ہو جاویگی اور مثلاً ثلث ترکہ سے زائد مین جاری نہو گی اور مثلاً یہ تبرع محض ہے اس مین جبر یا شرط لگانا جائز نہوگا اور مفقود کا حکم اُس کی نوّے سال کی عمر ہونے سے پہلے احیاء کا ہے اُسکا مال امانت رہے گا اور بعد اس مدت کے وہ میت ہے اسوقت وصیت کے احکام

مذکورہ ملحوظ ہوں گے۔

مسئلہ ۲ جب زمین کا خالی کرالینا جائز ہے واقع میں یہ جبر ہی نہیں اگر کاشتکار اس کو جبر ناگوار سمجھے اُس کا کوئی اعتبار نہیں اور بجبر قبضہ کر لینا چونکہ ناجائز ہے اجازت تو اسلئے نہیں ہو رہا کاشتکار کا اس کو گوارا کر لینا یہ دلیل طیب خاطر کی نہیں کیونکہ حقیقۃً اس کو گوارا نہیں بلکہ واقع میں تو ناگوار ہی ہے لیکن دوسری ناگواری سے یہ ناگواری کم ہے جب ناگواری ثابت ہے اس لئے گوارائی کو علت اجازت نہیں قرار دیسکتے البتہ اگر سچ مچ گوارا ہے تو صاف لفظوں میں کہدے کہ میں آپ کو بخوشی ہبہ کرتا ہوں بشرطیکہ قرائن سے معلوم بھی ہے کہ واقع میں طیب خاطر ہے اور یہ عبارت سمجھ میں نہیں آئی لیکن کیا اُس کی نقصان رسانی لے قولہ یا نہیں اگر اس جواب کے بعد بھی شبہ باقی ہو اسکو ذرا واضح عبارت سے مکرر پوچھا جاوے شاید یہ مطلب ہو کہ گو یہ طریق جائز ہو لیکن اگر نیت نقصان رسانی کی ہے تب بھی جائز ہے یا نہیں اگر یہ مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ طریق مروت کے خلاف ہوگا مگر گناہ بالکل نہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ۹ جمادی الاخری ۳۲۲ھ

کتاب اللقطہ

سوال۔ ایک شخص کے پانچ روپیہ ہمارے ذمہ باقی ہیں اور اُسکا کہیں پتہ نہیں ملتا اور ہمارا اسباب اس کے پاس ہے قیمت تخمیناً پانچ روپیہ سے زیادہ ہوگا تو یہ قرضہ اسباب سے ادا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

جواب۔ وہ پانچ روپیہ اسباب میں نہیں لگ سکتے آپ کو چاہیئے کہ اللہ واسطے مسکینوں کو اُسکی طرف سے تقسیم کردیں جب وہ شخص ملے اور مانگے تو اُس کو دیں اور اپنا اسباب اُس سے لیں اور اگر وہ اسباب تلف ہو گیا ہو باوجود حفاظت کے تو آپ اُس سے نہیں لے سکتے وجہ یہ کہ معاوضہ عین اور دین بدون تراضی طرفین جائز نہیں! ۱۱ر شعبان ۱۳۲۱ ہجری

کتاب الوصایا

سوال۔ ہندہ کو کچھ زر نقد سرکار سے ملتا تھا اُس نے اُس کو اپنی بہو مسماۃ زینب کے نام جس کا شوہر پسر ہندہ سامنے اپنی ماں کے مرگیا تھا ہبہ کردیا اور لکھدیا کہ بعد میرے وہ روپیہ میری بہو کو ملا کرے اور بعد وفات اُسکے میرے ورثہ کو ملا کرے بعد وفات ہندہ کے مقدمہ عدالت میں

استعمال مال مفقود بمال خود

پیش ہوکر وہ ہبہ نامہ وصیت نامہ قرار پایا اور ثلث زینب موصی لہا کو دیا گیا باقی دو ثلث ورثاے ہندہ کو اب موصی لہا مسماۃ زینب مرگئی پس وہ ثلث زینب کے ورثہ کو ملے گا یا مسماۃ ہندہ کے ورثہ کو بعض اہل علم کی رائے ہے کہ بموجب شرط ہبہ نامہ (جو وصیت نامہ قرار پایا) ورثہ ہندہ کی طرف منتقل ہوجاویگا اور بعض کی رائے ہے کہ وصیت تملیک ہے لہذا جو شرط اسکے خلاف ہوگی وہ باطل ہے پس اُس ثلث کی مالک مستقل زینب ہے اُسکی وفات کے بعد اُسکے ورثہ کو ملے گا۔

الجواب - چونکہ وصیت یا ہبہ دونون خاص ہین ملک موصی و واہب کے ساتھ جیسا شرعًا ظاہر ہے اور جو روپیہ سرکار سے ہندہ کو ملتا ہے وہ تبرع محض ہے قبل قبض اس مین کوئی ملک یا حق تملیک اُسکو حاصل نہین لہذا ہندہ کا یہ کہنا نہ وصیت ہے نہ ہبہ ہے بلکہ تصرف حق غیر مین ہے لیکن جب سرکار نے ایک ثلث زینب کو دیا اور دو ثلث ہندہ کے ورثہ کو چونکہ یہ ابتداءً تبرع ہے اس لئے یہ دینا اور لینا بھی درست ہوگیا گو اسکی یہ بنا کہ اسکو وصیت قرار دیا صحیح نہین ہے اب بعد وفات زینب کے بھی بناءً علے الوصیت کسی کا حق نہین جیسا بیان ہوچکا بلکہ سرکار جسکو جسقدر دیدے اُس کو اُسیقدر لے لینا درست ہے وہ سب تبرع مبتدا ہوگا پس بعض کا یہ کہنا کہ ہندہ کی شرط کے موافق منتقل ہوجاوے گا یا بعض کا یہ کہنا کہ وصیت تملیک ہے الخ اسلئے صحیح نہین کہ شرط و تملیک دونون مخصوص ہین ملک و حق ملک کے ساتھ اور یہان یہ مفقود ہے جیسا مذکور ہوا اور قول ثانی اسلئے بھی صحیح نہین کہ اگر یہ تملیک واقعی بھی ہوتی تو چونکہ موصی بہ عین نہین حق محض ہے اور حقوق مین وصیت کا بقا موصی لہ کی حیات تک رہتا ہے اُس کی موت کے بعد وہ موصی بہ ورثہ موصی کی طرف عود کر آتا ہے فی الدر المختار و رد المحتار وبموت الموصی لہ بعد موت الموصی یعود العبد والدار ای خدمۃ العبد وسکنی الدار وغلتہما الی الورثۃ ای ورثۃ الموصی بحکم الملک ای ملک الموصی او ورثۃ فلا یعود الی ورثۃ الموصی لہ اھ ملخصًا ومثلہ فی الہدایۃ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال - زید نے مرض الموت مین ایک وصیت نامہ لکھا کہ میرے ترکہ سے ایک ثلث مین وصیت ہے کہ ایک سو روپیہ تجہیز و تکفین و ایصال ثواب اور ایک سو روپیہ فلان عمرو کو اور بقیہ فلان فلان پانچ شخصونکو جو وارث شرعی نہین بحصہ مساوی دیا جاوے اور دو ثلث ورثہ شرعیہ کو تقسیم کیا جاوے اس وصیت نامہ کو سنکر اور لوگون نے اپنے اپنے دستخط کردیے مگر پانچوین موصی لہ نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھکو لینا منظور نہین ہے یہ سمجھکر کہ یہ مال زکوۃ ہے اسپر زید موصی نے کہا کہ تم منظور کرلو پھر لوٹ کر میرے ہی

ف رد موصی لہ وصیت را با رجوع موصی ازرد

اوپر لگا دینا اور دوسرے موصی لہ نے بھی سمجھایا کہ تم منظور کر لو یہ زکوۃ نہیں ہے سبکو ملا ہے اور مین نے بھی لیا کیا مین تمہارے نزدیک زکوۃ کھانے والا ہون تب بھی نہین مانا تب زید موصی نے سمجھانے والے سے کہا کہ تم کیون اصرار کرتے ہو وہ نہین منظور کرتے ہین نہ لین تم ان کا نام کاٹ دو اور چاری نام رہنے دو تب دوسرے شخص نے کہا کہ نام کاٹنے سے کاغذ مشکوک ہوجاوے گا تو زید موصی نے کہا کہ ان کے نام پر (ص) بنا دو پھر کہا گیا کہ صاد کا مطلب بھی مشکوک رہے گا تب زید موصی نے کہا کہ انکے نام پر انسے انکار لکھوا لو چنانچہ زید موصی نے خود منکر کے ہاتھ سے اُسکے نام پر اُس کاغذ پر یہ الفاظ لکھوائے مجھکو لینا منظور نہین فلان بقلم خود پھر زید موصی نے اُس وصیت نامہ پر اپنے دستخط کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے مرنے سے کچھ پیشتر منجملہ ان چار شخصون کے جن کو تقسیم بین الشرکاء کے لئے بموجب وصیت نامہ کے مقرر کیا تھا) ایک شخص کے پاس بھیجدیا اُس شخص نے اپنے پاس رکھ لیا اب بعد انتقال زید موصی کے وہ شخص منکر کہتا ہے کہ مین نے زکوۃ کا مال سمجھا تھا اسلئے مین نے انکار کیا تھا اب مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ زکوۃ کا مال نہین ہے اور مین نے مولویون سے پوچھ لیا ہے اور مجھے لینا درست ہے تو علماء دین سے سوال یہ ہے کہ صورت مسئولہ مین بعد انکار و رد و بدل منکر کے حق مین یہ وصیت رہی یا کالعدم ہوگئی اور اس کا یہ عذر کہ مین نے مال زکوۃ سمجھکر انکار کیا تھا قبول ہوسکتا ہے یا نہین اور مال وصیت بعد ادا، دو سو روپیہ مصارف تجہیز و تکفین و وصیت در حق شخص واحد بقیہ ان پانچون پر تقسیم ہوگا یا نہین اگر کوئی شخص بلا رضامندی دیگر شرکاء کے تقسیم کر کے پانچوین شخص کو دیوے تو اس کو حلال ہے یا حرام اور ایسی تقسیم کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ الروایۃ الاولے۔ فی الہدایۃ صـ۶۴۲ وقبول الوصیۃ بعد الموت فان قبلہا الموصی لہ فی حال حیوتہ اورد ہا فذلک باطل۔ الروایۃ الثانیۃ فی الہدایۃ صـ۶۴۲ ویجوز للموصی الرجوع عن الوصیۃ واذا صرح بالرجوع او فعل مایدل علی الرجوع کان رجوعا۔ الروایۃ الثالثۃ فی الدر المختار باب الوصیۃ بثلث المال واصلہ المعول علیہ انہ متے دخل فی الوصیۃ ثم خرج لفقد شرط لایوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر کذا ذکرہ الزیلعی۔ صورت مسئولہ مین اگر موصی بعد رد موصی لہ کے اس باب مین کچھ دخل نہ دیتا تو یہ رد انکار جو حیات موصی مین ہو قابل اعتبار

نہو تا بلکہ موت موصی کے بعد جب وہ قبول کرلیتا تو یہ وصیت بحال خود رہتی بشرطیکہ بعد موت موصی کے نوبت انکار موصی لہ کی نہ آئی ہو تدل علیہ الروایۃ الاولی لیکن جب رد انکار موصی لہ کے بعد موصی نے کہا کہ انکے نام پر لئے انکار لکھوالو تو موصی نے اس رد کو منظور کرلیا جو کہ فعل دال علی الرجوع عن الوصیۃ ہے چنانچہ ظاہر ہے اس رجوع سے حق موصی لہ کا باطل ہوگیا تدل علیہ الروایۃ الثانیۃ لیکن اس شخص کا حصہ یعنی موصی بہ کا خمس اُن چار باقی کو نہ ملے گا بلکہ حق ورثہ کا ہے البتہ اگر موصی اسکے بعد کہدیتا کہ اب یہ مجموعہ ان چار کو ملے تو یہ خمس بھی علے السوا ان چارون کو ملجاتا لیکن اگر نہ کہا ہو تو ان اربعہ کا اس خمس کا مستحق ہونا محتاج وصیت ہے اور وہ پائی نہین گئی تدل علیہ الروایۃ الثالثۃ البتہ اگر سب ورثہ بالغ ہون اور اپنی رضا سے اُس کو یہ خمس دیدین یا جو بالغ ہون وہ اپنا حصہ اس خمس مین سے اسکو دیدین تو اُسکا لینا جائز ہے ورنہ دینا اور لینا دونون ناجائز ہین واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲۷ شوال ۱۳۲۳ھ

وصیت للوارث

سوال ۔ وارث کے لیئے وصیت کی اور ورثہ نے بعد موت موصی اُس کو رد کردیا پھر اگر اجازت دین تو وصیت صحیح ہوجاوے گی اور لازم یا کہ جدید تبرع ہوگا اور دینے نہ دینے کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح موصی لہ نے وصیت کو قبول نہین کیا تو وصیت صحیح ہوجاوے گی یا نہین۔

الجواب ۔ تصریح تلاش کرنے کا وقت نہین ملا لیکن قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت اولی مین یہ تبرع جدید ہوگا کیونکہ تصرف موقوف قبول یا رد پر منتہی ہوجاتا ہے ولاحکم للشئ بعد انتہاءہ جیساکہ بیع موقوف و نکاح موقوف مین کہ بعد رد اصلا اعتبار نہین رہتا اور صورت ثانیہ مین بھی اسی طرح وہ وصیت معتبر نہوگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

وصیت للاجنبی وللوارث

سوال ۔ ایک مسئلہ کی نسبت یہان بڑا تردد ہے وصیت کی نسبت فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ اگر دو شخصون کے لیئے وصیت کرے اور ایک کو مال نہ مل سکے تو اگر اُس کو ملنے کا احتمال ہی نہو تو کل مال موصی لہ ثانی کو ملجاویگا اور اگر احتمال ہے تو نصف ملے گا مثلا زید اور وارث کے لئے وصیت کی اور وارث کو نملا تو جسقدر مال کی وصیت کی ہے اُس کا نصف ملے گا اور اگر زید و عمرو کے لیئے وصیت کی اور زید میت ہے تو کل مال عمرو کو ملجاویگا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے کل مال کی زید اور وارث کے لئے وصیت کی اور بقیہ ورثہ نے اس کو جائز نہ رکھا تو آیا یہ سمجھا جاویگا کہ چونکہ کل مال کی وصیت نادرست ہے تو گویا ثلث مال کی وصیت کی تھی زید و وارث کے لئے جسے کہ زید کو ثلث کا نصف یعنی سدس ملے

یا یہ نہ سمجھا جاوے گا بلکہ اگر ورثہ راضی نہ ہوئے تو اجنبی کو ثلث مال دلایا جاوے گا فقہاء کے قاعدہ سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہاں تضیف کیجاتی ہو وہاں وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہین بلکہ تنصیف کرنا مقصود ہو اسی لیئے اگر کسی وجہ سے ایک شخص کو نہ مل سکا لیکن دوسرے کو اس کا حصہ ندیا جاوے گا اور صورت مسئولہ مین یہ امر مفقود ہے کیونکہ بہر حال اجنبی کو نصف کل مال بلکہ اُس سے بھی کم ملے گا اگر ورثہ راضی نہوئے پھر ثلث کے نصف کرنے کی کیا وجہ باادب تمام التماس ہو کہ اس کی نسبت جو اعلی حضرت کی رائے ہو اس سے مطلع فرمایا جاوے اور اگر بنظر توجہات اعلحضرت کوئی روایت بھی تحریر فرمائی جاوے تو اور بھی اطمینان قلب ہو جاویگا۔

الجواب۔ ہدایہ مین ہے ومن اوصی لاجنبی ولوارثہ فللاجنبی نصف الوصیۃ وتبطل وصیۃ الوارث لانہ اوصی بما یملک الایصاء بہ وبما لا یملک فصح فی الاول وبطل فی الثانی اس روایت سے صورت مسئول عنہا کا جواب ظاہر ہے کہ اس مین زید کو نصف ثلث ملیگا کیونکہ تعلیل ہدایہ کی اس مین جاری ہے اوصی بما یملک وبما لا یملک الخ کیونکہ روایت مذکورہ مین ما یملک سے مراد ظاہر ہے کہ وصیت للاجنبی ہو اور مالا یملک سے مراد وصیت للوارث ہو قطع نظر مقدار موصی بہ سے کہ وہ دوسری دلیل مستقل سے ثابت ہے کہ ثلث متجاوز نہو گا اور اگر ثلث سے زائد ہو تو وہ بھی بمنزلہ ثلث کے ہو گا اور وصیت مسئول عنہا مین تفضیل احدہما علی الآخر مقصود نہین پس تساوی کا کیا حکم کیا جاویگا اس بنار پر صورت مسئول عنہا بھی روایت مذکورہ کی ایک جزئی ہوگئی پس حکم مذکورہ بھی اُسکے لیئے ثابت ہو گا۔ قولکم وہان وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہین الی قولکم یہ امر مفقود ہے قلت کل سے مراد کل متروکہ ہے یا کل موصی بہ اگر شق اول ہے تو مسلم نہین کہ یہ وجہ ہو کہ اسکے لیئے حاجت نقل ہو اور اگر شق ثانی ہے تو مسلم ہے لیکن یہ کہنا کہ مفقود ہو مسلم نہین کیونکہ جب دو کے لیئے وصیت کی تو زید کو کل موصی بہ دلانا مقصود نہین بلکہ دونون کی تساوی مقصود ہے اور کل مال معنی مین ثلث مال کے ہے پس لوازم تساوی سے زید کو نصف ثلث ملنا ہے آپ مکرر غور فرمایئے اگر کچھ شبہہ رہے پھر لکھیئے واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۵ محرم ۱۳۲۴ھ

سوال۔ مسائل ذیل مدرسہ مین آئے ہوئے ہین اور کوئی قابل تسکین جواب خدام کی نظر سے نہین گذرا اسلیئے اعلحضرت کو تکلیف دیجاتی ہے امید کہ تکلیف فرماکر رفع تردد فرمایا جاوے سوال سوم کی نسبت تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ درحقیقت وصیت انتفاع کی ہے نہ عین شئے کی اور انتفاع مین

تفصیل راضافہ در وصیت

حین حیات تک وصیت درست ہے اسلئے یہ جائز ہو جاوے وہ سوالات یہ ہین (۱) وصیت مین کسی قسم کی شرط میعاد انتقال ذات شے مین کرے تو وہ وصیت جائز ہے یا نہین (۲) اگر زید ایک ثلث عین کی وصیت بحق اجنبی کرے اور شرط میعاد کی اس طرح کرے کہ بعد میرے پانچ سال تک مثلاً قابض نہو گا بلکہ ورثہ قابض رہین گے اور بعد پانچ سال کے موصی لہ قابض ہوگا یہ میعاد شرط قابل پابندی ہوگی یا نہین اور وصیت جائز ہوگی (۳) اگر وصیت زید کل مال کی کرے بنام اجنبی کے اور شرط میعاد تا حیات کرے یعنی بعد وفات موصی لہ میرے ورثہ پاوینگے اور حالت حیات مین اجنبی قابض رہے گا تو یہ وصیت جائز ہوگی یا نہین اور ورثہ موصی بعد مرنے کے اسپر راضی ہو گئے۔

الجواب۔ وصیت کی تفسیر درمختار وغیرہ مین ہے تملیک مضاف الی مابعد الموت اور اُس کے شرائط مین سے یہ بیان کیا ہے وکون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال ام معدوما ای وہو قابل للتملیک بعقد من العقود قال فی النہایۃ ولہذا قلنا بان الوصیۃ بما تثمر نخیلہ العام او ابدا تجوز وان کان الموصی بہ معدوما لانہ یقبل التملیک حال حیوۃ الموصی بعقد المعاملۃ وقلنا بان وصیۃ بما تلد اغنامہ لایجوز استحسانا لانہ لایقبل التملیک حال حیوۃ الموصی بعقد من العقود اھ ردالمحتار اس سے معلوم ہوا کہ سوال اول و دوم مین یہ اشتراط ناجائز ہے کیونکہ حیات مین عین کی تملیک اسطرح ناجائز ہے پس وصیت مین موت موصی کے بعد معًا موصی لہ مالک ہوگا اور جب یہ نہین تو وصیت باطل ہے اور سوال سوم مین وہی جواب صحیح ہے جو آپ نے تحریر فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال متعلق جواب بالا

وصیت کی نسبت جو اعلیحضرت نے ترمیم فرمایا ہے صحیح ہے لیکن شبہ صرف اسقدر رہے کہ فی نفسہ وصیت ثلث جائز ہے باقی شرط غایۃ ما فی الباب فاسد ہے اور وصیت شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتی ومالا یبطل بالشرط الفاسد القرض والہبۃ والصدقۃ والنکاح والایصاء والوصیۃ والشرکۃ اھ درمختار مختصرا قولہ الوصیۃ کاوصیت لک بثلث مالی ان اجاز فلان عینی وفیہ نظر لانہ مثال تعلیقہا بالشرط ولیس الکلام فیہ وفی البزازیۃ وتعلیقہا بالشرط جائز لانہا فی الحقیقۃ اثبات الخلافۃ عند الموت اھ و معنے صحۃ التعلیق ان الشرط ان وجد کان للموصی لہ المال والافلا شئ لہ بحر الخ شامی اس عبارت سے

تنبیہ فائدہ کیلئے محض جاہل نے یہ عمل کیا کہ بعد جو سوال ہے بعد والے سوال کی یہ عبارت ہے ہر سوال کے بعد ہی اسکے جواب میں اس عمل کرنا انسب ہے جواب ہر بار کے ... نقل کرا کے ...

معلوم ہوتا ہے کہ وصیت شرط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتی بلکہ شرط لغو ہوجاتی ہے اور تعلیق بالشرط وصیت مین
صحیح ہے یہان چونکہ شرط فاسد ہے اس لئے لغو ہوجاوے اور وصیت صحیح ہو آگے درمختار مین ہے وما تصح اضافتہ
الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء
والامارۃ الخ والایصاء ای جعل الشخص وصیا والوصیۃ بالمال فانہما لایفیدان الا بعد الموت فیجوز تعلیقہما واضافتہما
درر آہ شامی اگر صورت مسئولہ اس مین داخل مانی جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ دراصل یہان بھی اضافت
الی الزمان المستقبل ہے تو یہ اضافت بھی صحیح ہوجانا چاہیئے۔ خلاصۃ الامر یہ ہے کہ اس مین تشفی نہین ہوتی
اسلیئے اگر خدام اعلی حضرت دوبارہ توجہ فرماوین تو یقین ہے کہ رفع اشتباہ ہوجاوے

الجواب۔ اضافت اور تعلیق دونون کا صحیح ہونا ان عبارات سے مفہوم ہوا لیکن مراد اس سے وہ
صورت معلوم ہوتی ہے جہان وہ مضاف الیہ یا معلق بہ قبل موت موصی پایا جاوے کہ اسوقت موصی مین
قابلیت تملیک ہو جیسا اصولیین نے تعلیقات مین کہا ہے کہ تکلم بالجزاء تقدیراً وجود شرط کیوقت ہوتا ہے پس یون
سمجھینگے کہ موصی نے اب وصیت کی ہے بخلاف مسئلہ متکلم فیہا کے وہ شرط ایسے وقت پائی گئی جب موصی مین تملیک کی
صلاحیت نہین اور ایصاء کیوقت کا صیغہ تملیک کے لیئے کافی نہین یہ فرق ہے مقیس ومقیس علیہ مین اور شرط
فاسد سے مراد وہ ہے کہ بعد صحت تملیک کے ہو مثلاً یون کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ چیز فلان کی ہوجاوے
لیکن پانچ سال تک دیجاوے اس مین یہ شرط فاسد اور وصیت صحیح ہوجاویگی اور جب یہ کہا کہ یہ چیز فلان شخص کی
پانچ سال کے بعد ہوگی یہان تملیک ہی صحیح نہین ہوئی فاتضح الفرق آپ روایات درمختار ورد المحتار سے اس
تقریر کو ملا کر دیکھیئے اگر شبہ رہے تو ان عبارتون کا پتہ بھی لکھیئے تاکہ مین بھی دیکھ سکون جو عبارتین آپ نے لکھی
ہین معلوم نہین کہان ہونگی زیادہ فرصت ہوئی نہین کہ تلاش کرون واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال متعلق جواب بالا

سوال اول کی نسبت جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ شامی جلد ثالث کی ہے باب السلم کے بعد باب المتفرقات
مین بعنوان ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ درج ہے حضرت والا ملاحظہ فرمالین جس قدر جوابات
اعلی حضرت نے ترمیم فرمائے ہین سب کی نسبت اطمینان ہوگیا البتہ جواب اول (وصیت) کی نسبت ابتک
کچھ پوری تشفی نہین۔

جواب۔ مین نے آج شامی مین وہ مقام دیکھا اس مین ایک جزئیہ مل گیا جس سے سارا اشتباہ صاف ہوگیا

فی ردالمحتار قولہ والوصیۃ الخ وفی الخانیۃ لو اوصی بثلثہ لام ولدہ ان لم تتزوج فقبلت ذلک ثم تزوجت بعد القضاء عدتھا بزمان فلھا الثلث بحکم الوصیۃ الی قولہ ووجہہ انہ اذا مضت مدۃ بعد العدۃ ولم تتزوج فیھا تحقق الشرط الخ ۳۵۵ ج ۳ ظاہر ہے کہ معلق بہ عدم تزوج فی العدۃ تو ہے نہین بلکہ عدم تزوج بعد العدۃ ہے اور اسوقت موصی زندہ نہین ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعلیق وصیت کی ایسی شے کے ساتھ بھی جائز ہے جو بعد مدت موصی کے متحقق ہو اور تائید اس کی اسی کلیہ سے ہوتی ہے الاضافۃ تصح فیما لایمکن تملیکہ للحال شامی قبیل باب الصرف اس کلیہ مین کوئی قید نہین لگائی پس اُس جزئیہ اور اس کلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی کا یہ کہنا قابل عمل ہوگا کہ میرے بعد پانچ سال تک قابض نہو اور پھر موصی قابض ہوا اب مین تحریرات سابقہ سے رجوع کرتا ہون واللہ تعالی اعلم ۶ جمادی الاولی ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک شخص نے وصیت کی کہ مرجانے کے بعد اُس گھر مین جہان مین عبادت کرتا تھا دفن کرنا اب اُس شخص کو بعد مرجانے کے اُس کے عبادتخانہ مین دفن کرنا جائز ہے یا نہین۔

الجواب - فی الدر المختار ولاینبغی ان یدفن المیت فی الدر ولو کان صغیرا لاختصاص ہذہ السنۃ بالانبیاء اھ وفی ردالمحتار ومقتضاہ انہ لایدفن فی مدفن خاص کما یفعلہ من یبنی مدرستہ ونحوھا ویبنی لہ بقربھا مدفنا تامل ج اص ۹۳۵ وفی الدر المختار قبیل باب الوصیۃ بالخدمۃ فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ وصیت باطل ہے اسپر عمل جائز نہین فقط ۶ صفر ۱۳۲۵ھ

وصیت برائے دفن در مکان معین

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ کسی مورث نے وصیت کیا ہو قبل تین دن موت کے حالت بیہوشی مین اپنی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے بیچ تین وارث اور چوتھے محجوب الارث کے بخلاف شرع محمدی کے اور انکار کیا ہو کسی وارث نے اُس وصیت سے کہ جس کی حق تلفی ہوتی ہو بعد موت مورث کے اور پھر اقرار کرے وہی وارث بسبب جبر و دباؤ کے تو ایسی حالت مین کہ جب اُسنے پہلے انکار کیا ہو وصیت سے وصیت منسوخ ہوچکی یا نہین اگر وہ منسوخ ہوچکی تو دوبارہ اُسکے اقرار سے پھر جواز اُسکا ہوسکیگا یا نہین

وصیت برائے وارث یا اجنبی واجازت وارث بعد رد

الجواب - اگر موصی وقت وصیت بالکل بیہوش لایعقل ہے تو وصیت صحیح نہین کیونکہ موصی کا عاقل بالغ ہونا ضرور ہے وشرائطہا کون الموصی اہلا للتملیک درمختار۔ اور اگر اس قدر ہوش ہے کہ قصد کرکے اور سمجھ کے کلام کرتا ہے تو اگر کسی وارث کے لئے کچھ وصیت اُس کے حق سے زیادہ کی ہے تو باطل ہے

ہان اگر سب ورثہ بالغ ہون اور راضی ہوجاوین توجائز ہے ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ الا باجازۃ ورثتہ وہم کبار در مختار
اور اگر بعض بالغ ہون بعض نابالغ اور بالغین جائز رکھین یا بالغین مین سے بعض جائز رکھین بعض رد کرین تو
بقدر حصہ بالغین ومجوزین کے جائز ہے ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ در مختار اور اگر اجنبی
غیر وارث کے لئے وصیت کی ہے تو ثلث تک جائز ہے اگرچہ کوئی وارث راضی نہو اور ثلث سے زیادہ باجازت
ورثہ بالغین مع تفصیل مذکور بلوغ بعض وعدم بلوغ بعض وقبول بعض ورد بعض جائز ہے وتجوز بالثلث للاجنبی
وان لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ علیہ الا ان یجیز ورثتہ بعد موتہ وہم کبار در مختار اور اگر بعد اجازت کے رد کرین
توجائز نہین بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث اولقاتلہ اولوارثہ فاجازتہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع
بعد الاجازۃ بل یجبر علی التسلیم در مختار اور اگر بعد رد کے اجازت دی جیسا صورت مسئولہ مین ہوا توجائز ہے لان المرء
یوخذ باقرارہ اور شرعاً اکراہ وہ ہوتا ہے جو قتل یا قطع یا حبس مدید یا ضرب شدید کیساتھ ہو اسمین مکرہ بالفتح اپنے اقرار سے
رجوع کرسکتا ہے اور یہان کوئی صورت اکراہ کی معتبر نہین اسلئے اقرار لازم ہوجاویگا فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید او حبس
او قید مدیدین حتے باع او اشتری او اقر او آجر او فسخ او امضی در مختار **تنبیہ** چونکہ صورت سوال بوجہ انتشار بیان سائل
متعین نہین اور محتمل وجوہ کثیرہ کو ہے اسلئے جواب شقوق کے ساتھ تحریر ہوا۔ واللہ اعلم ۲۶ ربیع الثانی دوشنبہ ۱۳۱۲ھ

کتاب الفرائض

سوال۔ ترکہ ماموں صاحب مین کئی قسم کی چیزین ہین ایک خاص ان ہی کے استعمال کے لایق جیسے مردانے
کپڑے وغیرہ وہ تو یقیناً منقسم بین الورثہ ہون گے دوم خاص زنانی چیزین جیسے زنانہ کپڑے وغیرہ یہ توزوجین[1]
مین جو جس کے قبضہ مین ہے غالباً اُسی کی ملک قرار دی جائے اور وراثت جاری نہو۔ سوم اثاث البیت
جیسے لوٹا پتیلی صندوق تخت چارپائی وغیرہ اسباب خانہ داری قسم ثالث کا یہ حال ہے کہ زوجین مین جو چیز
جسکے پاس ہے وہی اُسکے اوپر قابض ہے یہ بھی داخل ترکہ ہے یا نہین کیا یہ کہہ سکتے ہین کہ جو کچھ اسباب و اثاث البیت
حیات مین زوجین کو دیئے گئے تھے وہ دینا بطور ہبہ تھا کچھ زنانے تھان زوجہ اولے کے پاس بغرض نکاح اخر تھے
ان کا کیا حکم ہے۔ ممانی صاحبہ کے دینے کی صورت مین ان کا لینا درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب التحالف اختلف الزوجان فی متاع فی البیت فالقول لکل واحد منہما فیما
صلح لہ مع یمینہ والقول لہ فی الصالح لہما وان مات احدہما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل فالقول فیہ للحی اھ

[1] مراد اس سے زوج وزوجہ نہین بلکہ دونون زوجہ ہین۔ کہ میت کے دو زوجین تھین ۱۲

ف: وراثت شدن ابن الزنا از مادر خود

سوال۔ ولدالزنا کو اپنی مان کی طرف سے تو غالبًا ضرور میراث ملے گی البتہ باپ کی طرف سے بوجہ غیر ثابت النسب ہونے کے میراث نہ ملے گی اور غیر ثابت النسب ہونے کا غالبًا یہی مطلب ہے کہ باپ سے نسب ثابت نہین مان سے تو ثابت ماننا پڑے گا جو رائے عالی ہو ارشاد فرماوین۔

الجواب۔ مان سے ثابت النسب بھی ہے اور میراث بھی پاویگا فی الدر المختار۔ ولدالزنا یرث من توآمہ اھ قلت فمن الام اولےٰ واللہ اعلم۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

ف: تقسیم بدون افراز و تسلیم حصص

سوال۔ زید نے انتقال کیا اور خالد ولید عمرو پسران ساجدہ عابدہ دختران حامدہ زوجہ چھوڑی ترکہ زید پر صرف خالد قابض رہا اس نے ترکہ زید کو بموجب شرع شریف تقسیم کیا مگر مسماۃ عابدہ کو اسکے حصہ کا نصف ادا کیا اور نصف کے دینے کا وعدہ کیا بعدہ مسماۃ عابدہ نے انتقال کیا اور ایک پسر اور ایک دختر اور شوہر چھوڑا وارثان متوفیہ نے خالد سے باقی نصف جو زر نقد تھا طلب کیا تب خالد نے ایک ہفتہ مین ادا کردینے کا وعدہ کیا اسی طرح پر خالد پر تقاضے ہوتے رہے اور وہ ہفتہ عشرہ مین دینے کا وعدہ کرتا رہا آخر کار خالد نے کہدیا کہ میرے چوری ہوگئی اور میرے مال کے ساتھ نصف حصہ عابدہ جو میرے پاس باقی تھا چوری ہوگیا بعد اسکے خالد نے اپنے لئے جائداد خریدی اب یہ دریافت طلب ہے کہ جو نصف حصہ مسماۃ عابدہ کا خالد کے پاس باقی رہگیا ہے وہ از روئے شرع شریف خالد کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار من کتاب القسمۃ۔ ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتمییز بین الانصباء ککیل وذرع وفیہ ایضًا عن الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخرین والا لا الخ روایات بالا سے معلوم ہوا کہ تقسیم مین جب تک سب کا حصہ علیحدہ نہو جائے وہ تقسیم معتبر نہین بلکہ مال مشترک بدستور مشترک رہے گا اسی طرح اگر بعض شرکاء اپنا حصہ علیحدہ کرلین مگر بعض کو اُنکا حصہ تسلیم نہ کیا جاوے تب بھی وہ تقسیم نافذ نہین ہوتی پس صورت مسئولہ مین عابدہ کہ نصف حصہ جب اُس کو تسلیم اور ادا نہین کیا گیا تو وہ مشترک رہا اور سب کا چوری گیا اس لئے تمام ترکہ زید سے اُس مقدار کو منہا کرکے جسقدر ترکہ باقی رہا اُس کو ازسرنو تقسیم کرکے دیکھین گے کہ اس باقی مین سے عابدہ کا کتنا حق ہے وہ سب ورثہ سے حصہ رسد اُس مقدار حق کے تکمیل کرنے کے لئے مطالبہ کرنے کی مستحق ہے چونکہ مسئلہ ہذا مین وہ وفات پا چکی ہے اس لئے اوسکے ورثہ اسی طرح اس مطالبہ کے مستحق ہین۔ فقط واللہ اعلم ۱۶۔ صفر ۱۳۲۳ھ

ف توارث اخت من الزنا

سوال - زید فوت ہوا ایک منکوحہ بی بی الف دو بیٹیاں ب ج ایک منکوحہ کنیزک د اور ایک بیٹی کنیزک سے ہ جس کی پیدائش قبل از نکاح ہے اور ایک بیٹا اسی کنیزک سے ن اور ایک حقیقی چھوٹا بھائی وارث چھوڑے پھر بیٹا باپ سے پانچ سال بعد فوت ہوا اندرین صورت زید کا ترکہ بروئے میراث ہر پسماندہ کو کتنا پہونچے گا۔

الجواب - مسئلہ ۳۲ / ۹۶ زید

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت مولود قبل نکاح	ابن	اخ
الف	د	ب	ج	ہ	ن	ط
۲/۶	۲/۶	۷/۲۱	۷/۲۱	م	۱۴	م

ن مف ۱۴

مسئلہ ۶

ام	اخت لام	اخت لاب	اخت لاب	عم
د	ہ	ب	ج	ط
۱/۷	۱/۷	۲/۱۴	۲/۱۴	م
	۹۶			

الاحیاء المبلغ

الف	د	ب	ج	ہ
۶	۱۳	۳۵	۳۵	۷

صورۃ مندرجہ بالا مین بعد تقدیم ما یقدم علی الارث مثل تجہیز و تکفین و ادائے دیون جس مین مہر ہر دو زوجہ بھی ہے و تنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ ترکہ زید کا ۹۶ سہام ہو کر الف یعنی زوجہ زید کو چھ سہام اور د یعنے زوجہ ثانیہ کنیزک کو تیرہ سہام اور ب و ج یعنے ہر دو دختران زید کو ۳۵۔۳۵ سہام دلائے جاوین اور ہ یعنے وہ بیٹی جس کی پیدائش قبل از نکاح ہے وہ چونکہ زنا سے پیدا ہوئی ہے اس لئے شرعًا زید سے اس کا نسب ثابت نہو گا تو اُس سے تو وارث نہو گی لیکن ن یعنی زید کے پسر کی چونکہ اخیافی بہن ہے اس لیئے اُس سے وارث ہو گی۔ اُسکے ترکہ سے ہ کو سات سہام ملین گے۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

ف عدم جریان میراث در وظیفہ سرکار و عطیۂ حکام

سوال - زید و بکر و عمرو و خالد و ہندہ و زینب حقیقی بھائی من ہین زید و بکر کی موجودگی مین عمرو و خالد کا انتقال ہو گیا اُنکی اولاد ذکور و اُناث سے باقی رہی اُسکے بعد بکر بھی ایک زوجہ چھوڑکر مر گیا اس کے نام جو وظیفہ سرکار سے مقرر ہے اُسکی تقسیم مین جھگڑا ہوا زید کا دعوی ہے کہ چونکہ مین حقیقی بھائی ہون اسواسطے زوجہ کا حق چھوڑ کر باقی کل میرے نام مقرر فرمایا جاوے زوجہ کا یہ ادعا ہے کہ شوہر کا کل ترکہ میرے نام مقرر ہونا چاہیئے اولاد عمرو و خالد اس بات کے دعویدار ہین کہ وظیفہ مذکور سرکار سے بطور پرورش

کل اولاد مقرر ہوا ہے اور ہنگام تقسیم وظیفہ مذکورہ سرکار نے جائداد مکسوبہ قرار نہین دیا ہے بلکہ ایسا وظیفہ جائداد غیر مکسوبہ قرار دیا جاتا ہے ایسی حالت مین تنخواہ مذکورہ ہم کل اولاد کو بھی ملنا چاہیئے کیونکہ جو بعد ہمارے والد اور والدہ کی زندگی وجہ سے بکر کے درمیان تھا وہ ہماری والدہ کے فوت ہونے کی وجہ سے جاتا رہا اور مثل زید ہم بھی قرب رکھتے ہین کیا یہ وظیفہ زید کی خواہش کے موافق تقسیم ہو سکتا ہے یا اُسکی زوجہ کی خواہش کے مطابق اور اولاد عمر و خالد دلیل مذکور کی وجہ سے حصہ پا سکتے ہین یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ میراث اموال مملوکہ مین جاری ہوتی ہے اور یہ وظیفہ محض تبرع واحسان سرکار کا ہے بدون قبضہ کے مملوک نہین ہوتا لہذا آیندہ جو وظیفہ ملے گا اُس مین میراث جاری نہین ہو گی سرکار کو اختیار ہے جس طرح چاہے تقسیم کر دے۔ البتہ اگر یہ وظیفہ کسی جائداد مملوکہ کا نفع جائز ہے تو اس مین میراث جاری ہو گی اور اس صورت مین بکر کے ترکہ مین اُس کی زوجہ کو ربع بوجہ اولاد ہونے کے ملے گا باقی زید اور اسکی دونون بہنون کا حق للذکر مثل حظ الانثیین اور بھائی بہنون کے ہوتے عمر واور خالد کی اولاد کا کچھ حق نہین ہے۔ ۹ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال۔ وارث علی فوت ہوا اُس نے ایک زوجہ مسماۃ امۃ اللہ اور تین ابن العم ایک ذوالفقار علی دوسرا محمد علی اور تیسرا احمد علی وارث چھوڑے اور احمد علی ابن العم بھی ہے اور ابن الام بھی ہے دو جہت رکھتا ہے پس ترکہ وارث علی کا ان ورثاء پر کس طرح تقسیم ہو گا۔

الجواب۔ بعد تقدیم حقوق متقدمہ کل ترکہ ۳۶ سہام پر منقسم ہو کر زوجہ کو ۹ اور احمد علی کو ۱۳ اور ذوالفقار علی اور محمد علی کو سات سات ملین گے فی الدر المختار ویاخذ ابن عم ہو اخ لام السدس بالفرض ویقتسمان الباقی بینہما نصفین بالعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہ بہما فرث بجہتی فرض وتعصیب والتخریج ہکذا۔

مسئلہ $\frac{۳۶}{۱۲}$ وارث علی

زوجہ	اخ لام	ابن العم	ابن العم	ابن العم
امۃ اللہ	احمد علی	احمد علی	ذوالفقار علی	محمد علی
۹	۶	۷	۷	۷

ف: اعتبار الجہتین در میراث

سوال۔ شرع محمدی کا مسئلہ یہ ہے جب عصبہ نہون تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہین لیکن یہ امر ناممکن ہے کہ کسی متوفی کا کوئی عصبہ ہو اگر حضرت آدم علیہ السلام کا رشتہ لگایا جاوے مثلاً ایک علوی یا صدیقی وغیرہ کا انتقال ہوا ایک غاصب نے متوفی کی جائداد پر قبضہ حاصل کر لیا تب ذوی الارحام نے دعوی متروکہ کا کیا غاصب یہ کہتا ہے کہ تم اُس وقت وارث ہو سکتے ہو کہ جب عصبہ نہو علوی اور صدیقون کے بہت سے خاندان دنیا مین موجود ہین جب تک وہ موجود ہین تم بحیثیت ذوی الارحام کے وارث نہین ہو سکتے ہو تو

ف: نفی تشدد در عصوبت باولاد عم الجد

ایسی حالت مین ذوی الارحام کو عصبہ کا عدم کس طرح ثابت کرنا چاہیئے۔ یہ ظاہر ہے کہ عصبہ کا عدم ثابت کرنا قریب قریب محال ہی تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ ذوی الارحام کبھی متوفی کے متروکہ کا وارث نہو یہ بات اگرچہ خلاف عقل ہی لیکن اس کے لئے فقہ کی کسی مستند کتاب کی ضرورت ہی عنایت فرماکے فقہ کی کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرماکر ممنون فرمائیے۔

جواب۔ اس غاصب کے استدلال باطل کا یہی جواب کافی ہے کہ شریعت نے ذوی الارحام کو بھی وارث بنایا ہی ورنہ اگر عصبہ مین اسقدر تعمیم ہوتی تو ذوی الارحام کے وارث ہونیکے کوئی معنے ہی نہون گے اوس کو خود شریعت باطل کر رہی ہے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی اور جو ائمہ توریث ذوی الارحام کے قائل نہین ہین انھون نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہین کی اور اس کے بعد کے مستحقین کو میراث دلائی حتی کہ اخیر مین بیت المال مستحق قرار پایا تو یہ سب احکام جو نصاً و اجماعاً ثابت ہین سب باطل ہوجاوین گے اور نص اور اجماع کا باطل ہونا باطل ہی اور جو دعوی مستلزم امر باطل کو ہو وہ خود باطل ہے معلوم ہوا کہ یہ استدلال اور دعوی غاصب کا باطل ہی تمام کتب فرائض وفقہ کی تصریح کے موافق کل عصبات یہ ہین ابن ثم ابن الابن وان سفل اب جد صحیح وان علا حتی الے آدم علیہ السلام جزء الاب وان سفل جزء الجد یعنی عم ثم ابنہ وان سفل عم الاب ثم ابنہ وان سفل عم الجد ثم ابنہ وان سفل۔ بس اس پر عصبات ختم ہوگئے اور مفہوم تصانیف حسب تصریح علماء حجت ہے معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہین اور مرتبہ ثالثہ مین جد کے عموم وان علا سے دوسرے مراتب مین عموم لازم نہین بلکہ عدم عموم اسلئے لازم ہی کہ عموم کی صورت مین جزء الجد کے بعد کوئی مرتبہ نہ نکلنا چاہیئے کیونکہ عم الاب اور عم بھی کسی مرتبہ کے جد کے تو جزء ہی ہین اور بعض محشین نے جو جزء الجد مین جد کو عام کہدیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہی کہ بعض متون مین کل مراتب کو چار عنوان مین منحصر کردیا ہے جزء اصل جزء الاب جزء الجد اسپر شبہ عدم تناول عم الاب و عم الجد کا وارد ہوتا تھا اس کے دفع کیلئے عام کہدیا اس سے معلوم ہوا کہ اس عموم سے مراد مطلق عموم نہین بلکہ عموم خاص ہی جو تناول عم الاب و عم الجد پر منتہی ہوجاوے جیسا شامی نے اس ایراد کو اسی طرح دفع کیا ہے پس ثابت ہوا کہ دوسرے مراتب مین جد سے خاص اب الاب مراد ہی پس جو شخص میت کے اب الاب کے عم کی اولاد سے بھی ہو وہ عصبہ نہین ہی اور یہ بہت ہی ظاہر ہے لیکن قدرے فہم درکار ہے فبای حدیث بعدہ یومنون واللہ تعالے اعلم اتم ۳۰۔ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید مرگیا اور اس کے ذمہ کچھ قرض ایک بقال کا تھا اور زید نے اسقدر روپیہ نہین چھوڑا کہ قرض اسکا

ن دفع ترکہ در بیت المال و مصارف آن

ادا ہوا اور زید کے مرنے سے پہلے وہ بقال مرگیا تھا صرف اُسکا ایک بھتیجا باقی تھا کچھ مدت کے بعد ورثہ زید زید کا ایک مکان بیع کرکے چاہتے ہین کہ قرضہ ادا کردین لیکن جسوقت ادا کرنا چاہا تو اس بقال کے کوئی وارث نہین اب سوال یہ ہے کہ وہ قرض کا روپیہ کس مصرف مین صرف کیا جاوے تاکہ زید سے اس کا مواخذہ نہو۔

الجواب۔ اصل قرضدار کے نزدیک دور کے رشتہ دارون کی اور اس کے بھتیجے کے نزدیک دور کے رشتہ دارونکی تحقیق ضرور ہے اگر کوئی موجود ہو تو لکھین تاکہ مسئلہ بتایا جاوے اور اگر کوئی موجود نہو تو یہ روپیہ ایسے کامون مین خرچ کرنا چاہیئے مساجد کی مرمت وخدمت تیل بتی لوٹا بدھنا ڈول رسی مؤذن وامام کی تنخواہ مدارس اسلامیہ مین علماء کی تنخواہ طلبہ کی اعانت خوراک پوشاک کی اور جو لوگ بلا تنخواہ اللہ کے لئے علم دین پڑھا رہے ہین (والدلائل ہذہ) فی کتاب الفرائض من الدر المختار ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین وفی باب اللقطۃ منہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال فی رد المختار للنوائب بحر وفیہ قبیل باب المرتد وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی الی قولہ مصالحنا ثم قال وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس الی قولہ وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح فی رد المحتار ومثلہ بناء مسجد وحوض الی قولہ وکذا النفقۃ علی المساجد کما فی زکوۃ الخانیۃ فیدخل فیہ الصرف علی اقامۃ شعائرمن وظائف الامۃ والاذان ونحوہما بحر وفی باب المستامن من الدر المختار فان دانہ حربی وبناء بیع او قرض وبعکسہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم یقض لاحد بشئی ویفتی المسلم برد المغصوب وبرد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء انتہی مختصرا قلت محصل من ہذہ الروایات ان ہذا الدین الذی ہو من ترکۃ ہذا الرجل الکافر واجب ردہ دیانۃ سواء کان ذمیا او حربیا ویکون علی کل فیئا یصرف فی مصارفہ فانطبق الجواب علی کلا القولین فی الہند اہو دار الاسلام ام دار الحرب فافہم فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

صورت تقسیم میراث واستحقاق نفع ومطالبہ دین درمیان ورثہ مختلفین اشتراکاً وانفراداً

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین رحمہم اللہ تعالیٰ عرصہ سولہ برس کا ہوا زید نے انتقال کیا اور سات لڑکے محمود[۱] وعبد الحمید[۲] واحمد[۳] وعبد الحلیم[۴] ومحمد سلیم[۵] وعبد المجید[۶] ومحمد شبلی[۷] اور دو لڑکی اقلیمہ[۱] ونعیمہ[۲] اور ایک بی بی سکینہ کو ورثہ چھوڑا لیکن محمود زید کی حیات ہی مین جدا ہوگیا تھا اور ایک قطعہ مکان زید نے اسکو دیا تھا بقیہ لڑکے بعد وفات زید چند روز تک حسب لیاقت اپنے اپنے کام یکجا ہوکر کرتے رہے بعد اسکے عبد الحمید بھی کچھ روپیہ لیکر بلا اجازت عرصہ بارہ برس کا ہوا کہ کنارہ ہوگیا

بعدہ محمد سلیم عرصہ چھ برس کا ہوا کہ کچھ روپیہ بلا اجازت ناجائز طور پر خرچ کر کے کنارہ ہو گیا اور عبد المجید نے عرصہ سات برس کا ہوا کہ انتقال کیا باقی احمد و عبد الحلیم و محمد شبلی ابھی تک ایک جگہہ ہین مگر عبد الحلیم زید کی حیات سے اب تک روزگار کا کام کرتے آتے ہین اور احمد دس برس سے کام کرتے ہین اور محمد شبلی زید کی وفات کے وقت ایک برس کا تھا تین چار برس سے روزگار کا کام کرتا ہے عرصہ تیرا برس کا ہوا کہ اقلیمہ نے انتقال کیا اور عرصہ دو برس کا ہوا کہ مسماۃ سکینہ نے انتقال کیا زید کا ترکہ ابھی تک تقسیم نہین ہوا زید کے ترکہ سے اور کچھ مہاجنون سے روپیہ لیکر لڑکون نے روزگار کر کے مال زیادہ حاصل کیا ہے اب اس حالت مین مال کیونکر تقسیم ہو گا۔

الجواب۔ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی المیراث ترکہ زید کا (۱۲۸) سہام پر منقسم ہو کر ساتون لڑکون مین سے ہر لڑکے کو (۱۴) (۱۴) اور دونون لڑکیون کو (۷) (۷) اور زوجہ کو (۱۶) ملین گے اور محمود کو جو مکان زید نے دیدیا تھا اگر مرض موت سے قبل دیا تھا وہ بلا شرکت خالص اس کا مملوک ہے اور باقی ترکہ حسب حصص بالا مشترک ہے۔ پھر بقیہ لڑکے جو یکجا کام کرتے رہے اگر یہ کام کرنا سب حصہ دارون کی رضا مندی سے تھا تو نفع مین بھی سب شریک ہونگے اور اگر بعض ورثہ راضی نہ تھے تو وہ نفع مین شریک نہون گے البتہ یہ نفع بوجہ اسکے کہ مال غیر مین تصرف بلا اذن تھا جائز نہوگا بلکہ اس کا تصدق واجب ہو گا پھر عبد الحمید جب کچھ روپیہ لیکر جدا ہوا ہے اس وقت ترکہ زید کا جسقدر موجود تھا اس مین عبد الحمید کا حصہ دیکھنا چاہیئے کسقدر تھا اگر دونون برابر ہین تو حساب برابر ہوا اور اگر دونون مین تفاوت ہے تو کمی بیشی کا حساب بقیہ ورثہ سے رہے گا اسی طرح محمد سلیم کے جدا ہونے کے وقت دیکھا جاوے گا پھر عبد المجید کے انتقال کے وقت حسب قاعدہ مذکورہ جس قدر اس کا ترکہ قرار پاوے گا اُسکے ورثہ شرعیہ مین منقسم ہو گا اسی طرح اقلیمہ اور سکینہ کے انتقال کے وقت یہی عملدرآمد ہو گا اور شرکت فی النفع کے لیئے کام کرنے کی ضرورت نہین صرف رضا بشرط بلوغ کی ضرورت ہے پس جو لڑکے نابالغ تھے ان کے مال مین تجارت کرنیکا بھائیون کو حق حاصل نہین اسیطرح جو راضی نہ تھے اس لیئے نہ وہ نفع مین شریک ہونگے نہ اُنپر قرضہ مہاجن کا پڑے گا باقی ورثہ نفع اور قرضہ دونون مین شریک ہون گے واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔

سوال۔ زید جائداد موروثی پر قبضہ اور زوجہ منکوحہ اور چار لڑکی چھوڑ کر فوت ہو گیا اور بھی اُسکے ذمہ دین مہر مقدم ہے تو متوفی کی جائداد مرہونہ سے اُسکی منکوحہ قبل ادائے قرضہ کے دین مہر وصول کر سکتی ہے یا نہین

مگر یہ کہ متوفی کی منکوحہ نے نکاح ثانی بھی کر لیا ہے تو اس صورت میں دین مہر کی سابق شوہر متوفی کی جائداد سے مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن الی قولہ بتجہیزہ ثم دیونہ الخ فی رد المحتار قولہ کالرہن مثال للعین التی تعلق بہا حق الغیر فاذا رہن شیئا وسلمہ ولم یترک غیرہ فدین المرتہن مقدم علی التجہیز فان فضل بعد شیئ صرف الیہ اھ پس صورت مسئولہ میں جس جائداد پر قرضہ ہے اگر وہ مرہونہ اُس قرضہ کے عوض میں ہوا اور مرتہن کی مقبوضہ بھی کرادی گئی تھی تب یہ دین رہن دین مہر سے مقدم ہے اس کو ادا کر کے اگر کچھ بچے یا متوفی کے پاس اور ترکہ بھی ہو تو اس میں سے مہر ادا کیا جاویگا اور اگر مرتہن کا قبضہ اسپر نہیں ہوا تھا تو وہ اور مہر برابر ہیں اور دین رہن کی وہ مقدار معتبر ہو گی جسقدر اصل قرض بذمہ راہن ہے اور اگر مرتہن کچھ سود لے چکا ہے یا مرتہن اُس شے مرہون سے کچھ آمدنی حاصل کر چکا ہے کہ وہ بھی سود ہے تو یہ سود اور آمدنی منہا کر کے جو باقی رہے گا وہ قرضہ شمار کیا جاوے گا اور نکاح ثانی کرنے سے دین مہر ساقط نہیں ہوا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

ف۔ جریان مہر در میراث

سوال۔ سماۃ زاہدہ بانو یک برادر زادہ و دو دختر وارث گذاشتہ فوت شدہ دسوائے زر نقد بابت مہر خود چیزے ترکہ نہ کردہ پس درین صورت در عوض مہر میت مزبورہ بدختران چہ قدر میرسد و برادر زادہ چند و زر مہر بمال متروکہ محسوب است یا چگونہ بینوا توجروا۔

الجواب۔ زر مہر ہمچو دیگر اموال مملوکہ در مال متروکہ محسوب است در ترکہ شمار خواہد شد پس زر نقد گذاشتہ میت مع مہر ہمہ را ترکہ قرار دادہ بر سہ حصہ منقسم خواہد شد دو ثلث بدو دختر و یک ثلث باقی بہ برادر زادہ خواہد رسید پس ہر سہ کس ازسہ شد وایشان را اختیار است کہ از زوج متوفیہ تقاضا مہر کردہ وصول کنند واللہ اعلم ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۰۸ھ

ف۔ حکم عطاء سرکار کہ بسبب ادائے خدمت برائے مدد معاش اوست

سوال۔ خدمت قضاءت حسب فرمان سلطان بنام زید مقرر بود و زید چہار پسر داشت مسمیون عمرو و بکر و خالد و محمود و ازانجملہ عمرو پسر کلان روبروئے زید بحصول سند سرکار بر انعام خدمت مذکورہ قابض گردیدہ بموجب وصیت زید نصف معاش خدمت مذکورہ در قبضہ خود داشتہ در باقی نصف معاش بہ بکر و خالد و محمود علی السویہ برائے قوت بسری آنہا تقسیم کردہ داد مگر اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بنام عمرو حاصل میشد بعد فوت عمرو ابراہیم پسرش بدستور پدر بحصول اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بر نصف حصۂ خود

تا حالت تحریر قابض و متصرف است پس در ملک مشروط الخدمت سوائے عمرو و ابراہیم صاحب سند بہ برادران واعمام آنہا حصہ از روئے شرع شریف جواز می شود یا نہ واگر ابراہیم بموجب سند خود معاش منقسمہ از بکر و خالد ومحمود واپس کردن خواہد دعوی ابراہیم در معاش منقسمہ درست می گردد یا نہ وفی زماننا حکام سرکار آصفیہ حصہ در ملک مشروط الخدمت می کنند این چہ جواب موافق کتب ہائے معتبر وفقہ ہائے مسجل زیر سطور ہذا زیب ومزین خواہند فرمود بینوا توجروا۔

الجواب۔ ملک کہ زید قاضی را از سرکار عطا شد اگر سرکار زید را مالک کردہ است بعد وفات در و میراث جاری خواہد شد وہمہ وارثانش مستحق حصص خود ہا خواہند شد واگر آن ملک از سرکار بمقابلہ ہمین خدمت است پس ہر کہ بر آن خدمت مقرر باشد ہمان مستحق است بشرط اذن سرکار آصفیہ ودر میراث جاری نخواہد شد۔ واللہ اعلم فقط۔ ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ باپ نے بذریعہ حلال یا حرام کچھ مال حاصل کیا تھا بیٹون کو تحقیق طور سے معلوم ہوا کہ ذریعہ حرام سے مال حاصل کیا اس صورت مین بیٹون کو وہ مال لینا حلال یا حرام۔

الجواب۔ ہر چند بعض فقہائے مطلقاً مال حرام کو وارث کیلئے حلال کہا ہے لیکن یہ روایت صحیح نہین مفتی بہ اور معتمد یہ ہے کہ اُنکے لیئے بھی حرام ہے پس اگر ارباب حقوق ورثہ کو معلوم ہین تو اگر بعینہ انکی چیز محفوظ ہو اُسکو ورنہ اُسکی قیمت واپس کردین اور اگر معلوم نہین تو اگر مال حرام معین اور متمیز ہے تو اُس کو مالک کی نیت سے تصدق کردین اور اگر مخلوط غیر متمیز ہے تو اگر اُسکی مقدار قیمت معلوم ہے اُس کو تصدق کردین ورنہ تخمینہ کرکے تصدق کردے انشاء اللہ تعالی آخرت مین مواخذہ نہو گا۔ لانا خذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ فتنبہ در مختار فی الشامی بعد البحث الطویل الحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہ والا فان علم عین الحرام لا یحل لہ ویتصدق بہ صاحبہ وان کان مالا مختلطاً مجتمعا من الحرام والحلال ولا یعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ انتہی فی الدر المختار علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا فعلیہ التصدق بقدرہا وسقط عنہ المطالبۃ فی العقبیٰ واللہ اعلم ۸ صفر ۱۳۲۴ھ

سوال۔ رمضانی بیگم فوت شد و یک دختر برادر و یک پسر خواہر و یک دختر خواہر دیگر کہ ہمہ از بنی اعیان بودہ اند بگذاشت اندرین صورت بچہ طور ترکہ میت خواہد گشت۔

الجواب

چنیون جواب خلاف ہے جیسا کہ الحمد ہوا سوال ایسے ساتھ آسکے تھے مسائل کے منصوص ان کا جواب ان کی صحت و غلطی کی تحقیق نہیں تبدیل جواب قول ہے شروع ہوا ہے ۱۷ ربیع

حکم کسب حرام برائے ورثہ

تحقیق الفقیہ صفحہ ۱۴ اشرف ردی الارحام مختلف الاصول

مسئلہ ۴
رمضانی بیگم

بنت اخ	ابن اخت	بنت اخت
۲		۱

جواب دیگر

مسئلہ ۴
رمضانی بیگم

ابن اخت	بنت اخ	بنت اخت
۲	۱	۱

جواب دیگر

مسئلہ ۱۴ تصح من ۱۲
رمضانی بیگم

بنت اخ	ابن اخت	بنت اخت
۲/۶	۴ بینہما ۲ اثلاثا	۲

اقول تشنیئاً و مسلماً یہ ورثہ ذوی الارحام صنف ثالث سے ہین اور قرب الے المیت اور ولدیت عصبہ وقوت قرابت مین برابر لیکن مختلف الاصول ہین اس صورت مین امام ابو یوسف رح ابدان فروع کا لحاظ کرکے للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم فرماتے ہین اور امام محمد رح اصول پر تقسیم کرکے ذکور کو ایک طائفہ اناث کو ایک طائفہ فرض کرکے ہر ایک کے فروع کو للذکر مثل حظ الانثیین دیتے ہین وان کانوا من بنی الاعیان او بنی العلات او بنی الاخیاف یقسم علی الابدان عند ابی یوسف رحمہ اللہ وکذلک محمد رحمہ اللہ ان اتفقت اصولہم والا فیقسم علی اعلی الخلاف ثم یجعل الذکور طائفۃ والاناث طائفۃ علی قیاس ماسبق من الشیخ والعلوی ۱۲ پس جواب ثانی بنا بر مذہب ابو یوسف رح کے صحیح ہی اور جواب ثالث بنا بر مذہب محمد رح کے صحیح ہے اور جواب اول دونون کے خلاف ہی اور دونون مذہبون کی تصحیح وترجیح مین اختلاف ہی کما یظہر لمن نظر ضیاء السراج لیکن صاحب سراجی نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے وقول محمد رح اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی اھ قال الشیخ فالعمل بہ اولی واللہ اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتاب والحق فی کل باب من شان رب الارباب ۲۶ محرم جمعہ ۱۳۰۵ھ

سوال علماء دین مبین اس صورت مین نزدیک شریعت کے کیا فرماتے ہین۔ سوال اول شیخ بشارت علی نے زوجہ اولے کے سامنے مقام راجگڈہ سے روپیہ بصیغہ نوکری پیدا کرکے ایک حویلی پختہ طیار کرائی اور ایک نشستگاہ اور ایک بہلخانہ خرید کیا اور زوجہ اولے سے دو لڑکیان پیدا ہوئین اور زندہ ہین زوجہ مذکورہ نے انتقال کیا۔ سوال دوم بشارت علی نے بعد انتقال زوجہ اولے کے نکاح ثانی کیا اور

تقسیم ذوی الارحام

ف: امانت شدن متاع زوجہ متوفیہ

اُس سے دو پسر اور ایک دختر پیدا ہوئی اور شیخ صاحب نے انتقال کیا اور مقام سندہ سے روپیہ حاصل کیا اور وہ روپیہ حوالہ زوجہ ثانیہ رہا اور دختر زوجہ ثانیہ نے بعد انتقال شیخ صاحب مذکور کے انتقال کیا بعد انتقال شیخ صاحب مذکور کے زوجہ ثانیہ نے اُسی روپیہ سے جائداد اپنے نام سے خرید کی۔ سوال سوم ہر دو زوجہ کا مہر حسب دستور شیخ زادگان مبلغ پانچ پانچ ہزار روپیہ کا مقرر ہوا۔ سوال چہارم کچھ جائداد جدی شیخ صاحب موصوف نے چھوڑی اب اس صورت مین ورثہ زوجہ اولے کو کسقدر حصہ پہونچتا ہے اور ورثہ زوجہ ثانیہ کو کس قدر حصہ پہونچتا ہے اور جو جائداد زوجہ اولی کے سامنے مندرجہ سوال ۱ پیدا کی یا طیار کرائی اُس مین کسقدر ورثہ ہر دو زوجہ کو پہونچتا ہے یا نہین اور جو جائداد زوجہ ثانیہ نے بعد انتقال شیخ صاحب مذکور خرید کی اُس مین بھی ورثہ زوجہ اولی کو پہونچتا ہے یا نہین اور اگر زوجہ ثانیہ دعوی کرے کہ مجکو بطور ہبہ روپیہ دیا ہے تو اُسکے ذمہ گواہ لانے لازم ہین یا نہین۔

الجواب۔ جو روپیہ شیخ بشارت علی نے زوجہ ثانیہ کو حوالہ کیا ہے بحکم عرف وہ امانت ہے صرف حوالہ کرنے سے ملک نہین ہو جاتا اور اگر وہ دعوی ہبہ وغیرہ کا کرے تو گویا ملکیت شوہر کا اقرار کرکے مدعی انتقال ملک کی ہے پس گواہ لانے اسپر لازم ہین فی الشامی فی بحث اختلاف الزوجین فی متاع البیت ہکذا و فی البدائع وہذا کلہ اذا لم تقر المرأۃ ان ہذا المتاع اشتراہ فان اقرت بذلک سقط قولہا لانہا اقرت بالملک لزوجہا ثم ادعت الانتقال الیہا فلا یثبت الانتقال الا بالبینۃ انتہے وکذا اذا ادعت انہا اشترتہ منہ کما فی الخانیۃ ولا یخفی انہ لو برہن علی شرائہ کان کاقرارہا بشرائہ فلا بد من بینتہا علی الانتقال الیہا منہ بہبۃ ونحو ذلک ولا یکون استمتاعہا بمشریہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکہا ذلک کما تفہمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا بحر ۱۲ شامی جلد رابع صـ ۳۲۴ پس کسی شخص دانا کو حکم مقرر کرکے اسکے روبرو اپنے اس دعوی پر بینہ یعنی گواہ گذارے اگر وہ بینہ نہ لا سکے تو جو ورثہ اس سے نزاع اور مطالبہ روپیہ کا کرتے ہین وہ اس حکم کے سامنے یہ قسم کھاوین کہ قسم خدا کی ہم کو معلوم نہین کہ شوہر نے اس کو یہ روپیہ ہبہ کیا ہو۔ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر الحدیث وفی الدر المختار مع الشامی التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی البتات ای القطع بانہ لیس کذلک والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل بہ غیرہ انتہی جلد رابع صـ ۲۶۴ پس اگر انھوں نے قسم کھالی تو دعوی زوجہ ثانیہ کا مسموع نہوگا اور وہ امانت ہی قرار دیجاویگی اور اُس مین میراث جاری ہوگی یعنی کل مال متروکہ مع اُس روپیہ کے میراث قرار دیکر حسب تخریج ذیل کل ورثہ مین بقدر حصص تقسیم

ہوگا البتہ اگر وہ اپنے مہر مین رکھنا چاہے بشرطیکہ شیخ بشارت علی نے مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ اس نے معاف کیا ہو تو بقدر پانچ ہزار روپیہ کے رکھ سکتی ہے اُس مین کسی کو دعوی نہین پہونچتا اور اسی طرح زوجہ اولی کا مہر بھی بشرط عدم ادا، وعدم ابرا، اسی مال متروکہ مین سے نکالا جاویگا مگر چونکہ وہ شوہر کے سامنے مرگئی ہے اس لیئے چوتھائی حصہ یعنے منجملہ پانچہزار روپیہ کے ایک ہزار دو سو پچاس روپیہ شوہر کو میراث مین آکر معاف ہوگیا تین چوتھائی باقی یعنی تین ہزار سات سو پچاس روپیہ اسی مال متروکہ مین سے نکال کر زوجہ اولے کے وارثون کو یعنی اُس کی دونون لڑکیون کو اور جو کوئی اُسکا شرعًا وارث ہوا انکو از روئے فرائض تقسیم کیا جاویگا پس اب دیکھنا چاہیئے کہ ترکہ مین دونون مہر نکال کر اگر حساب برابر ہوجاتا ہے یا کمی رہتی ہے تو اور ورثہ بالکل محروم ہین اور اگر کچھ باقی رہتا ہے تو اس باقی مین اور ورثہ بحسب تخریج ذیل شریک ہون گے تخریج حصص کل ورثہ یہ ہے۔

مسئلہ $\frac{96}{12}$

شیخ بشارت علی مورث

زوجہ ثانیہ	بنت من الاولی	بنت من الاولی	بنت من الثانیۃ	ابن من الثانیۃ	ابن من الثانیۃ
الف	بے	جیم	دال	ہے	داو
$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{2}{24}$	$\frac{2}{24}$	$\frac{2}{24}$	(۱)

مسئلہ $\frac{12}{6}$ ثم مات ابن من الثانیۃ داو

ام	اخ لاب وام	اخت لاب وام	اخت لاب	اخت لاب
الف	دال ۵	ہے	بے	جیم
$\frac{1}{2}$	۵	۵	م	م

الاحیاء المبلغ ۹۶

الف	بے	جیم	دال	ہے
۱۴	۱۲	۱۲	۲۹	۲۹

یعنی بعد تقدیم ما یجب تقدیمہ شرعا من التجہیز والتکفین واداء الدین کالمہر وغیرہ وتنفیذ الوصیۃ من الثلث ترکہ شیخ بشارت علی مورث کا اس طرح تقسیم ہوگا کہ منجملہ چھیانوے سہام کے زوجہ ثانیہ کو چودہ ایک بنت الاولی کو بارہ دوسری بنت الاولے کو بارہ ایک ابن الثانیہ کو اونتیس دوسرے ابن الثانیہ کو اونتیس ملین گے واللہ اعلم وہو یقضی بالحق فقط ۴ محرم ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال۔ خواجہ خضر علیہ السلام در قید حیات ہین یا نہین پانچوین مذہب والے کہتے ہین کہ نہین اگر حیات ہوتے تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیون نہ کرتے اس کا جواب رقم فرمادین۔

الجواب۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کا زندہ رہنا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک ثابت

ہے چنانچہ بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے پاس تشریف لائے اور تعزیت فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے چنانچہ روایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے ودخل رجل اشهب اللحية جسيم صبيح فتخطى رقابهم فبكى ثم التفت الى الصحابة رضى الله عنهم فقال ان فى الله عزاء من كل مصيبة وعوضا من كل فائت وخلفا من كل هالك فالى الله انيبوا واليه فارغبوا ونظره اليكم فى البلاء فانظروا فانما المصاب من لم يجبر وانصرف فقال ابو بكر وعلى رضى الله عنهما هذا الخضر عليه السلام ۱۲ اس یعنی مستدرک حاکم ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین حامل متن حزب پنجم صد ۱۲۰۲ اور اب تک زندہ ہونے پر تمام اہل باطن وصلحا کا اتفاق ہے اور ہمیشہ ایسے لوگوں سے ملاقات کرتے رہے اور کرتے ہیں مولوی نظامی فرماتے ہیں " مر اخضر تعلیم گر بود ودوش " اور اکثر بزرگوں سے حکایات بمنزلہ خبر متواتر انکے زندگی کے منقول ومشہور ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم۔

(خط ہدایت نمط نزد عزیزی کہ شکایت عوام از بے طاقتی کرد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا الطاف نامہ آیا مکرر لکھتا ہوں کہ جس کام کو آپنے اختیار کر رکھا ہے یعنی امر بالمعروف دو حال سے خالی نہیں یا اسکا تحمل ہے یا نہیں اگر تحمل ہے تو عوام کی شکایات بے معنی جتنا وقت اس حکایت شکایت میں صرف کیا جاتا ہے اپنے کام میں کیوں نہ صرف کیا جاوے اور اگر تحمل نہیں تو اسکو ترک کر دینا چاہیئے کہ صرف مستحب کے لئے اس قدر صعوبت برداشت کرنا ضروری نہیں ہے

سر مد گلہ اختصار می باید کرد یک کار ازین دو کار میباید کرد یا تن برضاے دوست میباید داد یا قطع نظر زیار می باید کرد

فقط کتبہ اشرف علی از تھانہ بھون

سوال۔ لفظ مولے بمعنے اولے بالتصرف در کلام عرب منقول است یا نہ ونیز در کتب لغت معنی مولے محبوب ہم آمدہ است یا باین مساسی ندارد اگر آمدہ است در کدام لغت باید جست بینوا توجروا۔

الجواب۔ در منتہی الارب است مولی خداوند وبندہ آزاد کنندہ وآزاد کردہ وہمنشین وقریب ونزدیک ودوست وہمسایہ وہم سوگند وپسر وبرادر وبہ مہمان فرود آیندہ وانباز وپسر خواہر ویار ومددگار وصاحب وپرورندہ ونعمت دہندہ ونعمت دادہ شدہ ومہربان وپیرو داماد وشوی خواہر مرد وخسر انتہی مختصرا ومعنی اولے بالتصرف از نظر نگذشتہ ومعنی دوست از منتہی مذکور شد واللہ اعلم۔

سوال۔ جس مسجد میں تاوان وڈنڈ کے پیسے صرف کیئے گئے ہوں یعنی اسکی تعمیر میں وہ تاوان ہے کہ کسی شخص کو عوض مجرمیت ڈنڈ کیا اور چرم قربانی کا پیسا اور دم کا وعقیقہ کے چرم کا اور نکاح کا مسجد میں لگانا جائز

ہے یا نہین اور اُس مسجد مین نماز ہوتی ہے یا نہین۔

الجواب۔ جرمانہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک جائز نہین تو اُس کی آمدنی جائز نہوگی فی الدر المختار لا باخذ مال فی المذہب الی قولہ فی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ اس لئے ایسا روپیہ مسجد مین لگانا جائز نہین اور چرم قربانی کی قیمت کا تصدق واجب ہے فی الدر المختار والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع وفیہ ہو (ای الہبۃ) تملیک العین مجانا اور مسجد مین لگانے سے تملیک نہین ہوتی لہذا وہ بھی مسجد مین صرف نہین ہوسکتا اور لفظہ دم عام ہے اگر سوال مین تعیین کیجاوے تو جواب ہوسکتا ہے اور عقیقہ مین احکام قربانی کی رعایت مستحب ہے تو اس اعتبار سے اسکے چرم کی قیمت مسجد مین صرف کرنا خلاف اولی ہوگا اور نکاح[1] پر اجرت لینا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو طاعۃ مخصوص باہل اسلام نہوا سپر مثل مباحات اخذ اجرت جائز ہے اور نکاح ایسا ہی ہے اس لئے مالک اگر اپنی خواہش سے مسجد مین لگانا چاہے جائز ہے خلاصہ یہ ہوا کہ جرمانہ اور قیمت چرم قربانی کا مسجد مین لگانا جائز نہین اور چرم عقیقہ کی قیمت لگانا خلاف اولی ہے اور اجرت نکاح کا لگانا جائز ہے واللہ اعلم ۔ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ ترکہ مرحوم کی آمدنی حاجی ..... صاحب شوہر مسماۃ ..... دختر مرحوم ہی نے وصول کر کے اپنی رضامندی سے بلا کسی شرط کے مسماۃ ..... کو سرکاری مالگذاری مسماۃ مذکورہ سے لیکر دی آیا یہ اسکے حق مین محسوب ہوگا یا مرحوم کا اسکے ذمہ قرض رہے گا یا کیا صورت ہوگی۔

الجواب۔ کسی ذی حق کو کچھ دینے کی کئی صورتین ہین ایک[1] یہ کہ اُس کا جنس حق دیا اور حق سے زائد نہین دیا اس مین اُسکا حق ادا ہوگیا دوسرے[2] یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا اور تصریح کردی کہ زائد قرض ہے اس مین بقدر واجب حق ادا ہوگیا اور زائد قرضہ رہا تیسرے[3] یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا۔ اور تصریح قرضہ کی نہین کی تو بقدر واجب حق ادا ہوگیا اور زائد احسان ہوا چوتھے[4] یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح کردی کہ تمہارے حق واجب کے عوض مین دیا جاتا ہے تو اس مین اُسکا حق ادا ہوگیا جسقدر مقدار حق کے عوض مین دینے کی تصریح ہوئی ہے اور دونون رضامند ہوگئے ہین پانچوین یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح نہین کی تو اس مین یہ دینے والے کا احسان ہوا اصل حق باقی رہے گا پس ان صورتون مین سے جو واقع ہوئی ہو ویسا حکم ہوگا۔ استیعاب صور کے لیئے شجرۂ مذکور ہے۔

[1] یعنی فی نفسہ گو عوارض سے منع کیا جاوے تفصیل اسکی رسالہ الحق الصراح مین ہے ۱۲ منہ

ف صور مذکورہ دو دو اداء سے حق ۔

عطاء ذی حق

جنس حق　　　　غیر جنس

زائد دیا　　　　غیر زائد دیا

تصریح قرض کی　　　　عدم تصریح قرض　　　　حق ادا ہوگیا

قرض مین محسوب ہوگا　　　　تبرع

غیر جنس: عدم تصریح مبادلہ — تبرع؛ تصریح مبادلہ — عوض حق ہوگا

ف تحقیق معنی تبدل ملک
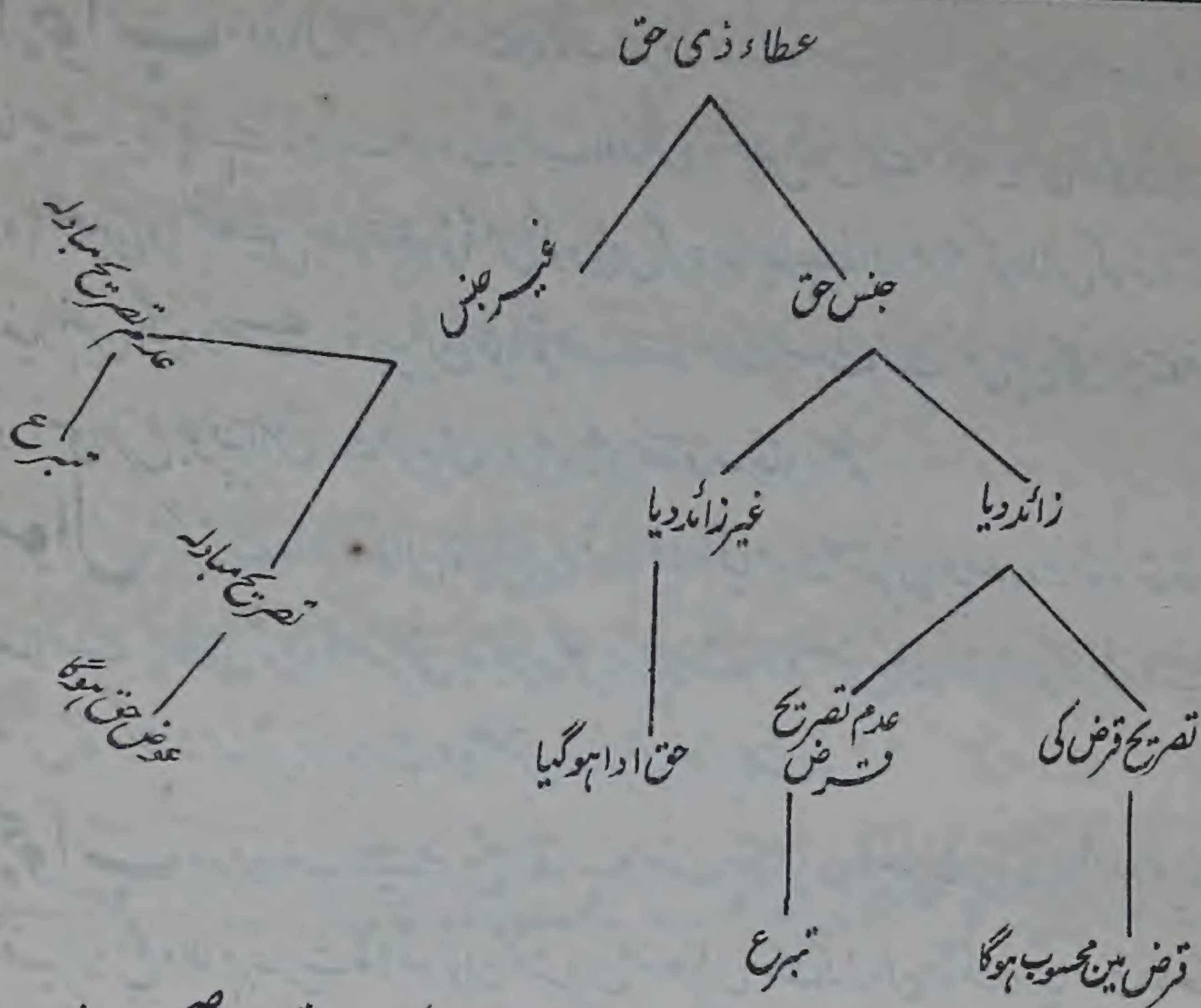
سوال۔ یون مشہور ہے کہ تبدل ملک سے اور دام دینے سے حرمۃ زائل ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے یا نہین۔

الجواب۔ تبدل ملک سے تبدل عین کا ہو جانا اُس کے یہ معنی نہین جو عوام سمجھتے ہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی خاص طریقہ سے کوئی چیز آئی جو اُس شخص کے لیئے وہ طریقہ حلال تھا لیکن اس طریقہ سے اگر دوسرے شخص کے پاس آتی تو اسکے لیئے حلال نہوتا اب اُس شخص نے اس دوسرے شخص کو کسی دوسرے طریق سے وہ چیز دی جو کہ اس دوسرے شخص کے لیے بھی حلال ہے سو اسمین اُس پہلے طریقہ پر لحاظ نہ کیا جاوے گا اور اس کا اثر اب باقی نہ رہے گا مثلاً غنی کو صدقہ لینا حرام ہے مگر کسی فقیر کو کوئی چیز صدقہ مین ملی اور اس نے ہدیۃً اُس غنی کو دی اب اسکے لیے حلال ہوگی گویا یہ دوسری چیز ہوگی یہ مطلب ہے اس قاعدہ کا اسی طرح جو مشہور ہے کہ دام دینے سے حرمۃ زائل ہو جاتی ہے یہ تو بالکل ہی غلط ہے فقط

ف حکم مال حرام بعد توبہ

سوال۔ رنڈی جواری دغاباز اعنی کسب حرام والے تائب ہوکر اگر چاہین کہ اپنے مال کو خدا کی راہ مین صرف کرین تو اس کی کیا صورت ہے اگر خدا کی راہ مین صرف ناجائز ہو تو کیا کرے جلادے ڈبادے اور کوئی شرعی حیلہ حلال کرنے کا ہے یا نہین بعض اپنا حلال روپیہ ان حرام روپیہ مین ملاکر زمین خرید لیتے ہین یہ حیلہ کیسا ہے۔

الجواب- وہ مال حرام رہتا ہے جو لوگ فقر وفاقہ سے بہت پریشان ہون ایسون کو وہ مال بہ نیت دفع حاجت دینا چاہیئے نہ بہ نیت حصول ثواب اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگون کو حاصل ہوا ہے وہ بالتعیین وبالتخصیص معلوم ہو تو اُس کو واپس کر دینا چاہیئے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے کوئی حیلہ مفید نہین اگر دوسرے روپیہ مین ملایا تو حصہ رسد اسکے نسبت سے اُس مین بھی حرمۃ وخباثت پیدا ہو جاویگی اور اسی طرح جو چیز اس سے خریدی اس مین بھی فقط واللہ تعالی اعلم

سوال- اگر زنے حاملہ انتقال نماید پس بوقت قیام قیامت حشرش بچہ صورت خواہد شد درین امر اختلاف فضلاست بعضے می گویند کہ حشرش بلا تجرید حمل خواہد شد و وضعش عند الصراط خواہد شد و بعضے می گویند کہ از حملش تجرید گشتہ حشرش خواہد شد و وضعش در قبرش خواہد شد-

الجواب درین باب دلیلے صریح از کتاب وسنت بنظر نیامدہ لیکن ظاہر آیت وتضع کل ذات حمل حملہا علی التفسیر الراجح وظاہر حدیث کما تموتون تحشرون مشعر بآن ست کہ زنان حاملہ در قیامت حاملہ محشور خواہند شد و از ہول قیامت وضع خواہند نمود واللہ اعلم باحوال عبادہ ۲۰ جمادی الاخرے ۱۳۲۱ھ

سوال-ان دنون ایک کتاب شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مین چھپکر گورکھپور سے شائع ہوئی ہے اسکی روایات دیکھکر مجھے یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ یہ کتاب کسی پیر پرست جاہل کی تصنیف ہے جس نے وقعت قائم کرنے کے لیئے کتاب کو بڑے لوگون کی طرف منسوب کر دیا ہے یہ کتاب مین ارسال خدمت کرتا ہون اسکی پوری لغویت تو اسکے ملاحظہ سے ہی معلوم ہوگی مگر بطور مشتے نمونہ از خروارے ایک روایت لکھتا ہون قطب یونینی نے مختصر المرأۃ مین شیخ ابو سعید قیلوی رح سے روایۃ کی ہے فرمایا کہ مین نے حضرت کی مجلس عالی مین انبیاء علیہم السلام کو ایک بار سے زیادہ دیکھا پیغمبرون کی مبارک روحون کو آسمان وزمین کے درمیان پھرتے ہوئے دیکھا جس طرح فضاء کائنات مین ہوا چلتی ہے مردان غیب کو دیکھا کہ دوڑ کر مجلس عالی مین حاضر ہوتے تھے خضر ع اکثر حاضری دیتے تھے مین نے سبب پوچھا تو کہا جسکو فلاح حاصل کرنا ہو حضرت کی ملازمت اختیار کرے صہ۲۹ مین دیکھتا ہون کہ جہلاء تو جہلاء بعض سادہ مزاج علماء بھی اس کتاب کو بڑے لوگون کی طرف منسوب دیکھ کے ان روایات کو صحیح جانتے ہین اسلیئے بنظر خیر خواہی اسلام عرض پرداز ہون کہ جس طرح اصلاح ترجمہ دہلویہ اصلاح ترجمہ مرزا حیرت وغیرہ تحریر فرما کے جہلا وعلماء کے مذہب کی حفاظت فرمائی گئی ہے اسکی بھی اصلاح تحریر فرما کے جہلا وعلماء کے مذہب کی حفاظت فرمایئے-

ف یعنی بعض مضامین منسوب بشیخ عبد القادر جیلانی رح

ف تحقیق متعلق حشر زن حاملہ

ف اور اس کی طرف سے دینے کی نیت نہ کرے بلکہ اہل حقوق کی طرف سے ۱۲ منہ

الجواب - بجز احادیث کے کہ اُس مین سند کافی کا نہونا حکم بالوضع ظنا کے لئے کافی ہو دوسرے قصص و حکایات مین جب تک کہ امتناع عقلی یا امتناع شرعی پر دلیل قائم نہو یقیناً تکذیب و انکار کرنا مشکل ہے اور اس امتناع کا حکم بعد تجر و مہارت علوم شرعیہ و فنون عقلیہ کے ہوسکتا ہے ورنہ اکثر نظر ظاہری مین مستبعدات کو مستحیلات سمجھکر انکار کردیا جاتا ہے یہ قاعدہ کلیہ معیار کافی ہو باقی مجھکو متن و حواشی کے مفصل دیکھنے کی فرصت نہین جہان جہان ایک آدہ جگہہ دیکھا ہے وہان میری نظر مین ایسا کوئی امر نہین گذرا جس مین صحت کی توجیہ نہو سکے اور شبہات ضعیف معلوم ہوئے اور اگر کوئی مضمون ایسا ہو بھی تو مفصل مواخذہ اُس پہ کرنا محتاج فرصت ہو اور ترجمہ قرآن کی اور بات تھی اُسپر مدار ایمان ہے اور اگر ہر رسالہ کی تحقیق کیجاوے تو آدمی کسی کام ہی کا نہ رہے طلب حق کے لئے قاعدہ معیاریہ کافی ہے۔

شبہات مستفتی متعلقہ جواب مندرجہ بالا مع جواب

نوازش نامہ مین جو قاعدہ کلیہ معیاریہ تحریر فرمایا گیا ہے اُسکے عمدہ ہونے مین کیا کلام ہوسکتا ہے لیکن بہ تقاضائے بشریت اُس مین خادم کو جو شبہات واقع ہوگئے ہین انکو بعد مین لکھے گا پہلے یہ عرض کرتا ہے کہ اس کتاب پر جو شبہات کیئے گئے اُن کا منشا کیا تھا کئی سال ہوئے ہندوستان مین ایک اشتہار شائع ہوا تھا اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ شیخ عبد اللہ مجاور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ حضرت ؐ فرماتے ہین کہ اے عبد اللہ اب کے سال میری امت مین سترہ لاکھ آدمی مرے جن مین صرف ۷ با ایمان باقی بے ایمان اس لئے امت کو آگاہ کردے کہ اعمال صالحہ مین سعی کرین اس اشتہار کے ساتھ ساتھ دو باتین اور بھی شائع ہوئی تھین کہ شہر سورت کے بعض لوگون کا اعتقاد ہے کہ حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم ارواح مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے اور اُنھون نے حضرت ملک الموت سے زنبیل ارواح چھین لی انتھے مختصراً ان تینون باتون کا جواب اسی زمانہ (زمانہ قیام کانپور) مین غالباً جناب والا نے ارقام فرمایا تھا اور یہ جواب مولوی صادق الیقین صاحب کے نام سے اشتہار کی صورت مین شائع ہوا تھا پہلی بات کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ ۱۷ لاکھ آدمیون مین بہت سے نابالغ بچے بھی ہونگے جو مکلف شرعی نہین انکے بے ایمان مرنے کے کچھ معنے نہین دوسری بات کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ روح کے منھ نہین ہوتا اور

حضرت عائشہ کے دودھ نہ تھا تیسری بات کا خلاصہ یہ تھا کہ ملک الموت سے زنبیل ارواح چھیننے کی کیا ضرورت تھی اگر حضرت عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو زنبیل ارواح لینے اور ملک الموت کو دینے کا حکم ہوا تھا تو وہ خود ہی دیدیتے چھیننے کی ضرورت نہ تھی اور اگر دینے کا حکم نہین ہوا تھا تو تمکو لینے کا اختیار تھا نہ ان کو دینے کا ان تینون باتون کے جواب سے جو نتیجہ احقر نے نکالا وہ یہ ہے کہ جو بات عقلاً یا شرعاً مستبعد ہو اُس کو مستحیل سمجھ کے اُس کو تکذیب کرنا صحیح ہے اُس مین توجیہ کرنے کی کچھ ضرورت نہین اگر توجیہ کی ضرورت ہوتی تو جناب والا ہر ایک کی عمدہ سے عمدہ توجیہ کر سکتے تھے اور اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا کہ قصص و حکایات کا جب تک عقلاً یا شرعاً قوی دلائل سے ثبوت نہو اُس وقت تک اُن کی تکذیب کرنا صحیح ہی ممکن تھا کہ پہلی بات کی یون توجیہ کی جاتی کہ شیخ عبداللہ مجاور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا وہ صحیح ہی کیونکہ اسکے امتناع پر کوئی دلیل عقلی یا شرعی قائم نہین رہی یہ بات کہ ۱۷ لاکھ مین بہت سے نابالغ بچے بھی ہونگے جو مکلف نہین اُنکے بلے ایمان مرنے کے کچھ معنے نہین اسکا جواب اس حدیث سے نکل سکتا ہی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جنازۃ صبی من الانصار فقلت یارسول اللہ طوبی لہذا عصفور من عصافیر الجنۃ لم یعمل السوء ولم یدرکہ فقال اوغیر ذلک یا عائشۃ ان اللہ خلق للجنۃ اہلا خلقہم لہا وہم فی اصلاب اباءہم وخلق للنار اہلا خلقہم لہا وہم فی اصلاب اباءہم رواہ مسلم مشکوۃ باب الایمان بالقدر الفصل الاول دوسری بات کی توجیہ یون کیجائے کہ حضرت عبدالقادر رح نے عالم ارواح مین حضرت عائشہ رض کا دودھ پیا ہے رہی یہ بات کہ روح کے منھ نہین ہوتا اور حضرت عائشہ رض کے دودھ نہ تھا اس کا جواب اس تقریر سے نکلسکتا ہی کہ دودہ کو علم سے باطنی مناسبت ہے جیسا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتے انی اری الری یخرج فی اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اولتہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال العلم متفق علیہ مشکوۃ باب مناقب عمر الفصل الاول اور روح سے فیض کا حاصل کرنا صوفیہ کے نزدیک مجرب ہے مطلب یہ ہوا کہ حضرت عبدالقادر رح نے حضرت عائشہ کی روح سے فیوض علمیہ حاصل کیے تیسری بات کی توجیہ یون کی جاتی ہے کہ حضرت عبدالقادر رح نے حضرت ملک الموت سے زنبیل ارواح چھین لی رہی یہ بات کہ ان کو چھیننے کی کیا ضرورت تھی الی آخرہ اس کا جواب اس تقریر سے نکل سکتا ہے کہ بعض مومن اللہ تعالی کے نزدیک

ملائکہ سے بھی زیادہ اکرم ہین جیسا حدیث مین آیا ہے کبھی اس اکرمیت کو اللہ تعالیٰ ملائکہ پر اس عنوان
سے ظاہر فرماتا ہے چنانچہ اس کی تفسیر حدیث مین موجود ہے وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جاء ملک الموت الی موسے بن عمران فقال لہ اجب ربک قال فلطم موسے عین ملک الموت ففقاہا قال
فرجع الملک الی اللہ فقال انت ارسلتنی الے عبد لک لا یرید الموت وقد فقاء عینی الی آخرہ متفق علیہ
مشکوۃ باب بدء الخلق وذکر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام الفصل الاول حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ نبی
اولوالعزم تھے اسلیئے انھون نے طمانچہ مارا اور آنکھ پھوڑ ڈالی حضرت عبدالقادر چونکہ ولی تھے (نبی کے
برابر اکرمیت نہ رکھتے تھے) اس لیئے زنبیل ارواح چھین لی زیادہ کچھ نہ کرسکے پہلے استفتا مین اس
کتاب کی ایک روایت لکھی تھی جناب والا نے اس کی کوئی توجیہ نفرمائی گو قاعدہ کلیہ معیاریہ کے تحریر
فرمانے کے بعد جزئیات کی طرف توجہ فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر توجیہ دیکھنے سے خادم کو اسکا موقع ملتا
کہ اُسی قسم کی توجیہین اور روایات مین کرتا پہلے استفتا مین خادم نے صرف روایت نقل کردی تھی
اس پر اپنے شبہات نہین عرض کیئے تھے اب کی ایک پرچہ مین وہ روایت اور اپنے شبہات قلمبند
کردیئے ہین لفظ **قال** کے بعد روایۃ کے الفاظ ہین اور لفظ **اقول** کے بعد خادم کا شبہہ ہے
اگر جناب والا نے توجہ فرمائی تو خادم کو توجیہ کرنے کا عمدہ انداز معلوم ہو جائیگا اب قاعدہ کلیہ معیاریہ
پر جو شبہات ہین اور جن کی وجہ سے دو ہفتون سے سخت خلجان مین گذرتی ہے عرض کیئے جاتے ہین قاعدہ
کلیہ کے الفاظ یہ ہین۔ دوسرے قصص وحکایات مین جب تک کہ امتناع عقلی یا امتناع شرعی پر دلیل
قائم نہو یقیناً تکذیب وانکار کرنا مشکل ہے (**شبہہ**) تمام قصص وحکایات بمنزلہ دعاوی ہین اور
ہر دعوے کے اثبات پر دلیل عقلی یا شرعی قائم کرنے کی ضرورت ہے نہ اُسکے امتناع پر پھر یقیناً تکذیب
وانکار کرنے کی ضرورت نہین ظناً کافی ہے جیسا تمام دعاوی مین ہوتا ہے اگر امتناع ہی پر دلیل عقلی
یا شرعی قائم کرنے کی ضرورت سمجھی جاوے گی تو صحیح بات کا دریافت ہونا قیامت ہی ہو جاوے گا
اور ہزارون لاکھون غلط باتون کو صحیح ماننا پڑے گا یا اُن سے سکوت کرنا پڑے گا مثلاً خادم ایک غلط
قصہ بیان کرے اور کہے امام غزالی رحنے اپنی بعض تصانیف مین نہایت صحیح سند سے لکھا ہے کہ
حضرت یوسف ؑ کے زمانہ حکومت مین مصر کے تمام شہرون مین ریل اور تار برقی جاری ہو گیا تھا
بلکہ یہ کہے حضرت عبدالقادر رح اور امام ابو حنیفہ رح سے عالم برزخ میں مناظرہ ہوا کہ قرأت فاتحہ خلف الامام

مین مذہب حق کیا ہے مناظرہ مین حضرت عبدالقادرؒ کو غلبہ ہوا اور انھون نے ثابت کردیا کہ اس باب مین امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب حق ہے اس طرح کے لاکھون کروڑون قصے تصنیف ہو سکتے ہین جو فی نفسہ غلط ہون مگر اُن کے امتناع پر نہ کوئی دلیل عقلی قائم ہوسکتی ہے نہ دلیل شرعی اس کے بعد قاعدہ کلیہ معیاریہ مین یہ الفاظ ہین " اور اس امتناع کا حکم بعد تبحر و مہارت علوم شرعیہ و فنون عقلیہ کے ہوسکتا ہے ،، اس پر یہ شبہہ ہے کہ فی زماننا تبحر تو عنقا صفت ہے اور ایسے حضرات بھی قریب قریب سات ہی یا آٹھ کے ہین جو علوم شرعیہ و فنون عقلیہ دونون مین مہارت رکھتے ہین مثلاً جناب والا ہین جناب مولوی رشید احمد صاحب ہین جناب مولوی محمود حسن صاحب ہین جناب مولوی احمد حسن صاحب امروہوی ہین جناب مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈہی ہین جناب مولوی عبد الحق صاحب کابلی قاضی بھوپال ہین جناب مولوی عین القضاۃ ہین ان حضرات کے علاوہ شاید دو چار اور بھی نکلین باقی حضرات علماء ایسے ہین کہ کسیکو تو صرف علوم شرعیہ مین مہارت ہے فنون عقلیہ مین نہین مثلاً جناب مولوی محمد یحییے صاحب مفتی بھوپال جناب مولوی حافظ عبد العزیز صاحب نائب مفتی بھوپال وغیرہ کسی کو صرف فنون عقلیہ مین مہارت ہے علوم شرعیہ مین نہین مثلاً جناب مولوی فاروق صاحب چریاکوٹی جناب مولوی احمد حسن صاحب پنجابی کانپوری وغیرہ اور آج کل کے ناولون کو جو بالکل عقل کے عادت کے موافق ہوتے ہین ان مین کوئی بات مستحیل کیا مستبعد بھی نہین ہوتی گل بکاؤلی کے قصہ کو امیر حمزہ کے داستان کو طلسم ہوشربا کو نورتن کی حکایتون کو گلفام کے قصہ کو اور اُن کے علاوہ بہت سے قصون کو یہ کل حضرات علماء کیا معمولی عربی فارسی جاننے والے شایستہ اشخاص اس حیثیت سے نہین کہ وہ مخرب اخلاق ہین بلکہ غلط ہونے کی حیثیت سے منع کرتے ہین اور یہ نہین سنا گیا کہ کسی شخص نے بھی اس منع کرنے کو انکار کی نگاہ سے دیکھا ہو معمولی عربی فارسی جاننے والون سے بھی قطع نظر کیجائے جہلاء کے گروہ مثلاً لکھنؤ کے افیون مدک باز وغیرہ بھی ان سب قصون کو غلط ہی خیال کرتے ہین مگر چونکہ دل بہلاؤ ہین اسلئے سُنتے ہین حالانکہ اس قاعدہ کلیہ معیاریہ کی رو سے اُن کو کوئی شخص غلط نہین کہہ سکتا یا صحیح سمجھے گا یا اُن کی صحیح ہونے سے سکوت کریگا کیونکہ ان قصص وحکایات مین (باستثنائے بعض واقعات) تمام واقعات ایسے ہین کہ اُن کے امتناع پر نہ دلیل عقلی قائم ہوسکتی ہے نہ شرعی خادم بھی اب تک اپنے گھر کی عورتون مردون کو ان قصص وحکایات سے منع کرتا آیا اور اب بھی

جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ قصص وحکایات کیسے ہین یہی کہدیا جاتا ہے کہ سب جھوٹے اور فرضی ہین اگر واقعی یہ قصص وحکایات جھوٹے اور فرضی نہین ہین تو انکے جھوٹے اور فرضی کہنے مین یقیناً کذب و معصیت ہے اللہ تعالی معاف فرمائے اس بارہ مین للہ خادم کی تشفی فرمایئے جب سے جناب والا کا نوازشنامہ آیا ہے اپنی بیعلمی وکم فہمی کی وجہ سے نہایت خلجان ہے۔

الجواب۔ اس قاعدہ کلیہ معیاریہ مین ایک قید بناء علی الظہور والشہرۃ متروک ہوگئی تھی اُسی کے عدم استحضار سے سب شبہات پیدا ہوئے وہ قید یہ ہے کہ ان قصص وحکایات کے ناقل ایسے لوگ ہون جنکا صدق اور تدین مشاہدہ یا شہادت ثقات اور اُن کے مجموعہ حالات سے مظنون ہو تو چونکہ قرآن وحدیث سے سوءظن اور مراء مسلم اور تکذیب صادق سے ممانعت آئی ہے ان احکام کے واجب العمل ہونے سے ضرورت ہوتی ہے کہ اگر ایسے لوگ کوئی امر خلاف ظاہر نقل کرین تو اُس مین تاویل کیجاوے خواہ قریب ہو یا بعید اور یہ ظاہر ہے کہ تاویل کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ ظاہر سے کلام کو منصرف کرنا مگر اسکا ارتکاب ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور یہان ضرورت یہ ہے کہ نصوص شرعیہ واقع مین متعارض ہو نہین سکتی تو جہان اُن کی مقتضیات مین صورت تعارض کی ہو اُس کا رفع کرنا واجب ہے مثلاً یہ بھی ثابت بالنص ہے کہ کل ماجاء بہ الرسول حق اور یہ بھی ثابت ہے کہ انتم شہداء اللہ فی الارض اور شہادت ثقات کی کسی کے صدق پر مشاہدہ سے ثابت پس مقتضاء نص کا اس کی تصدیق ہوئی پس یہ صدق ثابت بدلیل شرعی جب تک یقینی دلیل سے مرتفع نہوگا اس حکم شرعی پر عمل کرنے کی ضرورت سے اس کی حفاظت کرینگے اور اس حفاظت کا یہی طریق ہے کہ اُسکے اقوال کا دلیل شرعی سے معارض نہونا حتے الوسع ثابت کرین اس کی تائید کے لیئے قصہ حضرت موسے علیہ السلام وحضرت خضر علیہ السلام کا کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بیان فرماکر تمنا فرمائی لو صبر موسے الخ حالانکہ بظاہر افعال خضر یہ معارض نصوص شرعیہ کے تھے اور اسی بناء پر حضرت موسے علیہ السلام نے انکار فرمایا تھا مگر آخر مین ظاہر ہوا کہ معارض نہ تھے اور اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوصبر فرمایا پس حاصل یہ ہوا کہ جس شخص کا کمال فی الدین یقیناً یا ظناً ثابت ہو اس کو بدون یقین کامل کے ناقص الدین نہ کہین گے اور جس شخص کا ابھی کمال فی الدین ہی ثابت نہین بلکہ یا ناقص الدین ہونا معلوم ہے یا مجہول محض ہے وہان چونکہ مدار اضطرار صرف عن الظاہر نہین پایا جاتا لہذا ایسے شخص کی خبر جو موافق ظاہر وعادت کے ہوگی اس کی تصدیق کرینگے ورنہ تکذیب کرین گے

خواہ قطعاً یا ظناً جیسا کہ مقتضا مقام کا ہو اس تقریر سے شیخ عبداللہ مجاور کی تکذیب اور مشائخ اہل کمال کی تصدیق کی وجہ معلوم ہوگئی اور مجاور کے قول کی تاویل نہ کرنا اور ان حضرات کے قول کی تاویل کرنا بھی ثابت ہوگیا پس قصہ دودھ پینے کا اگر کسی معتبر راوی سے ہے تو بیشک تاویل کرینگے ورنہ رد کرینگے اور زنبیل کی حکایت جس ہیئت سے منقول ہے کہ اول اللہ میاں سے کہا جب انھون نے نمانا تب عزرائیل علیہ السلام سے چھین لیا اس مین صریح معاوضہ ہے قضا و قدر سے اسلیئے یقیناً خلاف نصوص ہے اور یہ اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ تاویل صورت عدم تعارض یقینی مین ہے لہذا یہان تاویل نہ کرینگے اس سے شبہ اہل کذب و اہل باطن کے اخبار و حکایات فرضیہ کے محتمل الصدق کا بھی دفع ہوگیا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ایسے اقوال خلاف ظاہر کا اعتقاد واجب نہین کیونکہ حجج شرعیہ مین سے نہین لیکن اُسکو کاذب و مفتری و مخالف سنت کہنا حرام ہے یا یون کہا جاوے کہ انکی طرف نسبت ثابت نہین یا یون کہا جاوے لاانصدق ولا نکذب اور جس شخص کو تبحر حاصل نہو اُس کے لئے یہی طریق اسلم ہے اس سے تمام جزئیات کا فیصلہ آسان ہے۔

شبہات مشار الیہا قال قطب یونینی نے مختصر المرأة مین شیخ ابوسعید قیلوی سے روایتہ کی ہے کہ فرمایا کہ مین نے حضرت کی مجلس عالی مین انبیاء علیہم السلام کو ایکبار سے زیادہ دیکھا **اقول** انبیاء علیہم السلام کی طرف اسوقت تک کوئی بات منسوب نہین کی جاسکتی جب تک اُسکا ثبوت حدیث سے نہو جب تک حدیث سے یہ بات ثابت نہو جاوے کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات زندونکی مجلس مین شریک ہوتے ہین اُسوقت تک کسی کے کشف و الہام کے بھروسہ پر کیونکر اس بات کا یقین کیا جاسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات زندون کی مجلس مین شریک ہوتے ہین اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کا کشف یا الہام شریعت مین حجت نہین اسکے علاوہ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے کرڑوڑون درجہ عالی ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کرڑوڑون درجہ عالی ہین اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہین ثابت نہین ہوتے وہ فرماتے ہون کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی مین انبیاء علیہم السلام کو ایک بار یا ایک بار سے زیادہ دیکھا تو ہم کو یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے ہم حفظ مراتب کا زیادہ خیال رکھنا چاہتے ہین۔

جواب۔ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین تشریف آوری کا منقول نہونا

مستلزم نہین نفی تشریف آوری مجلس اولیاء کو نہ شرعاً نہ عقلاً اس لئے تکذیب مشکل ہے اگرچہ تصدیق بھی واجب نہین جیسا قاعدہ معیاریہ کی تفصیل مین بیان ہوا اور احتیاج ثبوت بالحدیث اُس نسبت مین ہے جو عالم شہادت کے متعلق ہو کیونکہ اس سے احتجاج ہوتا ہے بخلاف واقعات عالم مثال کے کہ چونکہ حجۃ شرعیہ نہین لہذا اس مین توسع وتسامح ہے **قال** پیغمبرون کی مبارک روحون کو آسمان وزمین کے درمیان پھرتے ہوئے دیکھا جس طرح فضائے کائنات مین ہوا چلتی ہے **اقول** پیغمبرون کی مبارک روحین عام مسلمانون کی روحون کے مثل نہین کہ اُن کے متعلق کسی کے کشف یا الہام سے جو بات ثابت ہو کہد یجاوے بلکہ اُنکی روحون سے کروڑون درجے عالی ہین اور شہیدون کی روحون کا یہ حال ہے کہ وہ سبز طائرون کے جوف مین رہتی ہین اور وہ سبز طائر اُن قندیلون مین رہتے ہین جو عرش مین معلق ہین جیسا صحاح کی حدیثون سے ثابت ہوتا ہے فضائے کائنات مین ہوا کی طرح روحون کا پھرنا روحون کے لئے موجب ذلت یہ حالت تو عام مسلمانون کی روحون کی بھی نہین جیسا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے جو شرح مسلم مین ارواح شہدا وانبیاء وصلحاء کے متعلق ہے ظاہر ہے نہ کہ خاص انبیاء علیہم السلام کی روحون کی ہو جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اکرام ہین اور مانا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس عالی مین پیغمبرونکی روحین ہوا کی طرح پھرتی تھین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی اس بات کی بہت زیادہ مستحق تھی کہ اس مین بھی پیغمبرونکی روحین پھرتین مگر یہان روحین کیا ایک روح بھی کسی صحابی نے کبھی پھرتی نہ دیکھی یہ عجب الٹا معاملہ ہے کہ پیغمبرون کی روحین اپنے سردار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی کا تو کبھی یہ اکرام نہ کرین اور ایک ولی کی مجلس عالی کا جو اُن سے مرتبہ مین کروڑون درجہ کم ہو یہ اکرام کرین یہ حفظ مراتب بھی قابل دید ہے۔

جواب۔ تحت العرش مسکن ہے اور قوالب ملبس ہے اور کسی مسکن و ملبس کا ثبوت مستلزم نہین ہے نفی سیر وتبدیل ملبس کو پس ممکن ہے کہ بطریق سیر نورانی لباس مین جو قوالب مذکورہ سے بھی افضل ہے تشریف لاوین اس مین مفضولیت ارواح شہداء سے لازم نہین آتی اور مجلس عالی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شبہہ کا جواب اوپر کے جواب مین گذر چکا **قال** خضر اکثر حاضری دیتے تھے مین نے سبب پوچھا تو کہا جس کو فلاح حاصل کرنا ہو حضرت کی ملازمت اختیار کرے **اقول** اس قول کے انداز بیان سے ظاہر ہے کہ قائل حضرت خضر علیہ السلام کو شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کم سمجھتا ہے

یہ وہی خضر ہین جن کے پاس حاضری دیتے جن سے فلاح حاصل کرتے جنکی ملازمت اختیار کرنے کا حضرت موسے علیہ السلام سے اولوالعزم پیغمبر کو حکم ہوا تھا اب وہ ایسے گئے گذرے ہوے کہ شیخ عبد القادر کے پاس حاضری دیتے تھے اُن سے فلاح حاصل کرتے تھے انکی ملازمت اختیار کرتے تھے پیغمبر کیسے ہی درجہ کا کم ہو پھر بھی ولی سے لاکھون کڑون درجہ بڑھکر ہے اُسکے علوم ولی سے کروڑون درجہ زیادہ ہون گے اور پھر حضر علیہ السلام ان کے برابر حقائق و معارف و اسرار آلہی کا جاننے والا شاید ہی کوئی پیغمبر ہو اور کسی ولی کی تو کیا حقیقت ہے جو انکا عشر عشیر بھی ہو شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ انکی ملازمت بشرط امکان اگر اختیار کرتے تو بجا تھا اُن کو انکی ملازمت اختیار کرنے کی ضرورت نہ تھی ہان اگر یہ کہا جاتا کہ حضرت خضر علیہ السلام شیخ عبد القادرؒ سے باذن آلہی ملے اور اُن کو کچھ حقائق و معارف تعلیم فرمائے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فلاح حاصل کی تو نا زیبا نہ تھا بزرگون نے تو حفظ مراتب نہ کرنے کو زندقہ کہا ہے یہ کیا حفظ مراتب ہے کہ پیغمبرؑ اولوالعزم کو ولی سے نیچے گرادین ع دوستی بے خرد الخ۔

جواب۔ حاضری دینا یہ تو ترجمہ کی خرابی ہے ہم اس کی حضر کو بہ عنوان تشریف می آوردند ترجمہ کر سکتے ہین رہا فلاح و ملازمت کا قصہ تو خود اس کی نسبت خضر علیہ السلام کی طرف نہین بلکہ اسکی ترغیب کی نسبت ہے سو اس مین کوئی اشکال نہین انکا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ ایسے مقبول ہین کہ ہم باذن الٰہی اپنی تشریف آوری سے ان کو شرف دیتے ہین پس تم کو چاہیئے کہ اس سے انکی مقبولیت پر استدلال کرکے ملازمت اور فلاح حاصل کرو اور حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا مختلف فیہ ہے اور سب انبیاء علیہم السلام سے اُن کا اعلم بالاسرار ہونا بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے اور قصہ مشہورہ مین اسرار کونیہ کا ثبوت ہے نہ اسرار الٰہیہ کا جو کمال مقصود ہے مگر ان امور کو ہمارے جواب مین کوئی دخل نہین محض تبرعاً ذکر کر دیا ہے واللہ اعلم ۱۸ رجب ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اگر کوئی شخص کسی عورت خاوند والی سے زنا کرے تو یہ گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف ہو جاویگا یا کہ خاوند سے معاف کرانے سے معاف ہوگا زنا حق العبد ہے یا حق اللہ ہے ان دیار مین اس بارہ مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین شوہر سے معاف کرانا ضروری نہین توبہ سے معاف ہو جاویگا اور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہین التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ یہ حدیث اس باب مین قابل سند ہے یا نہین بعض کہتے ہین کہ بغیر شوہر سے معاف کرائے معاف نہوگا اور دلیل مین حضرت سیدنا

تحقیق حق الشرع یا حق العبد بودن زنا

داؤد علیہ السلام و اوریاؓ کا قصہ پیش کرتے ہین ان دونون مین کون حق پر ہے۔

الجواب۔ اخرج الستۃ عن ابی ہریرۃؓ وزید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما ان اعرابیاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انشدک باللہ الاقضیت لی بکتاب اللہ الی ان قال ان ابنی کان عسیفا علی ہذا فزنی بامرأتہ وفیہ قال صلی اللہ علیہ وسلم لاقضین بینکما بکتاب اللہ تعالیٰ الولیدۃ والغنم رد علیک وعلی ابنک جلد مأتہ وتغریب عام الحدیث واخرج مالک وابوداؤد عن ابن المسیب ان رجلا من اسلم یقال لہ ہزال شکی رجلا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی قولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاہزال لوسترتہ بردائک لکان خیرا لک کذا فی التیسیر روایۃ اولے دال ست برانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجز حد شرعی چیزے نفرمودہ پس اگر عفو کنانیدن از زوج ضروری بودے لامحالہ برآن تنبیہہ فرمودے و روایت ثانیہ دلالت می کند براحبیت ستر این چنین امر وظاہرست کہ عفو کنانیدن از زوج مستلزم ست افشاء راپس غیر محبوب خواہد بود واجب بودن شے باغیر محبوب بودنش جمع نمیتوان شد پس مقتضای ہر دو دلیل آن برآمد کہ عفو کنانیدن بجز حق تعالےٰ از کسے ضروری نیست بلکہ گونہ خلاف حیاست و ستر افضل ست وسر درین آنست کہ این امر شنیع از حقوق اللہ ست زیراکہ اگر از حقوق العباد بودے پس بایستی باذن مستحق جائز بودی واین باطل محض است وقصۂ اوریا اولاً ثابت نیست ثانیاً آنرا بمتنازع فیہ مس نیست زیراکہ بر تقدیر ثبوت حق اوریا آن بود کہ مقصود از فرستادنش امرے بود کہ اوراخبر نبود ثالثاً شرایع من قبلنا ہرگاہ خلاف قواعد شرع ما باشد حجت نیست وحق آنست کہ آن قصہ بے اصل محض است وحدیث التائب من الذنب کمن لاذنب لہ دلیل کافیست درین باب فقط ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

سوال۔ مسجد کی فصیل یعنی منڈیر مسجد کے اندر داخل ہے یا خارج۔

الجواب۔ مسجد کے اندر کسی جزو کے داخل یا خارج ہونیکا مدار بانی وواقف کی نیت پر ہے اگروہ موجود نہو تو قرائن پر ہے تو میرے نزدیک قرائن عرفیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے خارج ہے اگر کسی کو اسکا خلاف قرائن سے محقق ہوجاوے تو داخل سمجھنا چاہیئے لیکن خارج ہونے کی صورت مین بھی وہان بیٹھکر کوئی ایسا فعل نہ کرے جسکا اثر مسجد مین پہونچکر موجب تفویت اُسکے احترام کا ہو مثلاً حقہ وغیرہ وہان بیٹھکر پینا حدیث مین ہے من اکل الثوم فلا یقربن مصلانا اسمین لایقربن کا لفظ اس دعویٰ مذکور کا موید ہے۔

۱۵ر شوال ۱۳۲۱ھ

سوال۔ بر تصویر روضۂ منورہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ونقشہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً ونقشہ مکہ مکرمہ کہ در دلائل الخیرات واقع است بوسہ دادن وچشم مالیدن از روئے شرع جائز ست یا نہ۔

الجواب۔ بوسہ دادن وچشم مالیدن برین نقشہا ثابت نیست واگر از غایت شوق سرزد ملامت وعتاب ہم برجا نباشد۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال دلائل الخیرات کے پڑھنے پڑھانے کیواسطے اجازت لینا ضروری ہے یا نہین اور جو شخص بغیر اجازت اور بغیر سند حاصل کیئے ہوئے پڑھنا پڑھاتا ہو اسکے واسطے کیا ارشاد ہے۔

الجواب۔ جائز تو ہے مگر وہ فائدہ نہ ہوگا جو اجازت سے ہوتا ہے اگر بلا اجازت کوئی شخص پڑھتا پڑھاتا ہو وہ بھی نفع سے محروم نہو گا فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی **تشریح جواب بالا** فائدہ کی دو قسمین ہین ایک اجر وثواب دوسرے کیفیت باطنی پس بلا اجازت پڑھنے سے اجر وثواب مین ذرہ برابر کمی نہین ہوتی البتہ کیفیت باطنی مین تفاوت ہوتا ہے یہ تفصیل ہے حضرت مولانا کے جواب کی۔ واللہ اعلم کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال۔ شرعاً ہم مالک زمین ہین یا نہین (حالانکہ گورنمنٹ نے قانوناً طے کر دیا ہے کہ اصل مالک زمین سرکار انگریزی ہے ہم صرف ایک واسطہ ہین کاشتکار اور سرکار کے درمیان ہین۔

جواب۔ صرف قانون طے کر دینا خروج عن الملک کے لیئے کافی نہین تاوقتیکہ استیلاء نہو یعنی گورنمنٹ ان اراضی کو زمیندار سے چھین کر اپنی طرف سے کاشتکارون کو دیدے پس ابھی تک زمیندار یقیناً مالک ہین واللہ اعلم۔ ۲۴ جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

سوال پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم افضل وبہتر ہین قرآن مجید سے یا قرآن شریف افضل واشرف ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے دوسرے یہ کہ فضیلت وشرافت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن محدث ومکتوب ومتلو پر ہے یا اُس قرآن قدیم پر ہے جو کلام نفسی ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار قبیل باب المیاہ وعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالیٰ من السموات والارض ومن فیہن فی رد المحتار قولہ ومن فیہن ظاہرہ یعم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمسئلۃ ذات خلاف والاحوط الوقف۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مین توقف بہتر ہے مین کہتا ہون کہ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ کوئی ضروریات دین سے نہین ہے اور نص نے اسکا کوئی

ف: تقبیل نقشہ روضہ مطہرہ وغیرہا

ف: دخل اجازت در قراءت دلائل الخیرات

ف: تحقیق مالک زمین کہ زمیندار است یا گورنمنٹ

ف: تحقیق تفاضل نبی علیہ السلام وقرآن مجید

فیصلہ نہین کیا قال اللہ تعالیٰ ولا تقف مالیس لک بہ علم وقال اللہ تعالیٰ ان الظن لایغنی من الحق شیئا حدیث مین متکلمین فی القدر پر غصہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فضول امور مین کلام کرنا ممنوع ہے۔ واللہ اعلم ۲ رشعبان ۲۲ھ

سوال بعد ادائے سلام مسنون عرض خدمت ہے چند روز ہوئے اس موضع جسوئی مین مرض وبائی پھیلا ہوا ہے اسکے دفعیہ کے واسطے کئی طریقے سُنے گئے اور کتابون سے معلوم ہوئے مگر پورے طور پر اطمینان نہین ہوتا نہ عمل کا پورا طریقہ معلوم ہوسکا۔ اس جگہ اکثر باشندگان نے اس کام کو جناب کی رائے پر منحصر رکھا ہے جو کوئی طریقہ سہل اس آفت کے دفعیہ کا اور حصول امن وامان کا جائز طور پر ہو مطلع فرمایا جاوے چندہ بھی اُسکے انجام کے واسطے فراہم ہورہا ہے مگر ابتک کسی کام مین خرچ نہین ہوا اور دو روز سے اکثر باشندگان گانوُن کے صبح کے دس بجے گانوُن سے باہر عیدگاہ مین جمع ہوکر تھوڑے عرصہ تک توبہ واستغفار پڑہکر سات مرتبہ اذان پڑھتے ہین پھر دو رکعت نفل ادا کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ سے اس مرض وبائی کے دفعیہ کے واسطے دعا مانگتے ہین یہ عمل یا کوئی دوسرا طریقہ اور جس طرح مناسب رائے عالی ہووے براہ الطاف بزرگانہ وبنظر رفاہ خلق اللہ حامل عریضہ ہذا کو سمجھا دیا جاوے اور مختصر طور پر تحریر بھی فرمادیا جاوے کتاب شرع محمدی مین جو کتاب فقہ کی اردو مین منظوم ہے اس مین ایسا طریقہ لکھا ہے اگر یہ جائز ہے اور رائے عالی مین مناسب معلوم ہوتا ہے اسکو بھی پورے طور سے حامل عریضہ کو بتلا دیوین۔ خادمون پر احسان بے اندازہ ہوگا۔ نقل از کتاب شرع محمدی **اشعار**

حق وبا سے اسکو رکھتا ہے بچا	جو کرے ترتیب ایسی برملا	شہر کے چارون طرف گائین حلال	وہ کرے ولسے نیاز ذوالجلال
صاف کر پھر اُسکی بھونے بوٹیان	کھاوین تکلہ اسکا یک مومنان	بعد اسکے لیوین پھر قرآن کو	جمع ہوکر مومنان پاکیزہ خو
نیچے سے اُسکے وہ نکلین سات بار	منھ طرف کعبہ کی رکھین آشکار	پھر پڑہین بعد اسکے دو رکعت نماز	اور اذان دین سات با عجز ونیاز
کہتے ہین دیوین اذان سب سات روز	سات بار ہر روز اے گیتی فروز	ہے یہ تاثیر اذان اے مومنان	اس سے ہوتے ہین گریزان جنیان

الجواب۔ عنایت فرمائے بندہ سلمہم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالےٰ اس مرض کو سب جگہہ سے دور فرمادین۔ جو عمل آپنے شرع محمدی سے نقل کیا ہے اُسکی کوئی اصل نہین اور نہ اذان کہنے کی کوئی اصل ہے اور نہ جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا ثابت ہے اسلئے ان سب اعمال کو موقوف کردیا جاوے اس کے لئے اصل دوا مین صدقہ کی کثرت اور گناہون سے توبہ کرنا اور صدقہ کے لئے چندہ جمع کرنا مناسب نہین اکثر

فاعمل واعمال اسکے ... مسائل طاعون مین درج ہو ... مناسب تھا منہ

دیکھا گیا ہے کہ دینے مین خلوص نہین رہتا بلکہ ہر شخص کو چاہیئے کہ بطور خود جو توفیق ہو روزمرہ غریب مسکین لوگون کو دیدیا کرے خواہ آدھی ہی روٹی ہو لیکن ہر روز ہو یا نقد غلہ و کپڑا جو توفیق ہو بطور خود دین جو چندہ جمع ہو گیا ہے سب دینے والون سے اجازت حاصل کر کے ایسے لوگون کو نقد یا غلہ خرید کر خفیۃً دیدیا جاوے جو بہت حاجتمند ہین اور کسی سے سوال نہین کرتے اور عیدگاہ مین جمع ہو کر دُعا کرنا مضائقہ نہین لیکن نہ اذان کہین نہ جماعت سے نفلین پڑھین بلکہ رووین اور توبہ کرین اور نفلین الگ الگ پڑہین اور بہتر ہے کہ گھر آکر نفلین پڑہین اور نیز ضرور ہے کہ حقوق العباد جو کسی کے ذمہ ہون اُنسے سبکدوشی حاصل کرین جسنے کسی کا حق دبا رکھا ہو اس کو واپس کرے ظلم کرنا غیبت کرنا جھوٹ بولنا۔ بدنگاہ کرنا وغیرہ معاصی کو چھوڑ دین اور ہر وقت استغفار زبان اور دل سے جاری رکھین اور جن لوگون کو سورۂ تغابن جو اٹھائیسوین[۲۸] پارے کے تین پاؤ پر ہے یاد ہو صبح و شام بعد نماز فجر و مغرب ایک ایک بار پڑھکر اپنے اوپر اور سب گھر والون پر دم کر دیا کرین اور جو چیز کھاوین پیوین اوّل اُسپر سورۂ انا انزلناہ تین بار پڑھکر دم کر لیا کرین بلکہ جو مبتلا ہو گیا ہو اس کو بھی پانی پر دم کر کے یہی پلاوین اور یہ تعویذ لکھکر سب کے بازو پر باندہ دین (تعویذ) بسم اللہ الرحمن الرحیم الٰہی بحرمت حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ از شر و آفت و با و طاعون نگاہ دار صلی اللہ تعالٰے علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ اور اس کو لکھکر گھول کر کنوئین مین پانی چھوڑ دین اور سب سے بڑی چیز گناہون کا چھوڑنا ہے اور ظاہری علاج معالجہ بھی ضروری ہے والسلام۔ ۳ر ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک وصیت نامہ چھپا ہوا جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شائع ہوا ہے جو شیخ عبداللہ خادم و مجاور روضۂ مطہرہ کو ارشاد ہوا ہے اسکی کیا اصل ہے مستفتی نے تمام وصیت نامہ کی نقل لکھی تھی بوجہ اختصار اور بناءً علی الشہرۃ چھوڑ دیا گیا۔

الجواب۔ ایسا وصیت نامہ بہت دفعہ شائع ہو چکا ہے ہمیشہ اسی نام اور لقب سے شائع ہوتا ہے اول تو یہ تعجب ہے کہ ایک شخص اتنی بڑی عمر پاوے دوسرے[۲] یہ تعجب ہے کہ ایک شخص کے سوا اور کسی خادم کو یا اور ملکون کے بزرگون اور ولیون کو یہ دولت زیارت اور ہمکلامی کی نصیب نہو تیسرے[۳] اگر ایسا قصہ ہوتا تو خود مدینہ مین اسکی زیادہ شہرت ہونا چاہیئے تھی حالانکہ وہان کے آنے جانے والون یا خطوط سے ان امور کا نام و نشان بھی نہین معلوم ہوتا پھر محض اس طرح بلا سند کوئی مضمون قابل اعتبار

تحقیق وصیت نامہ کہ چند بار بنام مجاور روضہ مطہرہ شیوع یافتہ

قاعدہ سے نہین ہو سکتا ورنہ جو جس کے جی مین آوے مشہور کردیا کرے شرع مین حکم ہی کہ جو بات ہو خوب تحقیق کے بعد اسکو معتبر سمجھو۔ علاوہ اسکے اس مین بعض مضامین ایسے ہین جو شرع اور عقل کے خلاف ہین مثلاً سترہ لاکھ کلمہ گو مرین اور اُن مین سترہ آدمی صرف مسلمان ہون اول تو خدا تعالیٰ کی رحمت غالب ہے اُنکے غضب پر دوسرے ہم خود دیکھتے ہین کہ زیادہ مسلمان توبہ کر کے اور کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہین جو علامت خاتمہ بالخیر کی ہے پھر اس مضمون کی گنجایش کہان ہے اسی طرح اس مین لکھا ہے کہ تارک الصلوۃ کے جنازہ کی نماز نہ پڑہین یہ حکم صاف حدیث کے خلاف ہے صلوا علی کل بر و فاجر یہ بھی قرینہ ہے اس وصیت نامہ کے غلط ہونیکا اسی طرح جن چیزون کا بدعت ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو چکا ہے جیسے تخصیص شربت کی شہداء کربلا کے واسطے اور کھیر حضرت خاتون رضکے واسطے اور پلاؤ حضرت غوث اعظم رضکے واسطے اسی طرح آجکل کا سا مولود شریف ان سب چیزون کی اس مین ترغیب ہے یہ سب باتین اسمین عقل اور شرع کے خلاف ہین اس لئے یہ وصیت نامہ محض کسی کا تراشیدہ ہے محدثین نے اس سے ہلکے قرینو پر حدیث کو موضوع کہدیا ہے اور موضوع کی اشاعت و روایت نصاً اور اجماعاً حرام بلکہ بعض محدثین کے نزدیک کفر ہے ہرگز اسکے تمام مضمون کو صحیح نہ سمجھین البتہ جو باتین قرآن و حدیث اور دین کی کتابون مین لکھی ہین اسکے موافق نیک راہ پر چلین اور بُری راہ سے بچین اور جھوٹی بات کا نسبت کرنا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑا بھاری گناہ ہے اس لئے ایسے مضمون کا رواج دینے والا گنہگار ہوگا۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔طعام المیت یمیت القلب میت عام ہی خواہ اولیاءؒ انبیاءؑ ہون یا عامہ مومنین لیکن طعام اموات عامہ سے جو کراہت و تکدر قلب مین محسوس ہوتا ہے وہ طعام اولیاءؒ و انبیاءؑ سے نہین ہوتا اسکی کیا وجہ ہی اگرچہ انبیاء و اولیاء حقیقۃً مثل اموات عامہ کے میت نہین ہین لیکن بظاہر اموات ہین اور طعام اموات عامہ و اولیاء و انبیاء صدقہ ہونے مین برابر ہے۔

الجواب ۔ یہ قول خدا جانے کسکا ہے اگر کوئی شخص اس کو نہ مانے اسپر تو کوئی اشکال نہین اور اگر کوئی شخص زکوۃ کے وسخ ہونے سے استنباط کرلے کہ جب صدقہ واجبہ مین وسخیت ہے تو صدقہ نافلہ مین بوجہ اشتراک معنے صدقہ کے شاید کوئی کیفیت قریب وسخ کے ہو اسی کا اثر موت قلب سے تعبیر کیا گیا ہو اس صورت مین اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق خیالی ہے اور راز اُس مین یہ ہے کہ عرفاً عام اموات کے طعام کا کھانا تذلیل سمجھا جاتا ہے وہ کدورت اسی تذلل کی ہے جو ایک طبعی امر ہے نہ کوئی امر ذوقی و باطنی اور بعض

کے لئے یہ وجہ ہے کہ عام اموات چونکہ اکثر نزدیک کے مرے ہوئے ہوتے ہین اُن کے طعام سے اُنکی موت کا
اور ان کے معاصی کا استحضار ہو جاتا ہے یہ سبب ہوتا ہے دلگیری اور انقباض کا بخلاف اولیاء اور انبیاء
کے کہ اکثر کی موت کا اُن مین سے مشاہدہ بھی نہین ہوا اور خیال مین ظاہرا اور نیز مثل دیگر احیاء کے معلوم
ہوتے ہین اسلیئے انقباض نہین ہوتا آگے اللہ کو معلوم ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۲۹ محرم ۱۳۱۳ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص مثلاً عبداللہ نے بوجہ گردش سماوی واسباب وساوس شیطانی کے زید کے ایک بقرہ کے ساتھ زنا کیا نعوذ باللہ تعالیٰ مگر اُس عبداللہ نے اپنے فعل سے بہت نادم وپشیمان ہو کر توبہ خالص کر لی بلکہ ایک عالم کے ہاتھ پر بھی بیعت و توبہ کر لی اور اُسی توبہ پر ابتک دائم وقائم ہے اور اُس عالم مذکور نے حکم کیا کہ بقرہ کو عبرۃً آگ مین جلانا چاہیئے مگر عبداللہ نے قیمت بقرہ یعنے مالک بقرہ کو قیمت دیکر خرید کر لی پھر چند روز کے بعد وہ بقرہ مذکورہ کو راہ دور ودراز لیجا کر فروخت کر دی جس سے اب بالکل اُس بقرہ کا پتہ ونشان معلوم نہین کہ کہان ہے اور عبداللہ مذکور نے بقرہ کو فروخت کر کے قیمت اپنے صرف مین کی اور بوجہ اس فروخت بقرہ مذکورہ کے اُس عبداللہ کو لوگ مسلمانون کی مجالست ومواکلت ومشاربت سے یہانتک کہ جمعہ وعیدین مین سب لوگون کے پیچھے صف مین یعنی سب صبی ونابالغ کی صف کے پیچھے کر دیتے ہین جس سے بہت بدتر و ذلیل سب کے سامنے ہوتا ہے اگرچہ عبداللہ نے صد توبہ کر لی تاہم کچھ اعتبار نہین کرتے۔ یہ کیسا ہے اور ازروئے شرع شریف کے اُس بقرہ کو راہ دور ودراز پر فروخت کرنا کیسا ہے اور قیمت مذکورہ عبداللہ صرف کر سکتا ہے یا نہین اور مشتری کے لئے اُسی بقرہ سے نفع لینا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ولا یحد بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبیٰ ای لقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الہدایۃ وہذا اذا کانت مما لا تؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضا فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ہکذا قالوا وفیہ قولہم یطالب صاحبہا ان یدفعہا الی الواطی لیس علی طریق الجبر وعبارۃ النہر والظاہر انہ یطالب علی وجہ الندب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک تو اُس گائے کا ذبح کر کے کھانا جائز تھا اور صاحبینؒ کے نزدیک گو اسکا کھانا مناسب نہین بلکہ جلانا مناسب ہے لیکن اس حکم کی اصل علت یہ ہے کہ اُسکو بار بار دیکھکر اُسکا چرچا ہو

معلوم ہوا کہ اگر اور کسی طریق سے چرچا قطع ہو جاوے تو مقصود حاصل ہو گیا جیسا کہ صورت سوال مین تصریح ہے کہ وہ دور چلی گئی اب نظر ہی نہ آوے گی کہ چرچا کیا جاوے پس مقصود حاصل ہو گیا پھر جب کہ وہ بہیمہ غیر واطی کا ہو تو واطی کے ہاتھ اسکی بیع کے جائز ہونے سے معلوم ہوا کہ قیمت اسکی حلال ہے اور ان سب امور سے قطع نظر کر کے جب اُسکا احراق ممکن نہین اور تکلیف مالا یطاق شرعاً مرتفع ہے تو اُس شخص کو اسقدر تنگ کرنا کب درست ہے نیز یہ حکم درجۂ وجوب مین نہین پس غیر واجب کے ترک پر اس قدر تشدد یہ خود تعدی حدود شرعیہ سے ہے اسلئے سب پر واجب ہے کہ جب وہ شخص تائب ہو گیا اُس کو پریشان نہ کرین ورنہ عاصی ہونگے - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم - ۱۰ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال - آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بطریق مشروع کہنا کیسا ہے عام اس سے کہ نثر ہو یا نظم دو ایک حدیثین اسکے متعلق عنایت ہون من انشد فینا بیتا فلہ الجنۃ اس فقرہ کو لوگ حدیث کہتے ہین کیا کسی حدیث کی کتاب مین یہ حدیث یا ہم معنی اس حدیث کی آپکی نظر پڑی ہے دوسرے یہ کہ قصیدہ بانت سعاد فقلبی الیوم متبول آنحضرت کی شان مین حضرت حسانؓ ابن ثابت نے پڑھا تو آنحضرتؐ نے سحبان ہذہ الامۃ فرمایا اور ردائے مبارک عنایت فرمائی اسکی سند صحیح کس کتاب مین ہے -

الجواب ۔ ۱ جائز ہے نظماً و نثراً ہر طرح سے بشرطیکہ حدود شرعیہ سے متجاوز نہو جیسا عام شعراء مبتلا ہین مشکوٰۃ مین بخاری سے حدیث روایت کی ہے عن عائشۃ رضؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع لحسان رضؓ منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الاطلاق نظماً و نثراً فعن عائشۃ قالت ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح رواہ الدارقطنی کذا فی المشکوٰۃ اور من انشد الخ میری نظر سے کہین نہین گذرا ۲ یہ قصیدہ حضرت حسان رضؓ کا نہین ہے کعبؓ بن زہیر کا ہے دیکھا تو ہے مگر یاد نہین کہ کس کتاب مین دیکھا ہے اور کتابین پاس نہین جو دیکھون اور لجان فرمانا یہ کہین نظر سے نہین گذرا واللہ تعالیٰ اعلم - ۲۹ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال - ایک امر مین مجھے اندیشہ ہے حل کر دیجئے وہ یہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ گو فاسق وظالم ہو اُس سے بغاوت وخروج عن الاطاعت نہین روا ہے یزید اگرچہ فاسق و

اکرم الہیم الاسلام العمول العمول ...

فن ومنہم ... ازالہ ... منہ

ظالم ہو لیکن امور شرعیہ مین زیر اطاعت اُسکے رہنا چاہیئے تھا یا نہین پھر اتنے بڑے امام کیونکر خلاف شرع کر سکتے ہین ورنہ بغاوت کا دہبہ لگے گا۔

الجواب۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے کہ فاسق امام ہو سکتا ہے یا نہین اور اسیطرح یہ کہ فسق طاری سے منعزل ہو جاتا ہے یا نہین ونیز یہ کہ مدار امامت کا اتفاق ہے اہل حل وعقد کا اور اہل حل وعقد ہونا امر اجتہادی ہے پس ان سب امور مین حضرت امام ہمام کے اجتہاد مین اس کی امامت صحیح نہ تھی لہذا خروج کا شبہ اُن پر نہین ہو سکتا فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

ف تحقیق کل یا جزو ثواب رسیدن بأموات متعددہ

سؤال ۵۹ ایصال ثواب جو چند مردگان کو کیا جاتا ہے وہ سب کو برابر پہونچتا ہے یا تجزی سے پہونچتا ہے

جواب ۱ سب کو برابر پہونچے گا کیونکہ رحمت اللہ تعالیٰ کی واسع ہے سئل ابن حجر المکی عما لو قرء لاہل المقبرۃ الفاتحۃ ہل قسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وہو اللائق بسعۃ الفضل شامی ج ا ص ۶۰۵ وعن علی رضی عنہ علیہ السلام قال من مر علی المقابر وقرء قل ہو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات طبرانی فتح القدیر واللہ اعلم حررہ عنایت الٰہی عفی عنہ

جواب ۲ یہ مسئلہ مختلف فیہا بین العلماء ہے بعض تجزی کے قائل ہین وہو الاقیس اور بعض عدم تجزی فرماتے ہین وہو الاوسع واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ خلیل احمد عفی عنہ

جواب ۳ اصل مذہب وموافق قواعد شرعیہ یہ ہے کہ ثواب متجزی ہوتا ہے کما فی الشامی ویوضحہ لو اہدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منہم ربعہ فکذا لو اہدی الربع لواحد وابقی الباقی لنفسہ البتہ اگر حق تعالیٰ اپنی وسعت رحمت سے ہر ایک کو پورا ثواب دیوے تو یہ اُسکا فضل ہے ولا مانع منہ کما افتی بہ جمع اور اس مین بحث کرنے کی ضرورت بھی نہین جس قدر حق تعالیٰ کو منظور ہے ثواب پہونچ جاوے گا بعض اجر بسبب اخلاص نیت کے اگرچہ قلیل ہو کثیر سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمن دیوبندی عفی عنہ

جواب ۴ جس امر مین نص نہو اگر وہ احکام فقہیہ جواز وعدم جواز مین سے ہو تو اس مین قیاس کرنا فاعتبروا یا اولی الابصار وغیرہ نصوص سے مامور بہ ہے اور اگر وہ احکام فقہیہ سے نہو تو اُس مین قیاس کرنا لاتقف ما لیس لک بہ علم وغیرہ نصوص سے منہی عنہ ہے اور امر مسؤل عنہ احکام فقہیہ سے نہین اور نص موجود نہین لہذا قیاس سے کلام کرنا منہی عنہ ہوگا۔ اور جن علماء سے کلام منقول ہے مقصود اُن کا حکم لگانا

ف۔ اس سوال کے تین جواب لکھے ہوئے آئے تھے چوتھا جواب اخیر احقر کا ہے ۱۲ منہ

نہین بلکہ محض بعض احتمالات کی اقربیت بیان کرنا واللہ اعلم بخفیات اسرارہ کتبہ اشرف علی ۱۶ محرم ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ارواح خبیثہ انسان کو تکلیف پہونچاسکتی ہین یا نہین ارواح خبیثہ سے کیا مراد ہے۔

الجواب۔ نہین پہونچاسکتین۔ ۱۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ دست غیب کیا شے ہے اور کیونکر حاصل ہوسکتا ہے کیا اسپر اعتقاد رکھنا مثل دیگر اعتقاد دینی کے ہے۔ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

الجواب۔ بواسطہ جنات کے چوری ہے لہذا حرام ہے۔

سوال۔ ہمزاد کیا چیز ہے کیا وہ قبضہ مین آسکتا ہے۔

الجواب۔ یہ لفظ تراشا ہوا ہے البتہ جنات کا کسی عمل سے مسخر ہونا صحیح ہے ۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ یہ جو مولوی لوگ کہتے ہین کہ نبوت جزئی اور کلی طور پر ختم ہوچکی ہے یہ بات غلط ہے حالانکہ اس آیت کے لفظی ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسالت کا سلسلہ ختم نہین ہوا وہ آیت سورۂ اعراف مین یہ ہے یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی اس آیت سے ضرور یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہین ہوا ہے اگر منقطع ہوچکا ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہے اس کا جواب تسلی بخش ارقام فرمادین۔

الجواب۔ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ آیت متصل ہے قصۂ آدم علیہ السلام کے ساتھ بعد خطاب اہبطوا کے یہ بھی ارشاد ہوا کہ اما یاتینکم رسل الخ چنانچہ اس خطاب کے بعد بہت سے رسُل آئے گو بعد گو بعد ختم نبوت پھر نہین آئے۔ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ یہ حدیث صحیح ہے یا نہین وہ یہ ہے عن طاؤس انہ امر بہذہ الکلمات فکتب فی کفنہ یہ حدیث صحیح ترمذی مین ہو یا کس کتاب مین صفحہ اور نام کتاب وغیرہ ارقام فرماوین۔

الجواب۔ ترمذی مین تو یقیناً نہین اور کسی جگہہ بھی نظر سے نہین گذری ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ جو شخص کہ خود مچھلی پکڑ نہین سکتا وہ کس طرح کھا سکتا ہے۔

جواب۔ پکڑنے والا اس کو ہدیہ دیدے یا اُسکے ہاتھ بیع کردے۔ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ حد بلوغ عورت کیا ہے۔

الجواب۔ بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہین مگر نو برس سے پہلے بالغ نہین ہوسکتی اور علامات اُسکے

ف تحقیق ارواح خبیثہ

ف تحقیق دست غیب

ف تحقیق ہمزاد

ف دفع شبہ قادیانی از تفسیر آیت

ف تحقیق روایت کتابت عہد نامہ علی الکفن

ف حکم خریدن ماہی از صیاد

ف حد بلوغ دختر

ملہ اس کا تعلق بالتفسیر مین ہونا مناسب تھا یا کلام مین ۱۲ منہ

بلوغ کی حیض وغیرہ ہے اگر کچھ علامت ظاہر نہو تو بعد سترہ برس کے کہ وہ اپنے کاروبار مین ہوشیار ہوجاوے حکم بلوغ کا دیا جاوے گا اور اس کا مہر حوالہ کیا جاویگا وان حاضت الجاریۃ واحتلم الغلام او تاخر فاستکمل الغلام تسع عشر سنۃ والجاریۃ سبع عشر سنۃ واونس منہما الرشد واختبر وابالحفظ لاموالہما والصلاح فی دینہما دفعت الیہما عالم گیری جلد ثانی صہ ۳۱۳

سوال - در کتاب ہدایۃ الاسرار منقول است کہ یکی از علمای نصاری بجناب ولایت مآب حضرت علی علیہ السلام عرض نمود کہ پیش از آدم صفی اللہ چہ بود حضرت فرمود کہ آدم باز تکرار کرد و باز ہمان جواب داد و بار سوم سوال کرد و ہمان جواب یافت وصاحب تاریخ خواجگی مینویسد کہ شخصے از امام برحق امام جعفر صادق علیہ السلام احوال پیدایش آدم پرسید حضرت فرمود کہ از آدم صفی اللہ کہ جد من وتست میپرسی یا از آدم دیگر آن شخص متعجب شد و عرض کرد کہ یا حضرت سوائے آدم صفی اللہ دیگر ہم بوجود آمدہ آنجناب فرمود کہ آدم صفی اللہ آدم صد و یکم است وقبل از وے یکصد آدم گذشتہ اند کہ اولاد و احفاد ہر یکے از انہا بدنیا ماندند وہم در تاریخ طبری مسطور است کہ روزے موسی علیہ السلام از مدت خلقت آسمان وزمین بحضرت رب العالمین استدراک نمود حکم شد کہ در فلان وادی چاہے است خود را بر سر آن چاہ برسان وسنگ ریزہ دران بینداز تا حقیقت حال برتو ہویدا شود موسی علیہ السلام بر سر آن چاہ رفت وسنگ ریزہ دران انداخت از اندرون چاہ آوازے برآمد کہ کیست برلب چاہ فرمود کہ منم موسی بن فلان وفلان تا آنکہ سلسلہ نسب خود تا آدم صفی اللہ علیہ السلام بشمرد ودیگر بار آواز آمد کہ در ہر زمانے شخصے بہمین نام ونسب بر سر این چاہ آمد وسنگی درین چاہ انداختہ تا آنکہ نصف چاہ پر شد واللہ اعلم حاصل آنکہ این ہمہ معنی مذکور سوائے کتب مسطورہ از کتبہائے معتبر سیر یا آثار وغیرہ بہ ثبوت مے رسد یا چہ وخلاصہ احوال آن برچہ منوال۔

الجواب - این چنین مضمون اکثر بزرگان منقول شدہ است مگر تحقیق آنست کہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی در مکتوب پنجاہ وہشتم از جلد ثانی نوشتہ اند وہو ہذا نوشتہ بودند کہ شیخ محی الدین العربی قدس سرہ در فتوحات مکیہ حدیثے نقل می کنند کہ آن سرور فرمودہ علیہ وعلے آلہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالی خلق مائۃ الف آدم وحکایتی می آرد در بعضے مشاہدات عالم در وقت طواف کعبہ معظمہ چنین ظاہر شد کہ ہمراہ جمعی طواف می کنند کہ من ایشان را نمی شناسم ودر اثنائے طواف ایشان دو بیت عربی خواندند کہ یکے از ان دو بیت

(حاشیہ:) در تحقیق آدم وادم

ف ۵ یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال اور اسپر بھی فتوی دیا گیا ہے ۱۲ منہ

اینست ؎ لقد طفنا کما طفتم سنینا ٭ بھذا البیت طرا اجمعینا چون این بیت شنیدم
در خاطر گذشت کہ اینہا ابدان عالم مثال اند ومقارن این خطور یکی از اینہا بجانب من نگاہ کرد وفرمود کہ من از
اجداد توام من پرسیدم کہ چند سال ست از فوت تو فرمود کہ از فوت من زیادہ از چہل ہزار سال ست
من از روی تعجب گفتم کہ از ابتدای خلقت آدم ابی البشر علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تا این دم ہفت ہزار
سال تمام نشدہ است فرمود تو از کدام آدم می گوئی این آدم ست کہ در اول دورہ ہفت ہزار سال خلق
شدہ است شیخ فرمود درین وقت آن حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کہ سابق تحریر یافتہ است
بخاطر گذشت کہ موید این قول است مخذوما مکرمہ درین مسئلہ بعنایت اللہ سبحانہ انچہ برین فقیر ظاہر گشتہ است
کہ این ہمہ آدم کہ پیش از وجود حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام گذشتہ اند وجود شان در عالم مثال
بودہ است نہ در عالم شہادۃ۔ ہمین حضرت آدم ست کہ در عالم شہادت موجود گشتہ است ودر زمین خلافت یافتہ
ومسجود ملائکہ شدہ صلوات اللہ تعالی وتسلیماتہ سبحانہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔ غایت مافی الباب آدم چون
بر صنعت جامعیت مخلوق گشتہ است ودر حقیقت خود لطائف واوصاف بسیار دارد وپیش از وجود او بقرون
متطاولہ در ہر وقتے از اوقات صفتے از صفات یا لطیفہ از لطائف او بایجاد خداوندی جل سلطانہ در عالم
مثال موجود گشتہ است وبصورت آدم ظاہر شدہ مسمی باسم او گشتہ وکاروبار آدم منتظر ازوے بوقوع
آمدہ حتے کہ توالد وتناسل کہ مناسب عالم مثال است نیز بظہور پیوستہ وکمالات صوری ومعنوی مناسب
آن عالم نیز یافتہ وشایان عذاب وثواب گشتہ بلکہ درحق او قائم شدہ بہشتے بہ بہشت ودوزخی بدوزخ رفتہ
بعد ازان در وقتے از اوقات بمشیت اللہ سبحانہ صفتے یا لطیفہ دیگر از صفات ولطائف او علی نبینا وعلیہ
الصلوۃ والسلام در ہمان عالم بمنصہ ظہور آمدہ وکاروبارے کہ از ظہور اول بوجود آمدہ بود از ظہور ثانی نیز
بوجود آمدہ چون آن دورہ نیز تمام شدہ ظہور ثالث ازان صفات ولطائف او علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام
بحصول پیوستہ وچون آن ظہور نیز دورہ خود را اتمام کردہ ظہور رابع بہ ثبوت پیوستہ الی ماشاء اللہ تعالی
وچون دوائر ظہورات مثالیہ او کہ تعلقات بہ صفات ولطائف او داشت تمام گشتہ آخر الامر آن نسخہ جامعہ
در عالم شہادت بایجاد خداوندی جل سلطانہ بوجود آمدہ وبفضل خداوندی جل سلطانہ معزز ومکرم گشتہ
اگر صد ہزار آدم باشند ہم اجزاء ہمین آدم اند ودست وپای او نیند ومبادی ومقدمات وجود او نیند انتہی
مختصرا۔ وتمام او در مکتوب ست من شاء فلیرجع الیہ واللہ اعلم ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۳۳۰ھ ہجری۔

ف معاملہ با غیر مقلدان

سوال۔ ایک اشتہار غیر مقلدون کا مقام چاند پور مین آیا وہ آپکی خدمت مین بھیجتا ہون اُسکا مضمون صحیح ہے یا نہین اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیئے یا نہین۔

حاصل مضمون اشتہار معنون بہ نقل معاہدہ علمائے اہل حدیث وفقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی چونکہ دہلی ودیگر امصار مین اکثر نافہم لوگون نے مسائل فرعیہ مین تنازعات بی معنے برپا کر کے طرح طرح کے اشتہار ورسائل مشتہر کیئے اور نوبت بعداوت پہونچائی فساد وعناد بڑہتا گیا نوبت بفوجداری پہونچی حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلا آتا ہے لیکن ان حضرات مین بغض وفساد نہ تھا اور آجکل لوگ اُنھین فروعی مسائل کے سبب اتفاقی حرمتون مین مبتلا ہو رہے ہین کیونکہ کینہ غیبت عداوت بالاتفاق حرام ہے جن مسائل مین اختلاف ہے وہ یہ ہین۔ نجاست آب۔ آمین بالجہر۔ رفع یدین ودیگر مسائل اختلافیہ بعض نے حرام سمجہا بعض نے مثل موکدہ غرض جادۂ اعتدال سے گذر گئے ایک فریق دوسرے فریق کے افعال مین طعن وتوہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے جائز ہے آپس مین محبت واتحاد رکھین کوئی کسیکو بُرا اور بد مذہب نہ جانے منازعت اور تکرار نہ کرے انتھے مختصراً۔ مواہیر فلان وفلان ودستخط فلان وفلان از علمائے مقلدین وغیر مقلدین مقام دہلی۔

الجواب۔ نقل معاہدہ اہل حدیث وفقہ مدخولۂ عدالت کمشنری دہلی نظر سے گذرا مضمون معلوم ہوا ان جھگڑون مین بولنے کو لکھنے کو جی نہین چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہین نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپنے دریافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت مین دہوکہ دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدون سے فقط بوجہ اختلاف فروع وجزئیات کے نہین ہے اگر یہ وجہ ہوتی توحنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی لڑائی دنگہ رہا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح واتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگون سے اصول مین ہو گیا ہے کیونکہ صلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن وتشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہین اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہین اور مقلدون کو مشرک سمجھکر مقابلہ مین اپنا لقب موحدین رکھتے ہین اور تقلید ائمہ کو مثل رسم جاہلان عرب کی کہتے ہین کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیہ اباءنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالی کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہین فقہ کی کتابون کو اسباب گمراہی سمجھتے ہین اور فقہا کو مخالف سنت ٹھہراتے ہین اور ہمیشہ جویائے فساد وفتنہ انگیزی رہتے ہین علی ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہین کہ تفصیل وتشریح

اُس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہین بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاصکر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرماوین ان پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اُسپر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہین اکثر باتون سے مکر جاتے ہین اور منکر ہو جاتے ہین پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی مین بہتر معلوم ہوتی ہے باقی لڑنا جھگڑنا کسی سے اچھا نہین کہ انجام اس کا بجز خرابی کے کچھ نہین ہوتا اور مخالف مخاصم جھگڑنے سے راہ پر نہین آتا تو پھر تکرار بے فائدہ سے کیا حاصل قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم الاٰیۃ واللہ ولی التوفیق وہو اعلم بالتحقیق والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۸ محرم ۱۳۱۰ھ

سوال سلام علیکم کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زوجہ ایک شخص کا ایام حمل مین بتاریخ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ہجری مین انتقال ہوا اس کو بذریعہ خواب بوقت شب یوم شنبہ بتاریخ ۱۴ صفر مذکور قبل پانچ بجے کے تخمیناً دو گھنٹہ رات باقی تھی اہلیہ مرحومہ کے تولد ہونا فرزند کا معلوم ہوا بدریافت امر معروضہ صدر نسبت چاک کرنے قبر وقت ایام پورے حمل کے حکم شرع شریف کیا ہے۔

الجواب۔ قبر کھولنا شرعاً ناجائز ہے اور خواب شرع کے نزدیک کوئی حجۃ تامہ نہین ورنہ کوئی خواب کا سمجھنے والا معلوم ہو کہ اس کی تعبیر پر اعتماد ہو پس یا تو یہ خواب از قسم خیالات ہے کیونکہ مردہ کے پیٹ مین بچہ کا زندہ رہنا خلاف قاعدہ اور عادۃً ناممکن ہے کیونکہ ماں کی سانس سے بچہ سانس لیتا ہے جب ماں کا سانس موت سے منقطع ہو گیا بچہ بھی مرجاویگا یا اگر قدرت خداوندی سے بطور خرق عادت یہ امر واقع بھی ہو جاوے تو بطور خرق عادت وہ بچہ بھی قبر سے نکل آویگا کیونکہ اللہ جل شانہ رحیم و کریم ہے اگر اُس بچہ کی عمر کرنی ہو گی تو اُس کو ضائع نہ کریگا بلکہ ظاہر کر دے گا اور اگر اس کی عمر مقدر نہین تو نکالنے سے کچھ فائدہ نہو گا غرض محض گمان اور خیال پر قبر کھولنا نہ چاہیئے قال اللہ تعالیٰ ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً واللہ اعلم فقط ۱۹ صفر ۱۳۱۰ ہجری

سوال۔ ایک شخص نے اپنے پسر کو عاق کر دیا اب اس سے رجوع کرنا چاہتا ہے پس وہ کیا کرے۔

الجواب۔ عاق دو معنے مین مستعمل ہے ایک معنے شرعی دوسرے عرفی شرعی معنے تو یہ ہین کہ اولاد والدین کی نافرمانی کرے سو اس معنی کے تحقیق مین تو کسی کے کرنے نہ کرنے کو دخل نہین جو والدین کی بے حکمی کرے گا وہ عند اللہ عاق ہو گا اور اس کا اثر فقط یہ ہے کہ خدا کے نزدیک عاصی و مرتکب گناہ کبیرہ کا ہو گا

مسئلہ جس پر تقلید ... مین پیر اور بزرگون ... اہل علم ... لا شک ... ناصحی اللہ ... ۱۱۴ سن

بخواب میت ... سے حاملہ مردہ ... فرزند زندہ ...

عاق کر دن پسر

باقی حرمان میراث اسپر مرتب نہین ہوتا دوسرے معنی عرفی یہ ہین کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو بوجہ ناراضی بے حق ومحروم الارث کردے سویہ امر شرعًا بے اصل ہے اس سے اُسکا حق ارث باطل نہین ہوسکتا کیونکہ وراثت ملک اضطراری وحق شرعی ہے بلاقصد مورث ووارث اس کا ثبوت ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الآیہ اور لام استحقاق کے لئے ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے حق وراثت مقرر فرمادیا اس کو کون باطل کرسکتا ہے اور نیز قصہ حضرت بریرہ رضؓ کا شاہد اس کا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ان کو خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا اسکے موالی نے شرط کی کہ ولاء ہماری رہیگی اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکی شرط باطل ہے اور ولاء معتق کی ہے کما روی النسائی عن عائشۃ انہا ارادت ان تشتری بریرۃ للعتق وانہم اشترطوا ولاءہا فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتریہا واعتقیہا فان الولاء لمن اعتق الحدیث جب ولاء کہ حق ضعیف ہے چنانچہ حسب فرمودہ پاک الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب الحدیث ضعف اُس کا کاف تشبیہ سے ظاہر ہے وہ نفی کرنے سے نفی نہین ہوتا پس حق نسب کہ اقوی ہے کیونکر نفی کو قبول کرسکتا ہے پھر جب واضح ہوا کہ اس معنے کا شرعًا کچھ ثبوت نہین تو اس سے رجوع کی کچھ حاجت وضرورت نہین بعد مرگ پدر اُس کا وارث ہوگا البتہ محروم الارث کرنے کا طریق یہ ممکن ہے کہ اپنی حالت حیات وصحت مین اپنا کل اثاثہ کسی کو ہبہ یا مصارف خیر مین وقف کرکے اپنی ملک سے خارج کردے اُسوقت اس کا بیٹا کسی چیز کا مالک نہین ہوسکتا کمافی العالمگیریۃ لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من ترکہ کذافی الخلاصۃ ۱۲ ج ۳ ص ۶۵ ۔ واللہ اعلم ۲۲ ربیع الثانی یوم پنجشنبہ ۱۳۰۳ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مین کہ زید کہتا ہے کہ طعام ولیمہ وہ کھانا ہے جو دولھا کی طرف سے بعد فراغ نکاح تیسرے دن ارباب برادری وغیرہ کو تقسیم ہوتا ہے اور حدیث شریف اسکی مصدق ہے عمرو کہتا ہے کہ جو کھانا رسم ختنہ وغیرہ کے بعد ارباب برادری کو کھلایا جاتا ہے وہ بھی بموجب حدیث شریف کے طعام ولیمہ کھلاتا ہے زید اس قول کو عمرو کے غلط بتاتا ہے اور طعام ولیمہ صرف طعام مذکورہ سطر بالا ٹھیرتا ہے پس اس صورت مین قول صحیح کس کا ہے اور حدیث شریف مین کون قول مستند ہے

الجواب - بحسب لغت اور نیز اصطلاح شرع قول زید کا صحیح ہے اما اللغۃ فلمافی منتہی الارب ولیمۃ کسفینۃ مہمانی عروسی وقیل اسم الولیمۃ یقع علی کل دعوۃ یتخذ لسرور حادث لکن الاشہر استعمالہا عند الاطلاق

فی النکاح ویقید فی غیرہ فیقال ولیمۃ الختان ونحو ذلک انتہی واما الشرع فلما فی صحیح البخاری ومسلم عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رای علی عبد الرحمٰن بن عوف اثر صفرۃ فقال ماہذا قال انی تزوجت امراءۃ علی وزن نواۃ من ذہب قال بارک اللہ لک اولم ولو بشاۃ متفق علیہ وعنہ قال اولم رسول اللہ صلعم حین بنی بزینب بنت جحش فاشبع الناس خبزا ولحما رواہ البخاری اور طعام ختنہ کا نام اعذار ہے اور بعض علماء نے اقسام طعام کو نظم کردیا ہے وہو ہذا ٥

ان الولائم عشرۃ مع واحد	من عدہا قد عز فی اقرانہ
فالخرس عند نفاسہا وعقیقۃ	للطفل والاعذار عند ختانہ
ولحفظ قران وآداب لقد	قالوا الحذاق لحذقہ وبیانہ
ثم الملاک لعقدہ وولیمۃ	فی عرسہ فاحرص علی اعلانہ
وکذاک مادبۃ بلاسبب یری	ووکیرۃ ببنائہ لمکانہ
ونقیعۃ لقدومہ ووضیمۃ	لمصیبۃ وتکون من جیرانہ
وللاول اشہر الاصم عتیرۃ	بذبیحۃ جاءت لرفعۃ شانہ

منقولا من رد المحتار جلد ۵ ص ۱۵ اور کبھی توسعاً ومجازاً اُن سب اقسام کو ولیمہ کہدیتے ہین چنانچہ نظم مذکور مین کہا ان الولائم عشرۃ الخ وفی رد المحتار دعی الی ولیمۃ ہے طعام العرس قیل الولیمۃ اسم لکل طعام ج ۵ ص ۲۲۱ ولما مر من عبارۃ منتہی الارب وقیل الخ پس قول عمرو کا بھی صحیح ہے لیکن استعمال غالب حسب قول زید ہے لما مر من ان الاشہر الخ باقی یہ کوئی مسئلہ شرعی نہین ہے محض نزاع لفظی ہے اسپر کوئی ثواب وعقاب مرتب نہین واللہ اعلم تحریر تاریخ ۱۸ ر جمادی الثانی روز پنجشنبہ ۱۳۰۳ھ

سوال۔ ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ اس صورت مین کہ بعض مواضع مین اکثر اشخاص حنفی المذہب ناخواندہ ہوتے ہین مگر اُنکے عقائد موافق شرع شریف کے خوب مضبوط ہوتے ہین علما و حفاظ کیخدمت تعظیم بجان ودل کرتے ہین اُن کے وعظ وپند کی جہت سے اُن کے عقائد پکے ہین اب وہان پر بعض بعض غیر مقلدین اُن کو جاکر ورغلاتے ہین اور کہتے ہین کہ مذہب محمدی کو چھوڑکر مذہب حنفی اختیار کرتے ہو۔

الجواب۔ احکام شرعیہ دو قسم پر ہین منصوص غیر منصوص منصوص دو نوع ہین متعارض و غیر متعارض

وجوب التقلید

متعارض دو قسم ہین معلوم التقدیم والتاخیر غیر معلوم التقدیم والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر ہین نہ قیاس جائز نہ کسی کے قیاس کا اتباع جائز لقولہ تعالی وان ہم الا یظنون ولقولہ تعالی ان یتبعون الا الظن اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے ہو اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر ہین یا تو کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ کرے گا اگر کچھ نہ کیا تو مخالفت نص ایحسب الانسان ان یترک سدی اور افحسبتم انما خلقنکم عبثا کے لازم آئے اگر کچھ کیا تو بدون علم یا تعیین کسی جانب کے عمل ممکن نہین پس علم یا تعیین حکم نص سے تو ہو نہین سکتا لعدم النص فی الاول وللتعارض من غیر علم بالتقدیم والتاخیر فی الثانی ضرور علم بالتعیین قیاس سے ہوگا پس یا قیاس ہر شخص کا شرعًا معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ مین آئے یا بعض کا معتبر ہے بعض کا نہین کل کا تو معتبر ہو نہین سکتا لقولہ تعالی ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم پس بعض کا معتبر ہوگا بعض کا نہوگا جس کا معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہین جس کا معتبر نہین اُس کو مقلد کہتے ہین پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے لقولہ تعالی واتبع سبیل من اناب الی اب جاننا چاہیئے کہ ائمہ اربعہ کی تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ تحت عموم من اناب الی کے داخل ہین پس انکا اتباع بھی ضروری ہوا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سے گذرے ہین کسی دوسرے کی تقلید کیون نہ کی جاوے اُس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کے لئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل بتفصیل جزئیات و فروع معلوم نہین پس کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے پس انحصار مذاہب اربعہ مین ثابت ہوا رہی یہ بات کہ ان چارون مین سے ایک ہی کی تقلید کیون ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہین متفق علیہا مختلف فیہا مسائل متفق علیہا مین تو سب کا اتباع ہوگا مسائل مختلف فیہا مین سب کا تو ہو نہین سکتا بعض کا ہوگا بعض کا نہوگا پس ضرور ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالی نے اتباع کو انابۃ الی اللہ پر متعلق فرمایا ہے جس امام کی انابۃ الی اللہ زائد معلوم ہو گی اُس کا اتباع کیا جاوے گا اب تحقیق زیادہ انابۃ کی یا تفصیلا کی جاوے گی یا اجمالا تفصیلا یہ کہ ہر فرع و جزی مختلف فیہ مین دیکھا جاوے کہ حق کس کی جانب ہے اجمالا یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیت پر نظر کی جاوے کہ غالبًا کون حق پر ہوگا اور کس کی انابۃ زائد ہے صورت اولے مین علاوہ حرج اور تکلیف مالا یطاق کے مقلد مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا

نہ دوسرے کی سبیل کا وہو خلاف المفروض پس صورت ثانیہ متعین ہوئی کسی کو امام ابو حنیفہؒ پر ان کے مجموعہ حالات سے یہ ظن غالب و اعتقاد راجح ہوا کہ یہ منیب و مصیب ہیں کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام مالکؒ پر کسی کو امام احمد حنبلؒ پر اس لیے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالانابۃ اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ اس کی مخالفت میں شق اول عود کرے گی وقد ثبت بطلانہ پس بحمد اللہ تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقا و تقلید ائمہ اربعہ خصوصاً و انحصار فی المذاہب الاربعہ و وجوب تقلید شخصی و بطلان تلفیق کالشمس فی کبد السماء واضح ہوگیا ودونہ خرط القتاد والکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا کفایۃ لطالب الرشاد انشاء اللہ تعالی ولنعم ما قیل۔ ہر کہ سر بر خط فرمان دلیلے نہ نہد ٭ کے میسر شود ش روی براہ آوردن ٭ ہر کہ خواہد کہ سر منزل مقصود رسد ٭ بایدش پیروی راہ نمایان کردن ٭ اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی کو چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا یہ عجب خبطیوں کا کلام ہے اس کو یہ تو خبر ہی نہیں کہ مذہب کسکو کہتے ہیں جو دین محمدی کو مذہب محمدی کہتا ہے دین و مذہب میں فرق بھی معلوم نہیں کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فروع کے لیئے اصول ضروری ہیں جب مذہب محمدی ہوا تو دین کونسا ہوگا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہوں کہ دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شہروں اور چھوٹے قبیلوں کے اطلاقات روزمرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلہ کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں البتہ جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اُسوقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں اسیطرح اطلاقات روزمرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی تبلاوے اور جب دین سے سوال ہو اُس وقت محمدی کہے فرمائیے کونسا شرک وکفر لازم آگیا اسپر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم اپنے کو صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی بتلاؤ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلان باشد خموشی کے اور کیا ہوگا۔ ایہا الاخوان لا تسعوا فی الارض بالفساد والطغیان فان الفتنۃ اشد من القتل بالسیف والسنان۔ واللہ المستعان علی البلیات والاحزان۔ رب توفنا علی الحق والایمان۔ فقط ۱۰ رشعبان روز چہار شنبہ ۱۳۱۴ھ

سوال۔ ذبح کرنا گائے بھینس وغیرہ کا کب سے جاری ہوا ہے اس معاملہ میں آیت قرآن مجید و

وحدیث شریف جو ہون مطلع فرماوین۔

الجواب۔ جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے جبھی سے ان جانورون کا ذبح کرنا حکم الٰہی جاری ہے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹون ہابیل وقابیل کا قصہ قرآن شریف مین مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہوئی اور وہ جانور اُنکی قربانی کا یا اونٹ تھا یا مینڈھا علی اختلاف روایات التفسیر قال اللہ تعالیٰ اذ قربا قربانا فتقبل من احدہما ولم یتقبل من الآخر الآیہ وہابیل صاحب ضرع وقرب جملا سمینا۔ بیضاوی ۱۲ وہو کبش لہابیل۔ جلالین ۱۲ اور جب سے ابتک سب امتون مین ان جانورون کا ذبح کرنا جاری ومشروع رہا قال اللہ تعالیٰ لبنی اسرائیل ان اللہ یامرکم ان تذبحوا البقرۃ الآیہ وقال تعالیٰ اتمنا نا علینا اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منہا ومنہا تاکلون الآیہ ۱۲ ار محرم ۱۳۰۱ھ ہجری واللہ اعلم

سوال۔ حضرت ابن ہمام رح کو مجتہد مقید کہنا صحیح ہے یا نہین۔

ف مجتہد مقید بودن ابن ہمام را

الجواب۔ حضرت ابن ہمام رح کو مرتبہ اجتہاد کا حاصل ہے اور ان کو مجتہد مقید کہنا صحیح وصادق ہے قال الشامی فی جواب اعتراض علی ابن الہمام فی مسئلۃ واجاب العلامۃ المقدسی بان ما بحثہ الکمال (ای ابن الہمام ۱۲) ہو القیاس کما صرح بہ الامام الحصیری فی شرح الجامع الکبیر واذا کان ہو القیاس لا یقال فی شانہ انہ غلط وسوء ادب علی ان الشخص الذی بلغ رتبۃ الاجتہاد اذا قال مقتضی النظر کذا الشئی ہو القیاس لا یرد علیہ بان ہذا منقول لانہ انما تبع الدلیل المقبول وان کان البحث لا یقضی علی المذہب انتہی شامی ج ۲ ص ۳۷۸ واللہ اعلم فقط

سوال۔ اگر بالاخانہ مکان خاص یا مشترک مثل بیٹھک کے کھڑکیان مسجد مین کھولی جاوین جنسے سوائے فائدہ ہوا کے اور کوئی غرض قبض وتصرف زمین یا فرش وغیرہ کا مقصود نہین جائز ہے یا نہین۔

ف دریچہ کشادن سوئے مسجد

الجواب۔ اگر کھڑکی وغیرہ آنے جانے کے واسطے کھولی جاوے یہ تو جائز نہین کیونکہ طریق حقوق ملک سے ہی اور مسجد غیر مملوک ہے اور اگر محض ہوا وغیرہ کے لئے کھولا ہے اور جس دیوار مین کھڑکی کھولتا ہے وہ اسکی مملوک ہو اور کوئی غرض فاسد نہو تو اُس مین اگر مسجد واہل مسجد کو کسی قسم کا ضرر وحرج نہ پہونچے تو جائز ہو اور اگر کوئی نقصان یا بے احتیاطی ہو جائز نہین مثلا مسجد مین وہانسے دہوان جاوے یا خس وخاشاک وہانسے پھینکا جاوے یہ منع ہو ومن اخرج الی الطریق الاعظم کنیفا او میزابا او حوضا او بنی دکانا فلرجل من عرض الناس ان ینزعہ ولیسع للذی عملہ ان ینتفع بہ مالم یضر بالمسلمین فاذا اضر بالمسلمین کرہ لہ ذلک لقولہ علیہ السلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ ہدایہ ج ۲ ص ۵۸۰ھ۔ واللہ اعلم ۳ جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ

مسائل طاعون

سوال - رسالہ مرسلہ خدمت الماعون مین صفحہ ۳ سے صفحہ ۴ کے شروع تک جو فتوی مندرج ہی جسکی شرح رسالہ مرسلہ خدمت اعاذۃ الناس مین صفحہ ۴ سے صفحہ ۸ تک اور صفحہ ۲۸ سے ۳۴ تک بیان کی گئی ہے آیا اس زمانہ حیلہ جوی مین زید کو اس قسم کا فتوی لکھنا صحیح ہے یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب - مین نے دونون رسالے مع اُنکے لواحق کے سرسری نظر سے دیکھے مؤیدات زائدہ سے قطع نظر کرکے اصل مقصود مین نزاع لفظی معلوم ہوتا ہے اور اختلاف یا شرط سے تناقض حقیقی نہین چنانچہ اعاذہ کے صفحہ ۳۵ مین مصرح ہی اگر کوئی اس نیت سے بھاگے کہ طاعونی مقام مین ٹھیرنے اور طاعون مین مبتلا ہونے سے کہین یہ اعتقاد پیدا نہ ہو جاوے کہ طاعونی مقام مین رہنا طاعون ہونیکا سبب ہوا ہے تو ایسے بھاگنے کی ممانعت حدیث سے ہرگز مفہوم نہین ہوتی اھ اور صفحہ ۷ مین ہے اگر طاعون سے بچنے کی نیت ہو تو ممنوع اھ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس فرار کا منشاء یہ غرض اور اعتقاد ہو کہ خروج موجب نجات ہوگا صاحب اعاذہ کے نزدیک بھی ممنوع ہے اور مانعین اسی کو منع کر رہے ہین اور جس خروج کا منشاء یہ غرض اور اعتقاد نہو صاحب اعاذہ اُس کو جائز بتلا رہے ہین اور مانعین بھی اسکو منع نہین کرتے پس جائز اور چیز ہوئی اور منہی عنہ دوسری چیز پس نفس مسئلہ مین اختلاف نہ رہا اور اسی تفصیل کی تائید عبارت درمختار واقعہ آخر مسائل شتے سے ہوتی ہے اب صرف محل نزاع یہ رہگیا کہ آیا فارین کی غرض فاسد ہے یا صحیح ہی سو یہ کوئی مسئلہ شرعیہ نہین ہے جس مین اسقدر کلام کیا جاوے محض ایک واقعہ جزئیہ ہے جسکی تحقیق تجربہ و مشاہدہ و تتبع احوال ناس سے بآسانی کرکے نزاع مرتفع ہو سکتا ہے سو جہانتک استقراء صحیح سے کام لیا گیا یہی ثابت ہوا کہ اکثر مین جہل و معصیت کے غلبہ سے

اور بعض مین الحاد و دہریت کے اثر سے فساد غرض متیقن ہے الا نادرًا والنادر کالمعدوم بل عسی ان یکون فی زماننا الا المفہوم لہذا مقتضاء انتظام احکام منع عام ہے جو مانعین کا حاصل کلام و ملخص مرام ہے واللہ اعلم ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال - ایک مقام مین طاعون واقع ہوا اور چوہے کثرت سے مکانون مین مرنے لگے اور کچھ لوگ بستی کے محض بغرض تبدیل آب و ہوا مکان چھوڑ کر محلہ کے بالکل متصل چند بیگھہ کے فاصلہ پر میدان

ح م م ۱۹ ص ۱۳۲۳ ھ　ــــہ ان سب سوالات و جوابات کی شرح جان الگ الگ اس لیے نہین لکھین کہ مجموعہ ان کا مثل مضمون واحد کے ہے ۱۲ منہ

صاف وپُرفضامین اقامت پذیر ہو گئے آیا خروج محض باین نیت جائز ہو گا یا نہین -

الجواب - چونکہ فناء آبادی حکم مین آبادی کے ہے لہذا مجموعہ کو مکان واحد کہا جاویگا اس لئے صورت مسئولہ مین میدان مین رہنا جائز ہے والدلیل علیہ ما ادی نظری ان بعض الاحادیث ذکر فیہ لفظ ارض کما رواہ مسلم وفی بعضہا بلد کما حکاہ النووی ولما کان الحدیث یفسر بعضہ بعضًا علم ان المراد بالارض ہی البلدۃ ویؤیدہ مافی الدر المختار اذا خرج من بلدہ حیث قید الحکم بالبلدۃ ولما ثبت کون متعلق الحکم ہی البلدۃ وہی بجمیع اجزاءہا محل واحد کما اعتبر فی احکام الجمعۃ والعید لم یکن الخروج الی الفناء خروجا من البلدۃ فتفکر نعم نقل فی بعض الرسائل عن الفتاوی الکبری لابن حجر المکی ان المراد بالارض محل الاقامۃ وقع بہ الطاعون سواء کان بلدا ام قریۃ ام محلۃ ام غیرہا لا جمیع الاقلیم الخ لکنہ من العلماء الشافعیۃ فلا یکون قولہ حجۃ علینا لانا لم نلتزم اتباعہ واللہ اعلم ۲۰ رذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

شبہ متعلق جواب مندرجہ بالا

طاعونی مقام سے فناء بلد مین خروج کے جواز کی دلیل حضرت نے جو لکھی ہے مطالعہ کی لیکن تھوڑی تشریح کے لئے اور مکلف خدمت ہوں ۱؎ عبارت در مختار کے جواب مین جو مرقوم ہے بہت تھوڑی ہے یعنی اسقدر اذا خرج من البلدۃ الخ سے معلوم نہین یہ کہاں کی عبارت ہے مین نے اپنے مظنونہ مقامات مین تلاش کیا نہ ملی تاکہ مجھے معلوم ہو جاتا کہ یہ عبارت خروج من البلد الطاعون ہی کی بابت ہے ۲؎ دوسرے یہ کہ اصل محاورات عرب مین تو بلد قطعۃ من الارض عامرۃ کانت او غامرۃ کے معنے مین مستعمل ہوتا ہے قال اللہ تعالی سقناہ لبلد میت قال الشاعر ؎ وبلدۃ لیس بہا انیس ؛ الا الیعافیر والا العیس ؛ اسلئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ کلام نبوی مین محض قدیم استعمال کے بموجب ارادہ معنی بہتر ہو گا فلا ضرورۃ اذًا فی ادخال الفناء الغیر المعمور فی حکم العمران ۳؎ تیسرے یہ کہ فناء کی بابت خروج للسفر وقصر صلوۃ کی بحث مین شامی مین ہے - اما الفناء وہو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاورتہ وان انفصل بغلوۃ او مزرعۃ فلا کما یاتی بخلاف الجمعۃ فتصح اقامتہا فی الفناء ولو منفصلا بمزارع لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف السفر پس خروج از بلد للسفر اور جمعہ کے لئے فناء کے اعتبار مین فرق ہوا اس مسئلہ مسئول عنہا مین کیا معتبر ہو گا ارض متصل ہے یا منفصل بمزارع بھی داخل ہے وعلے کل حال کیف تقدیر الفناء وتحدیدہ ونیز اس مین ہی بخلاف البساتین ولو متصلۃ بالبناء لانہا لیست من البلدۃ فما حالہا فی ہذہ المسئلۃ -

الجواب۔ سوال اول درمختار مین کتاب الفرائض سے چند سطر پہلے یہ عبارت ہے **جواب سوال دوم** اگر بلدہ مین تعمیم لیلی جاوے تب بھی مضر نہین کیونکہ اس تقدیر پر بھی ہر ہر جز و ارض پر تو اطلاق کیا نہ جاویگا تاکہ بیوت و محلات کو شمول ثابت ہو بلکہ ایک قطعہ محدودہ کے ساتھ خاص ہو گا چنانچہ قاموس مین قطعہ کے بعد متحیزہ کی قید مصرح ہے اور تعیین حدود کا مبنی عرف پر ہے سو ظاہر ہے کہ عرفاً معنے خاص کے اعتبار سے حقیقۃً مجموعہ اجزاء معمورہ پر اور حکماً اجزاء تابعہ غیر معمورہ پر بھی اور معنی عام کے اعتبار سے حقیقۃً ولغۃً اجزاء معمورہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے پس خروج عن العمارات کا خروج عن البلد ہونا پھر بھی ثابت نہوگا اور فناء غیر معمور تقدیر اول پر حکما اور تقدیر ثانی پر لغۃ بلد مین داخل ہو گا سو بتقدیر ثانی تعمیم کسیقدر مدعا مین مقید ہوگئی **جواب سوال سوم** فناء کو حکم جمعہ متصل و منفصل دونون کے لئے عام اور وسیع ماننے کی اور سفر مین وسیع نہ ماننے کی جو علت بیان کی ہے لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف القریۃ خود بتلا رہی ہے کہ خروج متکلم فیہ کو حکم جمعہ مین کہنا چاہیئے کیونکہ سکنے بھی مثل جمعہ کے یقینا مصالح سے ہے پس اندر باہر کا سکنی یکسان ہوا اور ارض متصل و منفصل بزارع سب اس مین داخل ہوگئے اور عبارت بخلاف البساتین الخ سے بساتین کا فناء بلد سے خارج کرنا مقصود نہین بلکہ ابنیۂ بلد سے خارج کرنا مقصود ہے چنانچہ سباق و سیاق سے یہ امر صاف ظاہر ہے اس سے سابق یہ عبارت ہے واشار الی انہ یشترط مفارقۃ ما کان من توابع مواضع الاقامۃ کربض المصر وہو ما حول المدینۃ من بیوت و مساکن فانہ فی حکم المصر وکذا القری المتصلۃ بالربض فی الصحیح بخلاف البساتین الخ اور اسکے بعد یہ عبارت ہے واما الفناء الخ پس معلوم ہوا کہ اما الفناء سے پہلے غیر فناء کا ذکر ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ قصر سفر مین تو عمارات ولواحقہا معتبر ہین پس بساتین چونکہ سکنی اور اُسکے مرافق کے لئے موضوع نہین لہذا ابنیہ سے خارج ہین اور جمعہ مین فنا معتبر ہے اور اُس مین زیادہ عموم و وسعت ہے جیسا خود سوال مین مصرح ہے پس بساتین کا قصر مین خارج عن البلد ہونا مستلزم نہین کہ جمعہ و ما یماثلہا کالخروج المتکلم فیہ مین بھی خارج ہو اور لفظ بلدہ کے محلات و منازل کو عام ہونے اور بساتین اور مزارع ونحوہا کے داخل البلد ہونے کے لئے اتنا امر کافی ہے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر مین کسی کی ملاقات کے لئے یا بساتین و مضارع کے لئے جو کہ ضرورت شدید نہونے کی وجہ سے مجوز خروج عن محل الطاعون نہین ہو سکتا جانا بالاتفاق جائز سمجھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا یہ خروج عن البلد الی بلد آخر نہین ہے فتامل والنصف

واللہ اعلم ۱۱ صفر ۲۲ سنہ ۱۳ھ

سوال - طاعون شہر مین داخل ہونے کے بعد یہان سے کچھ لوگون نے بستی چھوڑ دی ان مین سے بعض دوسری بستیون مین چلے گئے اور بعض بستی کے نزدیک ہی چھپرون مین قصبہ مین جاگزین ہین فریق ثانی بھی مرضیٰ کی عیادت و نماز جنازہ و تکفین کی محنت وغیرہ مین شریک نہین ہوتے جی مین آئی تو شہر سے باہر مدفن مین آکر مٹی دیدی ان مین سے بعض کہتے ہین کہ ہم نے گنگوہ سے اور تھانہ بھون سے فتوی منگایا ہے تبدیل آب وہوا کے لئے بستی سے زمانہ طاعون مین نکلنا درست ہے ایک شخص نے الہ آباد سے شاید حضور کے پاس یہین کے لیئے اپنے عزیزون کے اشارہ سے استفتاء کیا تھا اور بستی کے باہر قریب میدان مین جانے کی اجازت کا سوال تھا کہتے ہین کہ جواز کا فتوی مولانا نے دیا بہر کیف طالب علم کے استفتاء کا خیال حضور کو ہو یا نہو ان دونون فریقون کا جو حال حکم شرعی سے ہو اور جیسا کچھ پہلے کبھی لکھا گیا تحریر فرمایئے کیونکہ ہمارے یہان کے علماء کل اس جواز کے مخالف مجھسے کم مایہ شخص کی فہم مین بھی ہر دو فریق گناہگار معلوم ہوتے ہین اور سخت مجرم - اہل محلہ کو مبتلائے متعدد اموات ہوتے اور ایک روز مین پانچ پانچ سات سات مردون کی تجہیز وتکفین کی محنت شاقہ اٹھاتے ہوے دیکھتے ہین اور شرکت نہین کرتے نماز جنازہ و پنجگانہ باوجود سماعت اذان محلہ مین پڑھنے نہین آتے تبدیل آب وہوا کا بہانہ کرتے ہین اور طاعونی مریضون کے پاس اور طاعونی مکان بلکہ اپنی بستی میں جانے سے نہایت ڈرتے ہین کیا یہ عدوی و فرار من الطاعون مین داخل نہین -

الجواب - چونکہ جواب تابع سوال ہوتا ہے اور اس سوال مین ان مفاسد سے تعرض نہ تھا جو اس سوال مین مذکور ہین لہذا جواب اُس کا جواز سے دیا گیا چنانچہ نقل ف جواب یہ ہے - لیکن جب اسکے ساتھ یہ مفاسد بھی ہین جو اس سوال مین مذکور ہین جس مین عقیدہ کا فساد اور فرائض اور واجبات وسنن ہدی کا ترک لازم آتا ہے اس عارض کی وجہ سے یہ خروج جائز نہو گا - واللہ اعلم ۱۸ محرم ۳۲۳ سنہ ہجری

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین ان مسائل مین ۱؎ طاعون سے بھاگنا جائز ہے یا نہین خواہ بیماری لگ جانے کے اندیشے سے ہو یا موت کے خوف سے اور بھاگنا ایک بستی سے دوسری بستی مین ہو یا بستی سے باغون کی جانب ہو ۲؎ اگر سارا مکان چوہون کے مرنے کے سبب سڑ جاوے اور اسمین سکونت دشوار ہو تو نقل مکان جائز ہے یا نہین ایک مکان سے دوسرے مکان مین ہو یا مکان سے

ف چونکہ یہ جواب مسائل طاعون کے دوسرے سوال کے جواب مین مذکور ہے اسلئے یہان ترک کر دیا گیا -

باغون کی جانب ہو یا بستی سے دوسری بستی کی جانب ہو ۳ اگر ساری بستی کے لوگ بھاگ گئے ہون اور بستی کے خالی ہو جانے کے سبب وحشت ہو خواہ چورون کے خوف سے یا محض تنہائی کے سبب تو نقل مکان بمواضع مذکورہ جائز ہے یا نہین ۴ اگر بستی کے خالی ہو جانے کے سبب حوائج ضروریہ نہ پورے ہوتے ہون اور تکلیف ہونے لگے تو اس حالت مین دوسری بستی مین یا جہان حوائج پورے ہوتے ہون چلا جانا جائز ہے یا نہین ۵ مرض طاعون سے یا موت سے کسی کو اگر وحشت ہو تو اُسکے لیئے تبدل مکان بمواضع مذکورہ جائز ہے یا نہین ۶ اگر بستی بالکل خالی نہو اور حوائج ضروریہ برابر پورے ہوتے ہون اور کوئی تکلیف پیش نہ آتی ہو تو اسوقت بستی کا چھوڑنا کیسا ہے ۷ اگر کسی کے بستی چھوڑنے سے ضرر متعدی ہو اور عوام سند جواز پکڑین تو اُسکے لیئے فرار جائز ہے یا نہین ۸ اگر بعض مکان سڑ گیا ہو اور بعض نہ سڑا ہو اور اسوجہ سے سکونت دشوار نہو تو کیا حکم ہے ۹ اگر مکان بالکل سڑ گیا ہو اور اس وجہ سے مکان مین سکونت دشوار ہو تو تبدل مکان صرف بستی ہی کے اندر کسی مکان مین کر سکتا ہے یا بستی کے باہر باغون مین یا کسی دوسری بستی مین جا سکتا ہے ۱۰ قصہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواز مفرورین پر استدلال کرتے ہین جو بعض مورخین نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ الفاروق مین مولوی شبلی لکھتے ہین مصر اور عراق مین سخت وبا پھیلی حضرت عمرؓ کو اول جب خبر پہونچی تو اس کی تدبیر اور انتظام کے لیئے خود روانہ ہوئے سرغ پر پہونچکر ابو عبیدہ ؓ وغیرہ سے جو اُنکے استقبال کو آئے تھے معلوم ہوا کہ بیماری کی شدت بڑھتی جاتی ہے مہاجرین اولین اور انصار کو بلایا اور رائے طلب کی مختلف لوگون نے مختلف رائین دین لیکن مہاجرین فتح نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ کا ٹھیرنا یہان مناسب نہین حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ پکار دین کہ کل کوچ ہے حضرت ابو عبیدہ ؓ چونکہ تقدیر کے مسئلہ پر نہایت سختی کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے ان کو نہایت غصہ آیا اور طیش مین آکر کہا (افرار من قدر اللہ) حضرت عمرؓ نے ان کی سخت کلامی کو گوارا کیا اور کہا (نعم افر من قضاء اللہ الی قضاء اللہ) غرض خود مدینے چلے آئے یہ مضمون الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۳ مین مذکور ہے۔ افر من قضاء اللہ الی قضاء اللہ کا صحیح مطلب کیا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۴ مین ہے معاذ کے مرنے کے ساتھ انھون نے یعنی عمرو بن العاص ؓ نے عام مجمع مین خطبہ پڑھا اور کہا کہ وبا جب شروع ہوتی ہے تو آگ کی طرح پھیل جاتی ہے اس لیئے تمام فوج کو یہان سے اٹھکر

پہاڑوں پر جا رہنا چاہیئے اگرچہ اُن کی رائے بعض صحابہؓ کو جو معاذؓ کے ہم خیال تھے ناپسند آئی یہانتک کہ ایک بزرگ نے علانیہ کہاکہ تو جھوٹ کہتا ہے تاہم عمروؓ نے اپنی رائے پر عمل کیا فوج اُن کے حکم کے مطابق ادہر اُدہر پہاڑوں پر پھیل گئی اور وبا کا خطرہ جاتا رہا۔ ۱۱ بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی احادیث سے استدلال عدم جواز پر مطلقاً کرتے ہیں خواہ ایک بستی سے دوسری بستی میں ہو یا بستی سے باغوں کی جانب ہو بخاری کی حدیث یہ ہے عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوہا واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا منہا اور مسند مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۲۰۱ میں طاعون کے متعلق جو حدیث ہے اُسکا اخیر ٹکڑا یہ ہے فاذا وقع بارض فلا تدخلوا علیہ واذا وقع بارض فلا تخرجوا فرارا منہ اور نیز اسی مسند میں ہے الفار من الطاعون کالفار من الزحف ۱۲ فرار من الطاعون اگر گناہ ہے تو کبائر میں ہے یا صغائر میں سے اور فرار کو جائز سمجھے اور جواز کا حکم کرے وہ کیسا ہے ۱۳ اگر بھاگنے کو سبب حفاظت از موت سمجھا جاوے تو کیسا ہے ۱۴ جس مقام پر طاعون ہو وہاں جانا ممنوع ہے یا نہیں اگر ممنوع ہے تو مطلقاً ممنوع ہے یا ضرورت کے وقت اجازت ہے ۱۵ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون مسلمانوں کے لئے رحمت ہی اور شہادت ہی مسند مذکور میں حضرت ابوسیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ فالطاعون شہادۃ لامتی ورحمۃ لہم مروی ہے پس اس سے تعوذ اور دعا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ طاعون سے بھاگنا جائز نہیں لقولہ علیہ السلام واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ اور اطلاق حدیث ہر فرار کو شامل ہے جو طاعون سے خواہ بخوف موت ہو خواہ بخوف بیماری لگجانے کے البتہ یہ امر کہ یہ حکم خود اُس بستی کے میدان و باغ وغیرہ کو بھی شامل ہے یا نہیں تصریحاً کتب مذہب میں نظر سے نہیں گذرا لیکن ظاہراً یہ خروج منہی عنہ میں داخل نہیں کیونکہ فناء مصر احکام شرعیہ میں حکم مصر میں قرار دیا گیا ہے کما فی الجمعۃ والعیدین ویؤیدہ ما وقع فی الحدیث من قولہ علیہ السلام فیمکث فی بلدہ الحدیث رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ حیث علق الحکم بالبلد وبالخروج الی الفناء لم ینتف مکثہ فی البلد واما ما وقع من لفظ الارض فیفسر بالبلدۃ فان الحدیث یفسر بعضہ بعضا ویؤیدہ ایضا ما روی عن انس قال رجل انا کنا فی دار کثیر فیہا عددنا واموالنا فتحولنا الی دار قل فیہا عددنا واموالنا فقال ذروہا ذمیمۃ رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوۃ باب الفال والحدیث وان حملوہ علی الفال والشوم

لکنہ یعارض بالاحادیث الاخر والذی یمیل الیہ القلب ان تلک الدار للضیق او لقربہا من النتن ونحوہ کانت فاسدۃ الھواء مورثۃ للامراض وبہذہ الامراض کثر الموت وبکثرۃ الموت وقلۃ عدد الکاسبین وکثرۃ الصرف الی الادویۃ والتدبیر قل الاموال والتائید مبنی علی ہذا الوجہ واللہ اعلم وان قال قائل قد ورد الاذن فی مایلی ذلک الحدیث فی المشکوۃ بترک البلدۃ للوباء یقال قد ضعف ہذا الحدیث واول فی الشرح الفارسی للمشکوۃ فانظر فیہ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

۲؎ جو خروج کسی اور عارض کی وجہ سے ہو وہ فرار من الطاعون نہین ہے اگر وہ عارض قوی ومعتبر ہے تو خروج جائز ہے یدل علیہ مافی الدر المختار قبیل کتاب الفرائض واذا خرج من بلدۃ بہا الطاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالے فلا باس ان یخرج او یدخل الخ اب یہ امر باقی رہا کہ کون عارض قوی ہی کون نہین پس چوہون کا سڑ جانا اسطور کہ سکونت دشوار ہوجاوے عارض قوی معلوم ہوتا ہے اور دوسری بستی اور اس بستی کے اجزا کا حکم اوپر لکھا گیا ۳؎ صرف وحشت یا خوف قلیل عارض قوی نہین ہے اور خوف شدید عارض قوی ہے یؤیدہ مافی قاضیخان المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معہا احد وہی لاتخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنہا تفزع من امر المیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لہا ان تنتقل من ذلک الموضع لان قلیل الخوف یکون بمنزلۃ الوحشۃ وان کان الخوف شدیدا کان لہا ان تنتقل لانہا لو لم تنتقل یخاف علیہا من ذہاب العقل ونحوہ ص ۲ ٫۲ ۴؎ یہ عارض قوی معلوم ہوتا ہے ۵؎ وحشت کا غیر معتبر ہونا جواب سوال سوم مین مذکور ہوچکا۔ ۶؎ یہان عارض قوی نہین ہے ۷؎ مباحات موہمہ لضرر العوام سے بچنے کا وجوب اُس وقت ہے جبکہ کوئی ضرورت شرعی یا طبعی معتبر اس مقتدا کو لاحق نہو ورنہ دوسرے کے عدم تضرر کے واسطے اس کا تضرر گوارا نہو گا وہذا ظاہر جدا ۸؎ یہان عارض قوی نہین ہے ۹؎ عارض قوی ہے اور دوسری بستی مین اور اس بستی کے جمیع اجزاء مین فرق جواب سوال اول مین بیان ہوچکا ۱۰؎ حضرت عمرؓ کے قصہ سے کچھ استدلال نہین ہوسکتا کیونکہ خروج عن محل الطاعون نہین ہوا بلکہ عدم الدخول فی محل الطاعون ہوا جسکے جواز بلکہ وجوب مین بھی کلام ہے چنانچہ حدیث شیخین مین ہے فاذا سمعتم بارض فلا تقدموا علیہ کذا فی المشکوۃ ومعنے الفرار الے القضاء انا لم نعتمد فی ذہابنا ہذا علی سبب غیر قدر اللہ تعالیٰ بل نتوکل علی اللہ تعالی ونمتثل فی الذہاب لامرہ فلیس ہذا من الفرار من القضاء فی شئی البتہ حضرت عمرو رضؓ بن العاص کی اس مسئلہ مین یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ نہی عن الفرار

من الطاعون معلل ہی علت فساد اعتقاد کے ساتھ کہ خروج کو طبعاً موثر فی النجاۃ سمجھے جیسا اہل سائنس کا خیال ہے اور جو صرف اسباب عادیہ مین سمجھے اُس کے لئے جائز ہے سو اوّل تو یہ اُن کا اجتہاد ہے جو دوسرے مجتہد پر جو کہ ظاہر حدیث مرفوع سے تمسک کرتا ہو حجت نہین دوسرے اب اکثر فارین مین بوجہ اختلاط معتقدین سائنس کے فساد اعتقاد یقینی ہے پس اس مین کسی کے نزدیک بھی گنجائش نہین کیونکہ اسمین مخالفت ہے شریعت کی جو نافی ہے تاثیر طبعی لازم کی ۱۱ ان کے معانی کی تحقیق جواب سوال اوّل مین گذر چکی ہے ۱۲ شیخ عبدالحق محدث رح نے شرح مشکوٰۃ فارسی مین تحت حدیث الفار من الطاعون کالفار من الزحف کے لکھا ہے ازین حدیث معلوم میشود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است چنانکہ فرار از زحف اھ اور جائز سمجھنے والا اگر احادیث کو رد کرتا ہے کفر ہے اور اگر خلاف قواعد شرعیہ تاویل کرتا ہے مبتدع ہے اور اگر باوجود رعایت قواعد کے کسی شبہ سے غلطی کرتا ہے امید ہے کہ معذور ہے ۱۳ شیخ عبدالحق رح نے تو عبارت مذکورہ کے بعد اس اعتقاد کو کفر لکھا ہے لیکن تفصیل حق معلوم ہوتی ہے اگر مؤثر حقیقی سمجھے تو کفر ہے اور جو سبب عادی سمجھے تو بوجہ ورود نہی کے معصیت ہے۔ ۱۴ اوپر جواب سوال دوم مین گذر چکا ہے کہ ضرورت و عارض قوی سے خروج اور اسی طرح دخول جائز ہے ۱۵ باوجودیکہ مطلق امراض وبلیات کا موجب رحمت ہونا احادیث مین آیا ہے پھر بھی اُن کے لئے دعا وتعوذ قولاً وفعلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور راز اس مین یہ ہے کہ بحیثیت مصیبت فی الحال ہونے کے دعا و دوا کی اجازت ہے اور بحیثیت رحمت فی المآل ہونے کے صبر ورضا وتسلیم کا امر ہے فلامنافاۃ اور جس نے منع کیا ہے اُس کی غلطی ہے واللہ اعلم ۲۹ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال۔ مرض طاعون سے جو تقریباً نو سال سے بلاد ہندوستان مین پھیلا ہوا ہے فرار کرنا کیسا ہے کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف عظیم واقع ہے بعض جواز وبعض عدم جواز فرار کے قائل ہین مدعیان جواز فرار مین چند دلائل پیش کرتے ہین اوّل یہ کہ جب طاعون عمواس واقع ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رض کو طلب کیا جو امیر لشکر دمشق تھے جہان کہ طاعون کا زور تھا لیکن جب وہ نہ آئے تو آپنے اُن کو لکھ بھیجا کہ اس مقام کو چھوڑ کر جابیہ نامی مقام پر جو بلند ہے چلے جاؤ چنانچہ ابوعبیدہ رض کی وفات کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے اس حکم کی تعمیل کی ہکذا فی روضۃ الاحباب پس درصورت عدم جواز فرار ان حضرات کے متعلق کیا خیال رکھنا چاہیئے کہ اُن کا یہ فعل صواب پر ہے یا نہین دوسرے یہ کہ لوگ

وقت نمود طاعون موضع طاعون کے مضافات و باغات وصحرا مین نکلکر مقیم ہوتے ہین اور وہ فنا شہر ہے
تو گویا من وجہ شہر ہے پس جو حدیث کہ حرمت فرار مین عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور
جس کا آخری جملہ یہ ہے (ولا تخرجوا منہا فرارا یعنی موضع طاعون سے نہ بھاگو) کے یہ فعل مخالف نہین ہے
کیونکہ ارض موضع طاعون و مقام قیام فارین واحد ہے پس اُس موضع سے فرار نہوا اور نیز اسوقت علل
ممانعت فرار مین سے صرف ایک وجہ یعنی عدم صبر واستقامت موجود ہے والاسب مفقود جیساکہ مولانا شاہ
عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ رجزمن السماء کی تفسیر مین فتح العزیز مین ارشاد فرماتے ہین کہ حرمت
فرار بوجہ اسکے ہے کہ درصورت فرار علاج و تدابیر دشوار ہے اور اصحاء کے فرار پر مرضاء کے مزید تکلیف کا
گمان ہے پس یہ صعوبتین فی زماننا دور ہین کیونکہ باغون اور صحراء مین علاج بھی ممکن ہے جیساکہ اکثر ہوتا ہے
اور ان کی دلشکنی کا پورا لحاظ کیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ جس گھر مین آگ لگی ہو یا کوئی دیوار گر رہی ہو وہان
ٹھیرنا خلاف عقل ہے بلکہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے نہی کو امر کے ساتھ ادا کرنا ہے پس درصورت
عدم جواز فرار دلائل مسطورۂ بالا کا کیا جواب ہے عقلاً ونقلاً عدم جواز ثابت کرنا چاہیئے۔

سوال دوم۔ درصورت عدم جواز فرار جو لوگ فرار کو جائز قرار دیتے ہین اور فرار کرتے ہین عندالشرع کیسے ہین

سوال سوم۔ جابیہ دمشق کا کوئی محلہ ہے یا دوسرا مقام اگر محلہ ہے تو کیا ایک محلہ سے دوسرے محلہ
مین فرار کرنا جائز ہے اور درصورت دوسرا مقام ہونے کے تو فرار کا پورا ثبوت ہے اس کا کیا جواب ہے
مدعیان عدم جواز فرار اپنے دعوی پر اُن احادیث کو پیش کرتے ہین جو اُس کی ممانعت مین صحاح مین پائی
جاتی ہین جیسے الفار من الطاعون کالفار من الزحف وغیرہ بہر حال جواز وعدم جواز عندالشرع جو کچھ ثابت ہو
بالتفصیل مع الدلیل عقلاً ونقلاً بیان کرنا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ احادیث صحیحہ مین تنصیصاً فرار عن الطاعون کی ممانعت آئی ہے اور شبہات جو اس پر کیے
گئے ہین اُن کا یہ جواب ہے ۱۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگر کسی امتی کے
قول وفعل کے معارض ہو تو آپکے ارشاد کو ترجیح ہوگی اور امتی کے قول وفعل مین اگر وہ مقبولین سے ہو
تاویل کی جاوے گی پس حضرت عمرؓ کا یہ فعل اگر معارض مان لیا جاوے تو حدیث مرفوع صحیح پر مقدم
نہین ہوسکتا دو وجہ سے اولاً سنداً اُس کی صحاح کے برابر نہین دوسرے شارع غیر شارع برابر نہین پس
لابد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول وفعل مین کوئی تاویل ضروری ہوگی مثلاً اسی لشکر کو

دوسری جگہ بھیجنے کی ضرورت ہوگی اور یہ مسلم ہے کہ مقام طاعون سے اور کسی ضروری کام کے لئے سفر کرنا جائز ہے یا اگر علت یہ قرار دیجاوے کہ اصحاء کے چلے جانے سے مرضی کی خرابی ہے تو اس صورت مین سارا لشکر کا لشکر سفر کرے تو یہ علت نہ پائی جاویگی اسلئے اجازت دیدی ہوگی چنانچہ بعض محققین قائل ہین کہ اگر کسی بستی کے کل آدمی دوسری جگہ چلے جاوین تو کچھ حرج نہین یا انکے نزدیک یہ بھی معلل ہوگی علت احتمال فساد اعتقاد فارین کے ساتھ اور یہ علت مفقود تھی اسلیئے اجازت دیدی بہرحال یہ امر انکا اجتہادی سمجھا جاویگا جو دوسرے پر حجت نہین اور در صورت حجیۃ اس زمانہ کے طبائع کو مفید بھی نہین کیونکہ اب خاص خاص طاعون کی وجہ سے بھاگتے ہین اور ساری بستی کے لوگ کہین نہین جاتے اور فساد اعتقاد بھی اگر کسی خاص مین نہو تب بھی اُسکا فعل موجب فساد اعتقاد عامی کا ہے اسلیئے اُسکے لئے بھی منہی عنہ للغیر ہے یہ سب جب ہے جب کہ تعارض ظاہری مان لیا جاوے اگر تعارض نہو تو ان تکلفات کی حاجت نہین چنانچہ قاموس مین جابیہ کو دمشق کا قریہ لکھا ہے اور دمشق کا بلد عظیم ہونا مشہور ہے اور بلد عظیم کا فنا بعض جگہہ مین نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ گرد و نواح کے قری تک ہوتا ہے چنانچہ کانپور کے فوجی لوگ موضع جاجمئو تک جو کہ مستقل آبادی اور کانپور سے کئی میل پر واقع ہے اکثر اوقات نشانہ کی مشق وغیرہ کرنیکے واسطے جاتے ہین پس جابیہ اگر فناء دمشق مین داخل کرلیا جاوے تو کیا بعید ہے ۲۔ فناء شہر مین جانا جائز ہے جیسا ۱۔ مین بیان ہوا اور یہ جو لکھا ہے کہ اسوقت علل فرار مین سے ایک ہی علت ممانعت کی ہے اگر اسکو تسلیم کرلیا جاوے تب تو جواز کا احتمال ہی نہین پھر جواز مین سعی کرنا فضول ہے کیونکہ ممانعت کیلئے ایک ہی علت کافی ہے جیسا اہل علم پر ظاہر ہے۔ ۳۔ یہ قیاس مع الفارق ہے گرتی ہوئی دیوار یا لگتی ہوئی آگ مین عادۃً ہلاک متیقن ہے اور یہان متیقن نہین پس ایک کا قیاس دوسرے پر صحیح نہین ورنہ قتال کفار تہلکہ مین داخل ہوکر ممنوع ہوگا اور طاعون کو زحف کے ساتھ تشبیہ خود حدیث مین وارد ہے اور من وخز الجن بھی آیا ہے **جواب سوال دوم** ناجائز کو جائز قرار دینا ظاہر ہے کہ فساد اعتقاد ہے اور اس کا فعلاً اختیار کرنا فساد عمل ہے **جواب سوال سوم** جواب سوال ۱۔ مین گذرچکا واللہ اعلم

۲۳ جمادی الاولے سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ طاعون سے بھاگنے کی نسبت ہمارے علماء کرام یہ فرماتے ہین کہ طاعون سے بھاگنا حرام ہے، خواہ اندیشۂ موت سے ہو یا اندیشۂ مرض سے طاعون سے بھاگنے والا لشکر اسلام سے بھاگنے والا ہی

طاعون سے بھاگنا خدا اور سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے اگر بھاگنے کو کوئی شخص گناہ نہ سمجھے اُسکے ایمان مین خرابی ہوگی اگر یہ اعتقاد کرے کہ بھاگے گا تو نہ مریگا ورنہ مرجائیگا تو کافر ہوگا اس بارہ مین چند شکوک مندرجہ ذیل ہین اُن کا جواب مرحمت فرمائیے۔

(۱) جب کہ یہ مسلم ہے کہ علاج کرنا مسنون ہے اور ہر شخص استعلاج کا مجاز ہے اور ہر صاحب علم جانتا ہے کہ فن طب دو مقصدون پر مبنی ہے ایک حفظ صحت دوسرے استرداد صحت پس جبکہ علاج مسنون اور عام ٹھیرا تو کیا سبب ہے کہ تدابیر حفظ صحت جو شامل تدبیر مکان اور تصفیہ آب و ہوا ورنقل شہر وغیرہ کو مین گناہ کبیرہ یا کفر متصور ہون (۲) جو اختلاج قلب مین جو کہ سوء مزاج حار سے ہو مریض کا شہر بارد مین جانا مستقی کو حجاز جانا صاحب امراض باردہ کو ملک حار مین اور بالعکس جانا ابتک گناہ کبیرہ اور کفر کیون نہ تجویز کیا گیا (۳) اگر کہین جنگ معمولی تیر و تفنگ ہو اور بخوف جان کوئی شخص وہان نہ جائے یا وہان سے علیحدہ ہو جاوے یا سنکھیا بخوف مرنے کے نہ کھائے یا سنکھیا کھانا مہلک اور نہ کھانا باعث امن تصور کرے تو ابتک ایسا شخص کافر کیون نہ قرار پایا اور طاعون سے مہلک مرض سے یہ خیال کیون کفر ہوا (۴) اس حدیث شریف کا یعنی جہان وبا ہو نہ جاؤ اور جہان ہو وہان سے نہ بھاگو اگر یہ مطلب تصور کیا جائے یعنی جہان وبا ہو جاکر مبتلا ہوگے لہذا نہ جاؤ اور وبا سے بھاگ کر دوسرے شہر کو تہلکہ مین نہ ڈالو بلکہ اپنی ہی آبادی کے کنارے ویرانی مین رہو تو کیا عیب ہے گو باعتبار شرع شریف کے کوئی مرض متعدی یعنی ایک مریض دوسرے تندرست کو بیمار کرے نہین بلکہ آلودگی اجزائے سمیہ دوسرے مقام کی اچھی ہوا کو اپنی صفت ذمیمہ سے موصوف کرے گی اسکے ماننے مین کیا قباحت ہے (۵) درحالیکہ طاعون و اسہال و دردزہ پانی مین ڈوب کر مرنا دیوار یا مکان مین دب کر اور مسلول ہو کر مرنا جل مرنا یہ سب شہادتین ہین پس تخصیص طاعون کی کیا ہے گرتے ہوئے مکان ٹوٹی ہوئی کشتی مین بھی رہنا چاہیئے۔ حضرات ریہ لشوق شہادت استعمال فرمانا چاہیئے دیگر شہادتین نظر انداز نہ کرنا چاہیئے (۶) یہ حدیث شریف کہ طاعون سے مرنا شہادت ہے اس کا یہ نتیجہ نکالنا کہ طاعون سے بھاگنا شہادت اور لشکر اسلام سے بھاگنا ہے کیا ضرور ہے بلکہ اکثر کفار کا یہ قول بالعموم سنا گیا ہے کہ وبا آسیب و بلا ہے اور اُسکا مردہ بھی اُسی گروہ مین شامل ہو جاتا ہے اور مغفور نہین ہوتا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے اس خیال کی نفی فرماتے ہین اور ماجور فرماتے ہین نہ یہ کہ حصول طاعون کی ترغیب

فرماتے ہین (۷) درحالیکہ طبیب حاذق حرام دوا کو یہ سمجھکر کہ بجز اس دوا کے کوئی مفید اور مزیل مرض نہین کھانا تجویز کرے تو شریعت اجازت دیتی ہے پس تمام حذاق بھاگنے کو مفید بتلاتے ہین تو یہ امر کفر و گناہ کبیرہ کیون قرار پاوے حالانکہ حرام چیز کھالینا اور بھاگنا اس مین تفاوت ہر ہوشمند جانتا ہے۔ (۸) ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ میری امت کے لوگ طاعون مین مرین یہ حدیث شریف پوری پوری نقل فرمائی جاوے (۹) درصورتیکہ طاعون سے بھاگنا منع ہی تو اُس آبادی کی ویرانی کی اجازت کیون دیجاتی ہے جب بھاگنا منع ہے تو پچاس قدم اور پچاس کوس سب برابر ہے اسکا ثبوت کتابی کیا ہے (۱۰) درصورتیکہ ٹیکہ جو بغرض حفظ شہادت طاعون کے مفید سمجھا گیا ہے مشروع فرمایا گیا بھاگنا کیون گناہ کبیرہ و کفر قرار دیا گیا حالانکہ غرض متحد ہے چونکہ خلائق کی جانون سے متعلق ہے لہذا امید ہے کہ کریمانہ توجہ خاص مبذول فرمائی جاوے گو قیمتی وقت صرف ہو۔

الجواب (۱) نفس معالجہ کی اجازت سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر علاج جائز ہو اور کسی خاص علاج کی ممانعت سے یہ لازم نہین آتا کہ مطلق علاج کی ممانعت ہو پس جس طرح شراب و دیگر اشیاء محرمہ تجربہ سے بعض امراض کا علاج ثابت ہوئی ہین اور پھر بھی ناجائز ہین اسی طرح اگر فرار باوجود علاج ہونے کے ناجائز ہو تو کیا استبعاد ہے (۲) چونکہ ان امراض مین نقل کی ممانعت نہین آئی اور طاعون مین ممانعت آئی ہے اسلئے دونون مین جواز و ناجواز کا تفاوت ہو گیا اور اگر یہ شبہ صاحب شرع پر ہے تو اُس کا جواب اسوقت ضروری ہے جب سائل غیر مسلم ہو جواب مذکور اس بناء پر دیا گیا ہے کہ شبہ علماء پر ہے تو اس بناء پر جواب کافی ہے (۳) اگر ان تدابیر کو مؤثر حقیقی سمجھے جس سے تخلف محال ہو جیسے دہریونکا مذہب ہے تو یہ اعتقاد ہی کفر ہے اور فرار من الطاعون کو موجب سلامت سمجھنا بھی کفر اسیوقت ہے جبکہ اُس کو مؤثر حقیقی سمجھے اور اگر اسباب عادیہ سے سمجھے تو نہ یہان کفر ہے نہ وہان کفر ہے البتہ طاعون مین ممانعت شرعی کی وجہ سے یہ فرار گناہ ہوگا اور دوسری تدابیر بوجہ ماذون فیہ ہونے کے جائز ہونگی (۴) اگر صرف یہ حدیث ہوتی تو فی نفسہ اس کی گنجائش تھی گو بوجہ اس کے کہ سلف کے خلاف خلف کا اجتہاد جائز نہین یہ معنی مقبول نہوتے لیکن صحیح مسلم مین یہ لفظ ہین عن اسامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذا الطاعون رجز سلط علی من کان قبلکم او علی بنی اسرائیل فاذا کان بارض فلا تخرجوا منہا فرارا منہ الخ اس حدیث مین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے معلوم ہو گیا کہ علت نہی کی فرار

من الطاعون کا قصد ہے سو اگر دوسری بستی کے کنارہ پر کوئی شخص جا ٹھیرے تب بھی فرار من الطاعون تو صادق آگیا اب وہ علت نہین چلسکتی جو سوال مین لکھی ہے کہ دوسرے شہر کو تہلکہ مین نہ ڈالو (۵) اول تو اس شبہ مین قیاس مع الفارق سے کام لیا گیا ہے کیونکہ مقیس تو طاعون حادث کی جو مہلک ظنی ہے ایک تدبیر خالص نہ کرنا ہے اور امور مقیس علیہا مین سے بعض مین آفات حادثہ مہلکہ بالیقین کی تدبیر نہ کرنا ہے جیسے دار منہدم یا سفینہ منکسرہ مین رہنا اور بعض مین خود آفات کا احداث ہی جیسے مضرات ریہ کا قصداً استعمال کرنا البتہ اس دوسری قسم کے مقیس علیہ کے مشابہ وہ صورت ہوسکتی ہے کہ کوئی اشیاء و اسباب مورثہ طاعون کا قصداً استعمال کرے تو غایۃ مافی الباب جب اضرار یقینی ہوگا اس کی اجازت ندی جاویگی دوسرے طاعون مین فرار سے نہی آئی ہے اور مکان منہدم وغیرہ مین فرار سے نہی ہے پس دونون جگہہ منہی عنہ کو منع کرینگے" بالفاء (۶) اس سے کس نے نتیجہ نکالا ہے اس مضمون کی تو صریح حدیث وارد ہے فی المشکوۃ قبیل باب تمنی الموت عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ لہ اجر شہید رواہ احمد آگے جو لکھا ہے وہ مبنی ہے اس حدیث کے معلوم نہونے پر اس لیئے قابل التفات نہین (۷) اول تو اسی مین کلام ہے کہ شریعت نے ادویہ محرمہ کی اجازت دی ہے حدیث مین تو صاف نہی آئی ہے آگے امام ابوحنیفہ کا مذہب منع ہی کا ہے صرف بعد کے بعض علماء نے اجازت دے دی ہے تو اسکو شریعت کی اجازت کہنا خود واجب التسلیم نہین دوسرے اگر ان علماء کے قول کو حجت شرعیہ سمجھا جاوے تو فقہاء نے رسم المفتی وتفصیل طبقات فقہاء مین یہ بات طے کردی ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگون کو اجتہاد کی اجازت نہین تو ان کے استنباط پر اپنے استنباط کو قیاس کرنا غلط ہوگا (۸) یہ حدیث میری نظر سے نہین گذری (۹) بعض علماء کے نزدیک تو یہ بھی منع ہے اُنپر تو شبہ ہی نہین بعض نے البتہ اجازت دی ہے اُن کی دلیل جو اب تک مجکو معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ فناء مصر حکم مصر مین ہے بدلیل احکام جمعہ وغیرہا اور مصر بجمیع اجزاء شے واحد ہے تو اس بناء پر تبدل مکان ہی نہین ہوا لہذا یہ فرار نہین ہے اس سے زیادہ کوئی تصریح مین نے نہین دیکھی (۱۰) اگر ایک مرض کے دو علاج ہون ایک ماذون فیہ دوسرا منہی عنہ تو اس مین کیا محال ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر ایک ماذون فیہ ہو تو دوسرا بھی ماذون فیہ ہو اور اگر ایک منہی عنہ ہو تو دوسرا بھی منہی عنہ ہو مثال اسکی جواب سوال اول مین گذر چکی آخر مین اسقدر التماس ہے کہ مسائل

شرعیہ دریافت کرنے مین معاندانہ عنوان سے احتراز واجب ہے ان سوالات مین اس کا لحاظ نہین کیا گیا۔ واللہ اعلم ۱۱ر جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اردو کے ایک رسالہ مین چند احادیث منقول دیکھین انکی اسانید و متون کے متعلق جو شبہات واقع ہوئے تسکین قلب کیلئے ان کا دریافت کرنا بہتر معلوم ہوا اول حدیث یہ ہے کہ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مین حضرت ابوہریرہ بن قیس رضؓ سے جو کہ حضرت ابوموسی اشعری کے بھائی ہین روایت کرتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ میری امت کا خاتمہ اپنے راستہ مین طعن و طاعون سے فرما۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ منتخب کنز العمال مین ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طاعون ہم لوگون کے لئے رحمت اور تمہارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور موت صلحاء کی ہے کہ تم سے پیشتر گذرے ہین اور یہ شہادت ہے تیسری حدیث یہ ہے اسی مسند مین کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وباء طاعون عذاب ہے کہ ہلاک کیا اللہ تعالی نے اس سے اگلی امتون کو اور تحقیق موجود ہے یہ زمین مین کہ آجاتا ہے کبھی اور رفع ہو جاتا ہے کبھی پس جب کبھی یہ کسی مقام پر نازل ہو تو مت نکلو وہان سے اور جب سنو کہ یہ کسی مقام پر ہے تو وہان مت جاؤ۔ چوتھی حدیث یہ ہے کہ بخاری شریف مین ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی کیفیت پوچھی فرمایا کہ یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالی جس پر چاہتا تھا اور اب جل جلالہ نے مومنین کے لئے اس کو رحمت بنایا ہے جو بندہ اس مین مبتلا ہو صبر کرے اور ثابت قدم رہے اپنی جگہ پر یعنی بھاگے نہین اور یقین رکھتا ہو اس بات کا کہ نہین پہونچے گا اس کو کچھ مگر جو کہ اللہ تعالی نے لکھدیا ہے اسکے لئے تو ملتا ہے اُس کو ثواب شہید کا۔ پانچوین حدیث یہ ہے اُسی مسند مین حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا خاتمہ طعن اور طاعون مین ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ طعن تو معلوم ہے مگر طاعون نہین معلوم کہ کیا شے ہے فرمایا کہ جنون مین سے جو تمہارے دشمن ہین اور تم سے عداوت رکھتے ہین اُنکا نیزہ ہے اور طعن و طاعون دونون مین شہادت ملتی ہے

احادیث بالا کے متعلق سوالات

(۱) یہ احادیث باعتبار اسانید صحیح ہین یا نہین (۲) پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے طاعون کی دعا کی ہے آپ رحمۃ للعالمین اور مومنین پر روف رحیم تھے چند خاص کفار کے سوا آپ نے کسی کافر کے لیئے بھی بد دعا نہین کی بلکہ دعائے ہدایت ہی کی پھر آپ خود اللہ تعالی سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرتے تھے اور امت کو بھی دعائے طلب عافیت دنیا و آخرت تعلیم فرمایا کرتے تھے جیسا صحاح کی بعض روایتون مین عافیت طلب کرنے کی دعائین موجود ہین اور آپکی حالت یہ تھی کہ جب کبھی باد تند دیکھتے تو چہرہ متغیر ہو جاتا اس حالت پر آپ طاعون کی بد دعا کیون فرماتے (۳) دوسری حدیث مین جو یہ ہے کہ موت صلحا کی ہے کہ تم سے پیشتر گذرے ہین یہ الفاظ تیسری حدیث کے ان الفاظ کے خلاف ہین کہ وباے طاعون عذاب ہے کہ ہلاک کیا اللہ تعالی نے اس سے اگلی امتون کو۔ زمانہ رسالت و زمانہ صحابہ رضؓ سے پہلے کون سے صحابہ گذرے ہین جن کی موت طاعون سے ہوئی ہے البتہ حضرت موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مین بعض ظالم و فاسق بنی اسرائیل کی موت طاعون سے ہوئی ہے وہ ان کے فسق کے سبب سے ہوئی ہے نہ انکی صلاحیت کی وجہ سے جیسا انزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانو یفسقون کی تفسیر مین لکھا ہے (۴) میرا عقیدہ یہہ ہے کہ طاعون کو جو بعض احادیث مین رحمت کہا گیا وہ باعتبار اجر اخروی کے لکھا گیا ہے نہ باعتبار صورت دنیوی اگر وہ باعتبار صورت دنیوی رحمت ہوتا تو پھر ان الفاظ کے کچھ معنے نہوتے جو چوتھی حدیث مین مذکور ہے کہ جو بندہ اس مین مبتلا ہو صبر کرے کیونکہ رحمت پر صبر نہین کیا جاتا بلکہ مصیبت پر صبر کیا جاتا ہے اسکے علاوہ طاعون مین نقل مکان کی اجازت ہے رحمت کو چھوڑ کر نقل مکان کرنا عاقل کا کام نہ تھا جاہل کا کام تھا پھر ممانعت ہے کہ جہان طاعون ہو وہان نہ جاؤ رحمت مین جانے کی ممانعت خلاف عقل و نقل ہے غرض جس وجہ سے دیکھا جاتا ہے طاعون صورت دنیوی کے اعتبار سے رحمت نہین بلکہ اجر اخروی کے لحاظ سے انشاء اللہ تعالی ہو گا میرا یہ عقیدہ خلاف سنت تو نہین ہے (۵) تیسری حدیث کے ان الفاظ سے اور تحقیق موجود ہے یہ یہ زمین مین کہ آجاتا ہے کبھی اور دفع ہو جاتا ہے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ طاعون زمین سے آتا ہے مگر اسی حدیث کے ان الفاظ سے اور جب کبھی کسی مقام پر یہ نازل ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین سے نہین بلکہ زمین پر نازل ہوتا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ انزلنا اور رجزاً من السماء سے تو بہت صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے نہین آتا بلکہ آسمان سے نازل ہوتا ہے زمین مین موجود

ہونے اور آسمان سے نازل ہونے مین زمین و آسمان کا فرق ہے (۶) کتب طب مین طاعون کی جو حقیقت و ماہیت لکھی ہے وہ اور ہی کچھ ہے اور یہان پانچوین حدیث سے اور ہی کچھ ثابت ہوتا ہے حدیث کے سامنے قول اطباء مردود ہے مگر یہ معلوم ہو جانا ضرور ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے طاعون کو جنون کا نیزہ کہا گیا ہے اور نیزہ مارنے کا سبب دشمنی و عداوت کو بتایا گیا ہے تو جنون کو تو دشمنی و عداوت ہمیشہ ہی سے تھی اور انسان پر نیزہ مارنے کی قدرت بھی ان کو ہر وقت حاصل ہے کیونکہ وہ انسان کو دیکھتے ہین اور انسان ان کو اور اُن کے نیزہ کو نہین دیکھتا پھر خاص خاص وقتون مین اور خاص خاص مقامون مین طاعون کے ظاہر نہونے کی کیا وجہ ہے کہین نہ کہین بلکہ سب کہین ہر وقت طاعون موجود رہنا چاہیئے حالانکہ ایسا نہین ہے۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک عذاب ہے بصورت مرض طاعون بہ سبب فسق و فجور نازل کیا جاتا ہے اور وہ عام ہو جاتا ہے تو مومنین اور اہل تقوی کو بھی لے لیتا ہے تاکہ ان کے مراتب آخرت مین اور عالی کیے جاوین جنون کی دشمنی اور عداوت اور نیزہ مارنے کا حال صحیح حدیث سے معلوم ہو جاوے تو اسی بات کا یقین اور عقیدہ رکھنا ضروری ہے خواہ وہ سمجھ مین آئے یا نہ آئے اتنا لکھنے کے بعد رسالہ علاج القحط کی بہت سی عبارتین اس رسالہ کی عبارتون کے خلاف معلوم ہوئین دو باتون کو بطور نمونہ عرض کرتا ہون (۱) اس رسالہ کی پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کے لیے آپ نے دعا کی اور علاج القحط سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے آپ نے پناہ مانگی جیسا علاج القحط کی اس عبارت سے واضح ہے ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ دس آدمی مہاجرین مین سے حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین حاضر تھے جن مین سے ایک مین تھا آپ نے فرمایا کہ اے مہاجرین پانچ باتین ہین اور مین تمہارے لئے اللہ کی پناہ مانگتا ہون کہ تم ان مین نہ پڑو (۱) نہین ظاہر ہوئین بیحیائی کی باتین کسی قوم مین حتے کہ کھلم کھلا کرنے لگین مگر مبتلا ہے طاعون مین اور ایسی بیماریون مین کہ جوان کے باپ دادون مین کبھی نہوئی ہون گی۔ علاج القحط ص۶۹۵ س۱۷ (۲) اس رسالہ کی چوتھی حدیث مین یہ لفظ ہین یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالی جسپر چاہتا تھا اور چوتھی حدیث کے علاوہ ایک جگہ یہ لفظ ہین اور امتون کے لیے یہ طاعون عذاب تھا اور اس امت کے لیئے رحمت و شہادت ہے۔ تھا کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس زمانہ مین جو چار طرف طاعون

پھیل رہا ہے وہ عذاب ہا نہین علاج القحط کی یہ عبارت ہے وہ فرماتی ہین (یعنی عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا) کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی نسبت سوال کیا آپنے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عذاب ہے کہ جسپر اللہ تعالی کو منظور ہوتا ہے بھیجتا ہے۔ ہے کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس زمانہ مین جو طاعون پھیل رہا ہے وہی عذاب ہے۔ رہا اس کا مومنین کے لئے رحمت ہونا وہ باعتبار اجر اخروی پہلے زمانہ مین بھی تھا اور اب بھی ہے دونون مین فرق کی وجہ سمجھ مین نہین آتی۔

الجوابات (۱) اول مسند اور کنز العمال یا اُسکے منتخب میرے پاس نہین اسلئے ان احادیث کی صحت کی تحقیق نہین کرسکتا علی تقدیر الثبوت جواب شبہات کے لکھون گا البتہ بخاری کی جو حدیث اس مین موجود ہے صحیح ہے (۲) ایک شے مین مختلف اعتبارات اور حیثیات ہوتی ہین اگر رحمت ہونے کی حیثیت سے دعا ہو تو کیا حرج ہے اور اس حیثیت سے عافیت کے بھی منافی نہین جیسے حدیثون مین تمنائے شہادت بھی ہے اور سوال عافیت بھی اور باد تند پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اس کا رحمت ہونا کہین وارد نہین (۳) اگر سابقین مین سے اشرار کے لیئے عذاب اور ابرار کے لئے رحمت کہا جاوے تو دونون حدیثون مین تعارض نہو گا اور صلحا امم سابقہ مین بھی بہت گذرے ہین گو اُن مین سے اہل طاعون کا قصہ ہم کو بالتعیین معلوم نہو (۴) ٹھیک عقیدہ ہے لیکن تعبیر کیلئے یہ عنوان زیادہ واضح ہے کہ رحمت اور مصیبت دونون دنیا ہی مین ہین لیکن رحمت باعتبار اثر یعنی استحقاق اجر کے ... ہے اور مصیبت باعتبار صورت ظاہری کی (۵) اگر دونون طرح ہوتا ہے یا اسباب سمایہ و اسباب ارضیہ دونون کو کچھ کچھ دخل ہو تو کیا بعید ہے (۶) اگر دونون طرح ہوتا ہو یا مجموعہ کو دخل ہو اطبا نے ظاہری اسباب کو بیان کر دیا ہے اور شارع علیہ السلام نے باطنی سبب کو یا ان اسباب مین خود ایک دوسرے کے لئے سبب ہو سب احتمالات ممکن اور دفع تعارض کے لئے کافی ہین مثلا کسی کو مٹھائی کھانے سے صفرا کا ہیجان ہوا اور اس سے بخار ہوگیا تو دونون کو بخار کا سبب قرار دیا جا سکتا ہے یا جیسے حکماء حال نے آثار طاعون کا سبب کیڑون کو بتلایا ہے اور قدما نے مادہ کو اور دونون مین کچھ تدافع نہین اور جنون کی دشمنی پر جو شبہہ کیا ہے اُس کا یہ مقدمہ کہ ہر وقت نیزہ مارنے کی قدرت حاصل ہے مسلم نہین ممکن ہے کہ حفاظت خداوندی مانع دوام قدرت ہو اور گاہ گاہ ابتلا کے واسطے حفاظت اٹھالی جاتی ہو اور اسکے لئے فسق وفجور کا سبب ہونا

اسکے منافی نہین ممکن ہے کہ سزا کا یہی طریقہ ہو۔

اب شبہات متعلقہ علاج القحط کا جواب سُنیئے

(۱) جب معصیت کی سزا مین عقوبت ہے اس ترتب کے مرتبہ مین پناہ مانگی جو درحقیقت معصیت سے پناہ مانگنا ہے اور بلا ترتب علی المعصیت رحمت ہے اس درجہ مین دعا مانگے پس کچھ تعارض نہین کیونکہ لوگون کے حالات معصیت و طاعت مین خود مختلف ہین پس ایک جگہہ عقوبت ہی دوسری جگہہ رحمت

(۲) جس حدیث کے ترجمہ مین لفظ ہے واقع ہے یہ حدیث مشکوۃ شریف مین باین لفظ ہے انہ عذاب یبعثہ اللہ الخ۔ اگر اشرار کے لیئے پہلے بھی عذاب ہوا ور اب بھی تو تھا اور ہے دونون درست ہوگئے رہا یہ کہ پھر دونون امتون مین فرق نہوا حالانکہ ظاہر الفظ حدیث سے فرق مقصود معلوم ہوتا ہے سو وہ فرق یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء اسکی امم سابقہ سے بطور عذاب کے ہوئی چنانچہ صحیح مسلم مین مرفوعاً یہ حدیث ہے الطاعون رجز ارسل علی بنی اسرائیل الخ اس لیئے عذاب کی حیثیت کو بعض احادیث مین صرف اُنکے ساتھ نسبت فرمانے مین خاص فرمادیا باوجودیکہ دونون امتین رحمت و عذاب ہونے مین شریک ہین کیونکہ ابتداء عرفاً و محاورۃً اعظم اسباب تخصیص ذکری سے ہے یا یون کہا جاوے کہ امم سابقہ مین حیثیت عذاب غالب تھی اور حیثیت رحمت مغلوب اور اس امت مین بالعکس و للاکثر حکم الکل اسلیئے وہان عذاب کی اور یہان رحمت کی تخصیص ذکری بعض احادیث مین کردی گئی اور بعض مین دوسری حیثیت کی بھی دونون امتون کے لئے تصریح کردی۔ واللہ اعلم۔ ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید کہتا ہے کہ جب طاعون مین چوہے وغیرہ مرین تو جس دالان یا کوٹھڑی مین مرین اُسے چھوڑ دین اور دوسرے دالان یا کوٹھڑی مین آرہے اور جب اُس دالان اور کوٹھڑی مین بھی بوآنے لگے اور اس دوسری کوٹھڑی کو بھی چھوڑدے تو صحن وغیرہ مین رہے غرض ہر پھر کے گھر ہی کے اندر رہے یا زیادہ سے زیادہ گھر کے دروازہ کمرہ وغیرہ مین رہے اُس محلہ کے یا دوسرے محلہ کے گھر مین اپنا گھر چھوڑ کے نجاوے ورنہ فرار مین داخل ہوجائے گا اور اسکی وجہ یہ بتاتا ہے کہ آخر گھر چھوڑنے کی کیا وجہ موت سے بچنے کے لئے گھر چھوڑتا ہے تو جس کی موت نہین آئی وہ مر نہین سکتا چاہے گھر چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جان بچانے کے لئے گھر چھوڑنا یہی تو فرار ہے اگر دفع وحشت کے لئے چھوڑتا ہے تو وحشت کیسی کس چیز سے وحشت موت سے تو وحشت ہو نہین سکتی جب موت سے

پہلے کوئی مر نہین سکتا اور یہی عقیدہ ہے تو پھر وحشت کیون جو لوگ طاعون زدہ بستی کے باہر اسی بستی کے متعلق باغون یا کھیتون مین یا عیدگاہ یا اور کہین جا بسے ہین یا اسی بستی کے اندر ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین یا اسی بستی بلکہ اسی محلہ کے اندر ایک گھر سے دوسرے گھر مین جا بسے ہین ان کو زید صف جہاد سے بھاگنے والون کی برابر خیال کرتا ہے اور ارتکاب گناہ کبیرہ کا الزام لگاتا ہے اور مجمع عام مین ملامت کرتا ہے اور بڑے زور و شور سے بیان کرتا ہے کہ نہ بستی کے اندر بھاگنا درست ہے نہ بستی کے متعلق باغون کھیتون عیدگاہون یا اور کسی جگہ نہ بستی کے باہر اور بستی کے خلاف دوسری بستی مین کیونکہ طاعون سے بھاگنے کی حدیث شریف مین سخت ممانعت آئی ہے اور بستی اور غیر بستی کی قید حدیث مین نہین پس جسطرح دوسری بستی مین جان بچانے کے لئے بھاگ جانا درست نہین اسیطرح بستی کے اندر اور بستی کے متعلقات مین بھی جائز نہین اسکی وجہ یہ ہے کہ جب طاعون نہ تھا تو کوئی بھی بھاگا نہ تھا سب اپنے اپنے گھرون مین تھے جب طاعون آیا اور لوگ بھاگے تو ضرور طاعون سے بھاگے اور جان بچانے کے لیئے بھاگے اور ضرور اس خیال سے بھاگے کہ اگر بستی مین رہینگے تو مرجاینگے اور بھاگ جائینگے تو بچ جائینگے اگر اللہ تعالیٰ ہی کو مارنے جلانے والا سمجھتے تو اپنا اپنا گھر چھوڑ کے تکلیف کے ساتھ کبھی بستی کے باہر رہنا گوارا نہ کرتے بھاگنے والون کی ظاہری حالت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھاگنے کو زندگی مین دخیل سمجھتے ہین جب لوگون کی یہ حالت ہے تو بستی کے اندر اور بستی کے باہر اُسکے متعلقات مین بھاگ کر جا کر رہنا کسی طرح جائز نہو گا بلکہ یہ فرار مین داخل ہوگا پس جن لوگون نے حدیث مطلق کو بستی کے اندر یا متعلقات کی قیدین لگا کر مقید کیا ہے اور اسکو فلان فلان حالتون پر محمول کیا ہے۔ یہ سب غلط اور حدیث مین اصلاح دینا ہے جو کسی مسلمان کے نزدیک جائز نہین ہو سکتا جو لوگ یہ قید لگاتے ہین کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے تو جانا درست ہے یا دفع وحشت یا علاج کرنے یا تجارت کرنے یا اور کسی ضرورت سے چلا جائے تو درست ہے یہ سب قیدین غلط اور من گڑہت ہین اگر اسی طرح ہر شخص کہنے لگے تو بھاگنا ہی درست ہو جائے گا اور ایک کے جانے اور بھاگنے سے دوسرا بھی حیلہ نکالکر بھاگنا چاہے گا اور ضرر و نقصان متعدی ہوگا پس کوئی صورت ایسی نہین جس سے گناہ متعدی نہوتا ہو یا کم از کم گناہ لازمی نہ لازم آتا ہو اس لیئے اس وقت بلکہ ہر زمانہ مین مطلقا بستی سے نکلنے بلکہ گھر چھوڑنے ہی سے ممانعت کرنا ضرور ہے

اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا یہ اعتقاد وعمل جواوپر مذکور ہوا موافق شریعت کے ہے یا نہین اور زید کو کیسا سمجھنا اور اس کی بات کو ماننا چاہیئے یا نہین۔

الجواب۔ احکام شرعیہ بعضے معلل ہوتے ہین اور اس علت کو مجتہدین اپنے ذوق اجتہادی سے سمجھ جاتے ہین اور یہ اجتہاد وہ رائے نہین ہے جس کی مذمت وارد ہے کیونکہ اجتہاد کا استعمال بلانکیر صحابہ سے قاطبۃً ثابت ہے اور وہ علت کبھی مصرحاً منقول ہوتی ہے کبھی اشارۃً مفہوم ہوتی ہے اس تمہید کے بعد جاننا چاہیئے کہ راحت المحزون مین کنز العمال سے یہ روایت نقل کی ہے فکتب الیہ (ابی عبیدۃ) عمرؓ ان الاردن الارض وبئیۃ عمقۃ وان الجابیۃ ارض نزہۃ فاظہر بالمہاجرین الیہا اھ باوجودیکہ حضرت عمرؓ کو حدیث مرفوع نہی عن الفرار پر اطلاع تھی اس سے مفہوم ہوا کہ علت نہی کی آپ نے مریضون اور مصیبت زدون کا ضائع ہو جانا سمجھا تھا اسی بناء پر چونکہ سب کے منتقل ہونے مین ضیاع مذکور نہ تھا اسلیئے آپ نے اجازت دیدی اور حضرت عمرؓ مجتہد ہین اس لئے یہ علت معتبر ہوگی چونکہ نقل عن المکان یا خروج الی الفناء مین یہ علت نہین ہے اسلیے نہی نہوگی دوسری حدیث مین بارض اور بلدۃ الفاظ آئے ہین اور حدیث ایک دوسرے کی مفسر ہوتی ہے معلوم ہوا کہ ارض سے مراد بلد ہی ہے اور فناء بلد احکام مین مثل بلد کے ہے پس قرار فی البلد کو فرار کہنا حدیث کے مقابلہ مین رائے لگانا ہے اس تقریر سے سب شبہات کا جواب ہوگیا۔ ۱۲ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ نقل مکان مین اگر نقل بلد کے ساتھ نہو مجھکو شبہ ہے کیونکہ حکم تو عام اور مطلق ہے جو مشتمل ہے تمام افراد خروج دخول کو پس مخصص کونسا حکم ہے جس مین نقل مکان کے فرد خاص ہے اور جو علت نقل بلد مین متحقق ہے وہی نقل مکان مین جواب شافی مرحمت ہو۔

الجواب۔ فی المشکوۃ عن البخاری عن عائشۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ الخ وفیہا عن الشیخین عن اسامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وقع بارض وانتم بہا فلاتخرجوا فرارا منہ چونکہ طبعاً وعرفاً وشرعاً لازم ہے کہ ترغیب اُسی امر پر ہوتی ہے جسکے ترک پر ترہیب ہو اور ترغیب مین مکث فی البلد کا عنوان ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسی ترک مکث فی البلد پر ترہیب ہوگی پس یہ قرینہ ہے کہ ارض کی تفسیر بلد ہے ونیز اور احکام شرعیہ فقہیہ مین تمام بلد و ما یلحق بہ کو حکم موضع واحد مین ٹھیرایا ہے جیسے اقامت جمعہ مین

فناء مصر حکم مصر میں ہے اسلیئے تمام امکنہ بلد واحد کو حکم مکان واحد میں کہا جاویگا یہ کلام تو متعلق نص کے ہے رہی علت سو وہ محققین کے نزدیک ضیاع حقوق مرضی و اموات ہے اور نقل مکان فی البلد الواحد میں یہ علت نہیں ہا ہذا معلول یعنی نہی بھی نہیں واللہ اعلم ۔ اذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ مقام طاعون سے بخوف طاعون بھاگنا کیسا ہے جو مسلمان طاعون سے بھاگ کر دوسری جگہ چلے گئے اور پھر وہاں جاکر بھی طاعون سے نہ بچے اور اسی عارضہ میں مبتلا ہوکر مرے تو انکا شمار شہیدوں میں ہوگا یا نہیں

الجواب ۔ یہ بھاگنا حرام ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شخص معصیت کے سبب مرے وہ شہید نہیں ہوتا اور جو شخص معصیت میں کسی سبب شہادت سے مرجاوے وہ شہید ہے اور گناہ کا وبال جدا رہا پس یہ شخص گو معصیت کی حالت میں مرا ہے مگر مرا ہے سبب شہادت سے اسلیے شہید ہوگا فی رد المحتار قبیل باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ من غرق فی قطع الطریق فھو شھید و علیہ اثم معصیۃ وکل من مات بسبب معصیۃ فلیس بشھید وان مات فی معصیۃ بسبب من اسباب الشھادۃ فلہ اجر شھادتہ وعلیہ اثم معصیتہ وکذلک لو قاتل علی فرس مغصوب وکان قوم فی معصیۃ فوقع علیھم البیت فلھم الشھادۃ وعلیھم اثم المعصیۃ اھ فقط ۶ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ بخوف طاعون مقام طاعون کی آبادی سے فرار کرکے اُسکے مضافات میں یعنی آبادی سے کم وبیش ایک میل کے ایسے فاصلہ پر چلا جانا جو آبادی کے اکثر ضروریات کو پورا کرتا ہو کیا داخل فرار عن الطاعون ہوگا جسکی ممانعت وحرمت حدیث عبد الرحمٰنؓ سے جو بخاری کی جلد رابع باب ما یذکر فی الطاعون میں مروی ہے ثابت ہے اگر داخل فرار طاعون ہوگا تو کیوں جبکہ مسافر کو رباعی نماز میں موضع اقامت کی عمارات سے نکلنے سے فوراً قصر واجب ہوجاتا ہے جیسا کتب فقہ سے ثابت ہے کہ شہر کا اطلاق محض عمارات پر ہوتا ہے نہ کہ فناء عمارات پر ۔

الجواب ۔ فناء مصر حکم مصر میں ہے درباب مصالح بلد کے اور سکنے مصالح بلد سے ہے مثل اقامت جمعہ کے اسلیئے فناء شہر میں آکر رہنا مثل شہر میں رہنے کے ہے بخلاف سفر کے کہ وہ مصالح بلد میں سے نہیں بلکہ مقابل ہے مصلحت بلد یعنی سکنے کا اُسکے بارہ میں فناء حکم بلد میں نہیں اور فناء ہی سے قصر شروع ہوجاتا ہے فی الشامیۃ عن الشرنبلالی بخلاف الجمعۃ فتصح اقامتھا فی الفناء ولو منفصلا بمزارع لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف السفر ج ۱ ص ۸۱۸ واللہ اعلم ۶ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال ۔ اذان دینا واسطے دفع وبا کے جائز ہے یا ناجائز اور جو لوگ جواز استدلال میں حصن حصین اذا تغیلت الغیلان نادی بالاذان پیش کرتے میں یہ استدلال ان کا درست ہے یا نہیں اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے اور ایسے ہی یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ شیطان اذان سے اسقدر دور بھاگ جاتا ہے جیسے روحا اور طاعون

اثر شیاطین سے ہے اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب ۔ اس باب مین دو حدیثین معروف ہین ایک حصن حصین کی مرفوع اذا تغیلت الغیلان نادی بالاذان دوسری صحیح مسلم کی موقوف حضرت سہل سے قال ارسلنی ابی الے بنی حارثۃ قال ومعی غلام لنا او صاحب لنا فناداہ مناد من الحائط باسمہ قال فاشرف الذی معی علی الحائط فلم یر شیئا الی قولہ اذا سمعت صوتا فناد بالصلوۃ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نودی للصلوۃ ولی الشیطان ولہ حصاص اور حصن حصین مین مسلم کا جو حوالہ دیا ہے وہ یہی حدیث ہے اور دونون حدیثین مقید ہین اذا تغیلت اور اذا سمعت صوتا کے ساتھ اور تغول کے معنی حرز ثمین مین نہایہ سے نقل کئے ہین یتغول تغولا ای یتلون تلونا اور حاصل اس حدیث کا لکھا ہے اذا رای اشیاء منکرۃ او تخیلت لہ خیالات مستنکرۃ او تلونت لہ اجسام مکروہۃ اھ اور جو حکم مقید ہوتا ہے کسی قید کے ساتھ اس مین قائلین مفہوم المخالف کے نزدیک تو عدم القید مفید ہوتی ہے عدم الحکم کو اور غیر قائلین بالمفہوم کے نزدیک گو عدم الحکم کو مفید نہو مگر حکم کو بھی مفید نہین بلکہ عدم القید کی صورت مین حکم اپنے وجود مین محتاج دلیل مستقل کا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ طاعون مین دونون قیدین منتفی ہین کیونکہ اس مین نہ شیاطین کا تشکل اور تمثل ہے اور نہ انکی آواز مسموع ہوتی ہے صرف کوئی اثر مبطن ہے جسکے بارہ مین یہ حدیث مرفوع آئی ہے فما الطاعون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخز اعداءکم من الجن اخرجہ احمد عن ابی موسیٰؓ کذا فی بعض الرسائل عن فتح الباری للحافظ ابن حجر پس جب اسمین قیدین منتفی ہین تو حدیثین مذکورین سے اس مین حکم اذان کا بھی ثابت نہوگا پس دوسری دلیل شرعی کی حاجت ہوگی اور چونکہ بوجہ اشتمال اذان کے حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح پر غیر صلوۃ کے لیئے اذان کہنا حکم غیر قیاسی ہے اور ایسے حکم کا تعدیہ قیاس سے صحیح نہین اسلیئے وہ دلیل شرعی کوئی نص ہونا چاہیئے محض قیاس کافی نہین اور طاعون مین کوئی نص موجود نہین اگر کہا جاوے کہ حدیث مسلم مین صحابی کا سماع صورت شیطان کے وقت حکم بالاذان کو معلل کرنا علت تولی شیطان بالاذان کے ساتھ مقتضی ہے صحت تعدیہ اس حکم کو دوسرے محل پر بھی جہان دفع شیطان کی حاجت ہو اور طاعون مین اسکی حاجت ہے پس اسی علت سے طاعون کو بھی سماع صوت پر قیاس کر لیا جاویگا جواب یہ ہے کہ اول تو بدلیل مذکور یعنی بوجہ اشتمال اذان کے حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح پر غیر نماز کے لیئے اذان کہنا حکم مخالف قیاس ہے اور ایسے حکم کا تعدیہ قیاس سے جائز نہین ہوتا بلکہ مورد نص پر مقتصر رہا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ غیر صلوۃ کے جن مواقع پر اذان وارد ہوئی ہے ان مین احادیث سے استدلال کیا گیا ہے چنانچہ ردالمحتار مین ایسے مواقع نقل کر کے کہا ہے لان ما صح الخبر فیہ بلا معارض فہو مذہب المجتہد اور آگے کہا ہے ونقل الاحادیث الواردۃ فی

ذلک اور یہی وجہ ہے کہ جس مین نص نہ تھی اس کو علماء نے رد کر دیا ہے چنانچہ شامی نے موقع مذکور مین کہا ہے قبیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ للدنیا لکن رواہ ابن حجر فی شرح للباب اور حدیث بالا مین ممکن ہے کہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالخصوص یہ حکم سنا ہو جیسا غیر مدرک بالرائے مین حدیث موقوف کو مرفوع حکمی کہا جاتا ہے اور حدیث تولی کو ذکر کرنا تعلیل کے لیئے نہو بلکہ بیان حکمت منصوص کے لیئے ہو اور اگر اس سے غض بصر کر کے اس حکم کو قیاس ہی مان لیا جاوے تب بھی صحت قیاس کے لیئے اول تو مجتہد ہونا قائس کا شرط ہے اور طاعون مین اذان کہنا کسی مجتہد سے منقول نہین اور اب قیاس مفقود ہے دوسرے صحت قیاس کیلیئے اشتراک علت مؤثرہ کا درمیان مقیس اور مقیس علیہ کے شرط ہے اور یہان علت مؤثرہ اگر محض الی دفع الشیطان ہو تو لازم آتا ہے کہ جتنے امور از قسم تصرفات خفیہ شیطانیہ ہین سب کے لئے اذان مشروع ہو مثلاً استحاضہ کی نسبت حدیث مین ہے رکضۃ من رکضات الشیطان تو اس کا علاج بھی اذان سے مشروع ہونا چاہیئے ولا قائل بہ اس سے معلوم ہوا کہ یہان علت مؤثرہ مین کوئی اور وصف بھی معتبر ہے سو ممکن بلکہ غالب یہ ہے جیسا کہ اُن مواقع مین تامل کرنے سے جہان اذان بہیئت اذان صلوٰۃ وارد ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وصف یہ ہو کہ وہ حادثہ دفعۃً پیش آجاوے اور فی الفور ہی اُسکے علاج کی احتیاج ہو چنانچہ وہ مواقع یہ ہین عند مزدحم الجیش وعند الحریق وعند تغول الغیلان وخلف المسافر ولمن ضل الطریق فی ارض قفر کذا فی رد المحتار ان سب مواقع مین وصف مذکور مشترک ہے اور جو اذان بہیئت اذان صلوٰۃ نہو اس مین بحث نہین۔ کالاذان فی اذن المولود والمہموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان او بہیمۃ کما فی رد المحتار ایضا اور ظاہر ہے کہ طاعون مین یہہ وصف نہ دقوعًا ہے چنانچہ اس کا عروض و معالجہ دونون اسقدر مندرج اور ممتد ہین کہ عین اُس کے دوران مین خود نماز کی متعدد ادائین ہو جاتی ہین جو دفع اثر جنات کے لئے کافی ہین خود اُسکے لیئے مستقل اذان کی کچھ حاجت نہین اور یہی سر ہے وصف مذکور کے علت مؤثرہ ہونے مین کیونکہ جو امر فوری نہو اُسکے لئے اذان صلوٰۃ کافی ہو سکتی تھی البتہ جہان کان مین اذان کہی جاوے چونکہ اذان صلوٰۃ کان سے منہ قریب کر کے نہین ہوتی لہذا اُس مین یہ علت نہو گی اور نہ طاعون مین یہ وصف عملاً ہے کیونکہ جب مریض کو عین عروض مرض کا وقت ہو اُسوقت کوئی بھی اذان نہین کہتا بلکہ شب و روز مین کیفما اتفق یا کسی وقت کی تعیین کے ساتھ اذان کا معمول ہے خواہ عروض مرض اُسکے قبل ہو یا بعد ہو سو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بلا وصف فور تو پانچ وقت کی اذان ہی کافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اذان مین جو علاوہ خاصیت تولی شیطان کے اور خواص حدیثون سے ثابت ہوئے ہین مثل اجابت دعا عند اللہ اور شہادت اشیاء علی ایمان المؤذن اُنکی تحصیل کے لیئے مستقل اذان کی کسی نے اجازت نہین دی کیونکہ اذان

نماز کی اس کے لیئے کافی ہو ورنہ چاہیئے کہ جب دعا کرنا ہو پہلے اذان کہہ لینا جائز ہو خواہ کوئی وقت ہو یا اسی طرح حب اشیاء کو شاہد ایمان بنانا ہو ولا قائل بہ اور جاننا چاہیئے کہ جواب ثانی مین جو کہ علی سبیل التنزل ہی تبرعاً غض بصر کر لیا گیا ہے تاکہ طاعون مین اذان کا ثبوت اس تقدیر پر بھی نہو سکے ورنہ نفس الامر مین یہ حکم غیر قیاسی ہی پس اس قیاس سے زلزلہ وغیرہ کے وقت بھی اذان کی گنجایش نہین ہو سکتی تیسرے خود یہی امر معرض کلام مین ہے کہ آیا یہ طاعون مسبب وخز جن سے ہے جیساکہ اطلاق حدیث اس کا مرجح ہے یا بعض طاعون اس کا مسبب ہے جیسا مہملہ کا قوت جزئیہ مین ہونا اس کا مصحح ہی جب خود مبنی یعنی وخز جن ہی مشکوک فیہ ہو تو مبنی یعنی اذان کا کیسے ثبوت ہو جاوے گا چوتھے اس مین بہت سے مفاسد لازم آتے ہین مثلاً التباس مصلین بوجہ غلبہ جہل اہل زمانہ کے اور توحش ضعیف القلب لوگو نکا کہ وہ انکے ذہن مین تخیل ہجوم مرض کی تجدید کر دیتا ہے اور عوام الناس کا اذان کے بھروسہ اصلاح اعمال واستغفار ودعاء الٰہی سے بیفکر ہو جانا اور اس کو احکام مقصودہ سے سمجھنے لگنا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت مین تو جائز بھی ناجائز ہو جاتا ہے چنانچہ تغول وغیرہ کے مواقع مین جو اذان وارد ہے اس مین بھی عدم لزوم مفسدہ شرط ہی پس تقریر مذکور سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تغیل سے استدلال کرنا اس باب مین درست نہین اور یہ اذان محض احداث فی الدین ہے اور یہی وجہ ہے کہ طاعون عمواس مین باوجود شدت احتیاج کے کسی صحابی سے منقول نہین کہ طاعون کے لیئے اذان کا حکم دیا ہو یا خود عمل کیا ہو اور سوال ثانی مین حدیث کا مدلول تو ظاہر ہے اگر اسکے متعلق کوئی خاص امر پوچھنا ہو تو تصریح اور تعیین کرنا چاہیئے اور سوال ثالث مین جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اُسکے تحقق کی صورت قریب الی الفہم یہ ہو سکتی ہے کہ وخز جن سے مادہ سمیہ کا حدوث ہو جاتا ہو جس سے ہیجان دم یا انصباب دم عارض ہوتا ہو خواہ ہمیشہ یا کبھی کبھی جیسا اوپر گذرا باقی حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے۔ ۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

جلد تیسری تمام ہوئی

فہرست مضامین فتاوے امدادیہ معروف بہ فتاوے اشرفیہ جلد چہارم

مضمون	صفحہ
کتاب ماتعلق بالتفسیر	
رفع اشکال بر فنائے اثمار جنت	۱
تحقیق عطف مجزوم بر منصوب	״
ماتعلق بالحدیث	۲
جواب اشکال ادخال نار باوجود رحمت	״
دفع شبہ بر محفوظ ماندن حدیث	۳
معنی تراص والزاق در نماز	۷
مثل بالا۔	۸
تحقیق حدیث لولاک لما خلقت الخ	۹
تحقیق حرم شدن مدینہ	۱۰
دفع شبہ تعارض مذہب حنفی باحدیث درمسئلہ اعتاق	״
معنی حدیث لاتشد الرحال	۱۱
تطبیق درمیان حدیث مختلفہ بیک حیض وسہ حیض	״
سلوک	۱۲
دفع شبہ حجاب	״
تعلیم بزنان وحکم انا الحق گفتن غیر صاحب حال را	۱۴
معنی ربط قلب	״
حقیقت جذبہ	۱۵
معنی ذکر جلی وخفی	״
حد ذکر جلی	״
حل اشعار مثنوی متعلق قصہ شب تعریس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	״
علاج عشق مجازی	۱۷
تفاضل جہر یا خفی ولزوم لطائف وعدم التفات بدو	۲۰
علاج صحبت پیر ناقص ورجوع بہ کامل	״
تحقیق فضیلت حب عقلی بر عشق	۲۱
علاج قبض علماً وعملاً	۲۲
تفسیر شریعت وطریقت ومعرفت وحقیقت	۲۴
ایک خط اور اُس کا جواب	۲۵
علاج حزن دنیوی	״
شرح علم الیقین وعین الیقین وحق الیقین	۲۶
حل مثنوی کورکورانہ الخ	״
حل بعض اشعار جامیؒ	״
تقریر شرح	۲۸
حقیقت نفس	۲۹
علامت بر قصد رضائے محبوب مجازی	۳۰
وجہ اختلاف مذاق در سماع وتحقیق سببیت سماع وفات بعض اہل حال را	۳۱
ذکر وتصور شیخ ورابطہ وفنا	
معمول خاندان نقشبندیہ	۳۶
حل شعر جملہ قرآن ست	۳۸
دفع شبہ بر تصور خلو قلب	
از حب غیر وقت ذکر	۳۹
تحقیق اخراج پیر مرید را از بیعت	۴۰
جواب تنگی از تقلیل ذکر بسبب بیماری	״
فرق در شکر وکبر	۴۱
تلقیب خود بلا تکبر	۴۲
ذکر جلی	״
کتاب الرؤیا	از ۴۲ تا ۵۱
تحقیق تمثل شیطان بانبیاء واولیاء	۵۲
کتاب البدعات	
محفل مولود شریف	״
بعض رسوم بدعت	۵۵
قیام مولد شریف	״
تقبیل ابہامین در اقامت	۵۷
مصافحہ بعد نماز	۵۸
فاتحہ رسمی	״
شہادت نامہ خواندن	۵۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دفع بعض شبہات متعلقہ		تحقیق ذکر الا اللہ	۸۲	دفع شبہ قادیانی متعلقہ وفات		ایمان عند الموت	۱۱۸
مسلک حضرت حاجی صاحب		جواب استدلال مجوزین فاتحہ		مسیحی	۱۰۱	سوال نکیرین از صغار	۱۱۹
مرحوم وخلفاء ایشان	۶۰	رسمیہ	״	دفع شبہ قادیانی متعلقہ دعوی		ابتداء ثواب وعقاب بعد موت	״
شبہ اول	۶۱	حاضرات	״	علامت مسیح در خود	۱۰۲	تحقیق بعض کلمات	
دوسرا شبہ	۶۲	تقبیل ابہامین برنام مبارک	۸۴	دفع شبہ نداء غیر اللہ	۱۰۳	تقویۃ الایمان	״
تیسرا شبہ	۶۳	حقیقت بدعت	״	جواب استدلال بروایتی در باب		یا رسول اللہ گفتن	۱۲۰
اول شبہ کا جواب	۶۴	سوال متعلق جواب بالا	۸۵	سماع نبوی ورود در ابلاد واسطہ	۱۰۴	معنی قائم بودن جنت	״
دوسرے شبہ کا جواب	״	ممانعت تعزیہ داری و		عموم قدرت واجبہ صدق و		معنی قول فقہا کہ یک وجہ	
تیسرے شبہ کا جواب	۶۵	عموم شفاعت نبوی	۸۶	کذب را	۱۰۶	اسلام را بر بود ونہ وجہ کفر	
دستور العمل شادی کی تحقیق	۷۱	جانور نذر ودینا از بزرگان	۸۷	دفع شبہ متعلق مسئلہ بالا	״	ترجیح است	״
اہتمام تقبیل غلاف کعبہ	۷۴	اقتداء غیر مقلد	״	نداء غیر اللہ	۱۰۷	حقیقت بر سر آمدن پیر و	
فرق درمیان رسم بیعت و		ضرورت تقلید	״	معنی قول غزالی لیس فی		شہید واستعانت حوائج	
درمیان بعضے بدعات	۷۵	سنی شدن غیر مقلد	״	الامکان ابدع مما کان	۱۱۰	ازاو	۱۲۱
تحقیق سنت وبدعت	۷۶	اقتداء شافعی	״	رفع خلجان متعلق تقدیر	״	سپردن میت بزمین و	
حکم جلسہ رجبی	۷۹	**کتاب العقائد**		حکم فال وغیرہ	۱۱۱	برآوردن او	״
حکم تعزیہ وفرق درمیان		**والکلام**	۹۳	تحقیق استمداد ظاہری یا		توقف در اسلام وکفر والدین	
تعزیہ ودیگر صورۃ غیر		تحقیق یا شیخ عبد القادر		حقیقی از مقبولین	۱۱۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۳
ذی روح۔	۸۰	شیئاً للہ	״	استمداد از اہل قبور	۱۱۴	وصول ثواب باموات	״
مصافحہ بعد نماز عیدین	״	تحقیق مسئلہ ارادہ ورضا	۹۴	سماع موتی	״	اختلاف در تکفیر بے نماز	۱۲۴
بعض رسوم لیلۂ ختم قرآن	۸۱	تحقیق ما اہل بہ لغیر اللہ	۹۷	عموم قدرت واجبہ صدق		تحقیق حرمان تارک سنت	
سماع متعارف	״	معنی استمداد از ارواح مشائخ	۹۹	وکذب را	״	از شفاعت واقسام شفاعت	۱۲۵
بعض بدعات محرم	״	دفع اشکال بر ثبوت نبوت	۱۰۰	تصور فیض از قلب شیخ	۱۱۸	توہین خدا ورسول	۱۲۶

مضمون	صفحہ
اہانت عالم کفرستیانی	۱۲۶
عدم کفر متکلم سبوحن خدا در مسجد	
اختصاص علم محیط بحق تعالے	″
منع ظن بر حضرت معاویہ رض	۱۲۹
حکم علم نجوم	۱۳۰
عدم تکفیر بہ غلط خواندن	
قرآن۔	۱۳۱
کتاب المناظرہ	″
دفع شبہ متعلقہ تعیین لیلۃ القدر	
باوجود اختلاف اوقات	
لیل در آفاق۔	″
معنی عدم کلام فاطمہ رض کہ	
در حدیث فدک واقع شدہ	۱۳۲
حل سوالات عیسائی	۱۳۳
دفع بعض شبہات شیعہ متعلقہ	
فضائل علی رض	۱۳۵
تقلید اہل بیت در ضمن تقلید	
مجتہدین۔	۱۴۰
بیعت مشائخ بیعت اہل بیعت	۱۴۱
رفع تردیدات بعض مالکین	
سوے قادیانی	۱۴۲

مضمون	صفحہ
اصلاح الفلسفۃ الجدیدۃ	۱۴۴
معنی لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا	″
دفع شبہ بر کامل بودن	
قرآن شریف	۱۴۶
ضرورت نبوت	۱۴۷
دفع شبہ بر کتابت اعمال	″
دفع اشکال بر بودن حق تعالے	
فوق العرش	″
دفع شبہ بر فائدہ معراج	″
دفع شبہ بر انکشاف اہل جنت	″
واہل نار در معراج	″
دفع اعتراض عیسائی و	
ترجیح عیسائیت بر اسلام	۱۴۸
دفع شبہات متعلقہ ریش	
داشتن	۱۴۹
دفع بعض شکوک متعلقہ طبعیات	۱۵۳
فرار از طاعون و وضع انگریزی	۱۶۰
جواب طلبی در کالج علیگڈھ	
وقت قدوم امیر کابل	۱۶۴
تحقیق صلوٰۃ یا دخول مسجد در نعال	

مضمون	صفحہ
جواب استدلال بآیت بحرکت زمین	۱۶۴
دفع شبہ بر اختلاف الفاظ در	
قصہ ابلیس	۱۶۷
آریوں کے پندرہ سوالات کا جواب	″
تنبیہ از اقوال عقائد فرقہ	
محمدیہ نیچریہ ہداہم اللہ الی الطریقۃ	از ۱۷۳ تا ۱۸۷
السویۃ۔	
تعلیم انگریزی وغیرہ	۱۹۰
اقتداء انگریزی خوان	″
تشبہ بکفار	۱۹۲
رسالہ خطاب الندوہ	
ندوہ کا پہلا خط۔	″
ہمارے علوم وفنون	۱۹۴
قومی خصوصیات	″
قوم کی بقا۔	۱۹۵
قومی علوم وفنون	۱۹۶
مذہب انسان کی فطرت	
میں داخل ہے۔	۱۹۸
علوم القرآن	۱۹۹
اخلاق عرب	″
ندوہ کو کیا کرنا چاہیے	۲۰۱
رسالہ الندوہ میں کیا ہونا چاہیے	۲۰۲

مضمون	صفحہ
ندوہ کا دوسرا خط بجواب	
خط مذکور	۲۰۳
جواب از ندوہ	۲۱۲
جواب از حضرت مولانا مد فیوضہم	۲۱۳
رسالہ خطاب الندوہ ختم ہوا	″
مکاتبت کالج علیگڈھ	۲۱۴
کالج کے ایک خیر خواہ کی طرف	
سے طلبی کا دوسرا خط	″
خط مذکور کا جواب	۲۱۶
رسالہ موخرۃ الظنون عن ابن خالدون	از ۲۱۸ تا ۲۲۶
بعضے از تحریرات مولانا خلیل احمد صاحب کہ بجواب سوالات صاحب فتاوی صدور یافتہ	از ۲۲۷ تا ۲۳۳
معروضات متعلق مسائل فرعیہ	۱۳۴
جواب از مولانا خلیل احمد صاحب	۱۳۶
تمت	″

جملہ تالیفات حضرت مولٰنا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ مندرجہ ذیل مطبع مجتبائی دہلی سے مل سکتی ہیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
القول البدیع متعلق جمعہ اور عیدین وغیرہ **اکسیر فی اثبات التقدیر** **الاقتصاد** فی التقلید و الاجتہاد **اصلاح الرسوم** مع ضمیمہ مجتبائی رسوم مروجہ زمانہ کی تحقیق جواز وناجواز اس مین پیدایش سے لیکر مرنے تک جسقدر رسوم ایجاد ہوئے ہین ان سبکی تردید دلائل شرعیہ سے **اوراد رحمانی و اذکار سبحانی** مجتبائی فضائل تسبیح و تحمید و تکبیر مین **بہشتی زیور** کامل الحصص مین جداگانہ ہر حصہ ۱۲ کو ملسکتا ہے دس حصہ تک اور حصہ الیعنے بہشتی گوہر **تحقیق تعلیم انگریزی** **تنشیط الطبع فی اجراء السبع** مجتبائی اختلاف قرأت اور ساتون قراتون کے معلوم ہونے کی ترکیب اور قاعدے اور قانون		**تعلیم الدین** معاش اور معاد کے طریقے **تعلیم الدین معہ تکمیل الیقین** یعنی خلاصہ سائنس اور اسلام **جزاء الاعمال** **حفظ الایمان** چند ضروری مسائل کا جواب۔ مجتبائی **حق السماع** مجتبائی در تحقیق جواز و عدم جواز سماع **حقوق الاسلام** **خطب ماثورہ** **رونمائے مثنوی** مجتبائی **سبق الغایات فی نسق الآیات** عربی ربط آیات مین بینظیر کتاب ہے مجتبائی **صفائی معاملات** ضروری احکام داد وستد **فروع الایمان** **فتاوی اشرفیہ** حصہ اول ایضاً حصہ دوم **یادگار حق القرآن** نظم		**قصد السبیل الی المولی الجلیل** تصوف و سلوک مین **قصہ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم** المسمی بہ ترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف مجتبائی **کرامات امدادیہ** **کمالات امدادیہ** **کلید مثنوی** شرح مثنوی مولٰنا روم حل المتن بزبان اردو نہایت سلیس و مطلب خیز و مختصر تقریر مین یہ شرح لکھی گئی ہے نصف دفتر اول ایضاً حصہ دوم بقیہ دفتر اول **مثنوی زیر و بم** فارسی مثنوی مولٰنا روم کے طرز پر ایک حکایت اور جابجا نکات تصوف **مجموعہ اعمال قرآنی** ہر سہ حصہ یعنے اعمال قرآنی اسرار آسمانی آثار بیانی خواص قرآنی معہ ضمیمہ لاثانی و تعویزات مفید عام مجتبائی **مواعظ اشرفیہ**		**مناجات مقبول** **مجموعہ تلخیصات عشر** مجتبائی یہ مجموعہ مولٰنا مولوی محمد اشرف علی صاحب کی تجوزہ کورس عربی کا ایک حصہ ہے جسمین حسب ذیل دس کتب درج کیگئی ہین یعنی تلخیص المرقاۃ تلخیص الشریفیہ تسہیل المعانی تلخیص المنار۔ المدار۔ درایۃ الحکمۃ تلخیص ہدایۃ الحکمۃ تلخیص البدایۃ تذییل شرح عقائد عشرہ طروس اس آخری رسالہ مین زیادہ حصہ تاریخ کا ہے اور بہت سی اصطلاحات پر مشتمل ہے جنکی ضرورت طلبا اور مدرسین کو اکثر ہوتی ہے اور واقف ہونے پر بہت سے مسائل حل ہوجاتے ہین اور پوری کیفیت ان رسالونکی نقشہ ضمان تکمیل سے جو اس کتاب کے شروع مین ہے اچھی طرح معلوم ہوسکتی ہے یہ بہت ہی مفید مجموعہ ہے۔	

—۷۷۰ (۳۷ھ) ۷۷—

کتاب ما یتعلق بالتفسیر

سوال- الحمد للہ والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ وآلہ واصحابہ وسلم اما بعد فانی احقر عباد اللہ تعالیٰ امین الحق البکر مفوری الجہانگیر نگوی البنقالے مولداً والاسحاقی الجمالی تلمذاً والحنفی مذہباً اقول واعرض عند خدامکم انہ قد خطر خطرۃ ببالی ووقع خدشۃ ما اعلم حل عقدتہا ولیس عندی کتاب احقق فیہ ذلک فرجعت الیکم الجواب وھو ان الجنۃ ابدیۃ واثمارھا ایضاً ذلک فکیف اکلہا آدم علیہ السلام فی الجنۃ وما صار ابدیاً وکیف نزلت معہ حنطۃ الجنۃ وصارت غیر ابدیۃ وما معنے الاکل والذوق فی قولہ تعالیٰ کلوا وذوقوا فان کان معناہ از دہان در شکم فرو بردن فلا یخلو ان یکون منہضما اولا والاول یستلزم منہ ان یکون الابدی فانیا وھو خلاف ما قالوا من ان الجنۃ ابدیۃ اگر این خدشہ را مطابق قواعد اہل السنۃ والجماعت بالتفصیل ارقام نمودہ ولم را جمع نمایند ہر آئینہ عند اللہ ماجور باشند کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

الجواب- قال اللہ تعالیٰ اکلہا دائم وظلہا وقال تعالیٰ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابہا دلت الآیۃ الاولی علی دوامہا وبقائہا ودلت الثانیۃ علی طعمہا وفنائہا فوجہ الجمع ان المراد بکونہا دائمۃ ابدیتہا بالنوع لا بالشخص کما یشیر الیہ قولہ تعالیٰ واتوا بہ متشابہا فبہذا انطابقت الآیات وتوافقت الروایات وزاحت الشبہات وزالت الاشکالات وھذا ظاہر جداً لمن مارس الفنون الشرعیۃ ودارس العلوم السمعیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- قد تلوت ذات یوم سورۃ المنافقین فاوقفنی اعراب بعض آیاتہ فی ریب وہی ہذہ وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین لفظ اکن معطوف علی اصدق ولا یوافقہ فی الاعراب فالمعطوف علیہ منصوب والمعطوف مجزوم فی الکتاب قال صاحب الکشاف فی تفسیر الآیۃ اکن معطوف علی محل اصدق الخ اقول ان کان محل صدق مجزوماً فکیف

رفع اشکال بر ابدیت اثمار جنت

تحقیق عطف مجزوم بر منصوب

صار ذو المحل منصوبا وان کان صاحب المحل منصوبا فقراءۃ اکون بالنصب مستقیم موافق للقیاس النحوی فکیف اختارت القراءۃ المشہورۃ جزم المعطوف اذ ہی عن جادۃ القیاس مصروف والعطف علی المحل مخالفا لذی المحل فی غیر ہذہ الآیۃ ما رأیناہ فہذا یطلب الاستناد والآیۃ محل البحث لا یصح بہا الاستشہاد وہذا الشک ما زال عن قلبی الی الآن فارجو منکم ان تزیلوہ بالبرہان والسلام الخامس والعشرون من ذی الحجۃ ۱۳۲۳ھ

الجواب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ لیعلم ان قولہ تعالیٰ فاصدق لکونہ جوابا للتمنی الذی فی قولہ تعالیٰ لولا اخرتنی منصوب لفظا ولکونہ جوابا للشرط المقدر بعد التمنی مجزوم محلا لان المعنی ان اخرتنی اصدق فاذا عطف علیہ قولہ واکن جاز فیہ الوجہان اعتبار اللفظ واعتبار المعنے ای المحل فالمنقول فے المتواتر من القراءات اعتبار المحل وفی الشواذ اختیار اللفظ لان بعضہم قرأ اکون بالنصب ولیس فی اختیار احد الجائزین ایہما کان محذور ولما کان ہذا التوجیہ منقولا کما فی الروح عن النحاۃ کابی علی الفارسی والزجاج وکذا من سیبویہ والخلیل باختلاف یسیر فی التعبیر لا یرتاب فی صحتہ واما الاستشہاد فلا یحضرنی الآن ولا ارے الیہ حاجۃ بعد نقل صحتہ عن ائمۃ العربیۃ نعم لو قال احد لا ارے قول ہؤلاء حجۃ لقام آخر ولو غیری یاتی بالشاہد واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۸ - ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

ما یتعلق بالحدیث

جواب اشکال دخول کفار نار باوجود رحمت

سوال۔ ایک صاحب فرماتے ہین کہ مجکو تعجب ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندون کو مان باپ سے بڑھکر چاہتا ہے پھر کافرون کو خلود دائمی دوزخ مین کیون فرمائے گا۔ اولاد چاہے کیسی ہی بُری سے بُری ہو لیکن باپ اس کی تکلیف ہرگز گوارا نہین کرتا اور اوسکو مصیبت مین نہین دیکھ سکتا۔

الجواب۔ یہ سوال خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے کیا تھا حیث قالت الیس اللہ ارحم بعبادہ من الام بولدھا قال صلی اللہ علیہ وسلم بلی قالت ان الام لا تلقی ولدھا فی النار فاکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبکی ثم رفع رأسہ

فقال ان اللہ لا یعذب من عبادہ الا المارد المتمرد الذی یتمرد علی امہ وابی ان یقول لا الہ الا اللہ رواہ ابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر کذا فی المشکوۃ **حضور** صلے اللہ علیہ وسلم نے جوجواب ارشاد فرمایا اوس کا حاصل اصطلاحی الفاظ مین یہ ہے کہ عباد گو عام ہے مگر دوسرے دلائل نے اس مین سے بعض کو خاص کر دیا ہے جو ملعون ہوکر دائرہ رحمت سے خود نکل گئے ہین پس عباد دو قسم کے ہوے ایک مرحومین اور اُن پر اس قدر رحمت ہے کہ والدہ کو ولد پر نہین دوسرے غیر مرحومین سو اون پر آخرۃ مین رحمت ہی نہ ہوگی پھر زیادتی کمی کا کیا ذکر یا یون کہو کہ عبادہ عام نہین ہے خود اضافت تخصیص کو مفید ہے یعنی بندگان خاص جیسے قرآن مجید مین عباد الرحمٰن کو خاص کیا ہے موصوف بصفات خاصہ سے۔ رہا یہ کہ والدہ کو تو سب اولاد پر رحمۃ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو سب عباد پر کیون نہین اسکا جواب یہ ہے کہ رحمۃ والدہ کی اضطراری ہے مشیت پر موقوف نہین اسلئے عام ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اختیاری ہے اور مشیت پر موقوف ہے جسکا سبب ظاہری اعمال صالحہ ہین اسلیے آخرۃ مین خاص ہے البتہ دنیا مین عام ہے رہا مرحومین کو تکلیف ہونا سووہ تہذیب ہے تعذیب نہین فقط واللہ اعلم۔

سوال - ایک صاحب دریافت کرتے ہین کہ حدیث کے جیون کا تیون محفوظ رہنے کی کیا دلیل ہے وحی کے محفوظ رہنے کا تو یہ سبب ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو لکھا دیا کرتے تھے مگر حدیث کے متعلق کیسے باور کیا جاوے کہ جو کچھ آپ فرماتے تھے اور اوسکو لوگ سنتے تھے پس اونکو سننے سے لفظ بلفظ یاد ہو جاتا تھا کیونکہ بہت سی حدیثین بہت طویل ہین مثلاً معراج کی حدیث اسیطرح سے صحاح مین بہت سی حدیثین ہین جو بہت طویل ہین اور اونکے واسطے یہ عقیدہ ہے کہ یہ وہی الفاظ ہین جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے مثلاً اگر کوئی شخص دس پانچ سطرین ایک مجمع کے سامنے کہے اور پھر پوچھے کہ مین نے کیا کہا تھا تو کوئی اونمین ایسا نہوگا کہ جو لفظ بلفظ کہدے کہ اوس نے یہی الفاظ کہے تھے تو اسیطرح جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اونکی نسبت یہ کس طرح باور ہو سکتا ہے کہ سننے والون کو وہی الفاظ یاد رہے اور دو برس کے بعد جب حدیثین جمع ہوئین تو وہی الفاظ جون کے تون منقول ہوتے چلے آئے لہذا اوس شخص کا قول ہے کہ اس امر کا دعوے کرنا کہ حدیث کے وہی الفاظ ہین گویا عادۃً محال ہے اسکا جواب بھی بجواب اس خط کے کسیقدر مشرح اور مدلل لکھیے؟

(حاشیہ: رفع شبہ عدم حفظ الفاظ احادیث)

ف اسکو مباحث کلام مین درج کرنا زیادہ مناسب تھا ۱۲ منہ

الجواب۔ احادیث کے محفوظ رہنے کے باب مین جو شبہہ کیا ہے یہ نیا شبہہ نہین ہے مدت سے لوگ نقل کرتے چلے آتے ہین چنانچہ سید صاحب بھی اس شبہہ کو بہت سے مباحث مین اپنا متمسک بناتے تھے لیکن یہ شبہہ چند امور مین غور کرنے سے محض مضمحل ہے۔

اول۔ صحابہ و تابعین و محدثین کی قوت حافظہ کی حکایات و قصص تواریخ مین اس قدر مذکور ہین کہ قدر مشترک متواتر المعنے ہین چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ستر اشعر کا قصیدہ ایک بار سنکر بعینہ اعادہ فرمادیا کرتے تھے امام بخاری رح کا کسی مقام پر تشریف لیجانا اور اونکی خدمت مین سئو سو حدیثون کا خلط ملط کرکے پیش کرنا اور پھر اونکا سبکو بعینہ نقل کرکے پھر سب کی تصحیح کردینا مشہور و مذکور ہے اگر یہ شبہہ کیا جاوے کہ ایسا حافظہ خلاف فطرت ہے اس لیئے یہ حکایات غلط ہین سو اول تو آج تک اس فطرت کے حدود و اصول منضبط نہین ہوئے جس سے سمجھ لیا جاوے کہ یہ فطرت کے موافق ہے یہ مخالف ہے جن امور کو بہ کثرت مشاہدہ کیا جارہا ہے یقینی بات ہے کہ اگر انکا وقوع ہوتا مگر مشاہدہ نہوتا تو ضرور اس کو خلاف فطرت سمجھا جاتا جسکا غلط ہونا اوس کے وقوع بکثرت سے معلوم کرکے عاقل سخت افسوس کرتا اور فوراً اپنے اس بے بنیاد قاعدہ کا موجب مغالطہ ہونا تسلیم کرلیتا دوسرے اس پر آجتک کوئی دلیل قائم نہین ہوئی کہ جو خلاف فطرت ہو وہ محال ہے اور اوسکا وقوع کسی وقت ہو ہی نہین سکتا بہر حال یہ عذر محض بناء الفاسد علی الفاسد ہے تیسرے اس کے خلاف فطرت نہونے پر یہ دلیل مشاہدہ قائم ہے چنانچہ ابھی قریب زمانہ ہوا کہ الہ آباد مین مولوی حافظ رحمت اللہ صاحب نابینا گذرے ہین اون کے حافظہ کے واقعات بچشم خود دیکھنے والے موجود ہین جنکو سنکر عقل دنگ ہوتی ہے کہان تک کوئی تکذیب کرسکتا ہے حافظ محمد عظیم صاحب پشاوری کی ایسی ہی حکایتین ہین ایک عالم رامپور مین ابھی گذرے ہین ایسے ہی اونکے واقعات ہین اور احقران تینون بزرگون کے دیکھنے والون سے ملا ہے اور واقعات سنے ہین **ثانی** جب اللہ تعالیٰ کو کسیوقت کسی سے کوئی کام لینا ہوتا ہے اپنی قدرۃ و حکمۃ سے اوسوقت کے لوگون کے قوی ظاہرہ و باطنہ ویسے ہی بنادیتے ہین اور یہ قاعدہ بھی منجملہ قواعد فطرت ہے دیکھیے اس زمانہ مین کیسے عجیب و غریب صنایع ایجاد ہورہے ہین کوئی پوچھے کہ اتنی عقل ہونا خلاف فطرت ہے یا موافق فطرت شق اول پر وقوع کیسے ہوا شق ثانی پر پہلے کیون نہین وقوع ہوا اگر کہا جاوے کہ طبیعت یوماً فیوماً ترقی کرتی ہے مین

کہتا ہون کہ یہ ترقی ہر طبیعت انسانیہ مین ہونا چاہیئے کیونکہ مقتضے ماہیت کا افراد مین بدلا نہین کرتا پھر
یہ تخصیص قوم دون قوم کیسی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس زمانہ مین ایسی چیزون کا ایجاد کرانا منظور ہے
ایک قوم کو ایسے قوی عنایت فرمادئے اسی طرح اگر حق سبحانہ وتعالیٰ کو جس وقت حفاظت دین کی
مقصود ومنظور ہوئی اوسوقت حاملان دین کے ایسے حافظے بنادئے تو اس مین کیا تعجب و
استبعاد ہے اس امر کا انکار تو وہی شخص کرسکتا ہے جو خدا تعالیٰ کو علیم وقدیر نمانتا ہو سو ایسے شخص
سے خطاب ہی لاحاصل ہے **ثالث** بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احادیث لکھا بھی کرتے تھے جیسے
عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض کو خود حضور نے حدیث لکھوا کردی ہے چنانچہ
حدیثون مین ہے اکتبوا لابی شاہ اور عمر بن عبدالعزیز جو پہلی ہی صدی مین ہوئے ہین اونکا اہتمام
جمع احادیث کے لیئے ابوداؤد مین موجود ہے پھر برابر محدثین اپنے طور پر لکھتے رہے البتہ کتاب کی شکل
امام مالک سے شروع ہوئی جو ۹۰ھ مین پیدا ہوئے اور ظاہر ہے کہ اتنے قریب زمانہ تک نہ لکھا
جانا مضر نہین ہوتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کسی کے دیکھنے سننے والے قریب بانقراض ہونے
لگتے ہین اوسوقت تدوین ہوتی ہے **رابع** قطع نظر قوت حافظہ کے وہ حضرات غیبی طور پر مؤید من اللہ
تھے چنانچہ احادیث مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بسط ردا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
اوسمین کچھ پڑھ دینے اور پھر اونکا اوس کو سینہ سے لگا لینے کا قصہ مذکور ہے حضرت علی رضی اللہ
عنہ کو دعا حفظ قرآن وحدیث کی تعلیم فرمانا اور پھر اونکا آیات واحادیث کو نہ بھولنا اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا اسپر ایمان کامل کی بشارۃ دینا مروی ومنقول ہے **خامس** فطری طور پر یہ بات سوچنے
کے قابل ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے دلدادہ وعاشق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قطرات
وضو پر تقاتل وتجادل کرنیوالے آپ کے بزاق ومخاط کو اپنے ہاتھون اور مونہون پر لینے والے کیا
آپکے الفاظ کو ایسا بیوقعت سمجھ سکتے ہین کہ اوسکو مدون ومحفوظ نہ کرین یونہی ضائع کردین خصوصاً
جبکہ حضور فرمادین بلغوا عنی اور یون فرمادین نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا وادا ہا کما سمعہا
اور یون فرمادین لیبلغ الشاہد الغائب اور صحابہ رض کو اس قدر اہتمام تھا کہ تناوب کا معمول کر رکھا تھا
یہ سب دلائل ہین اونکی شدت اہتمام کے اور نقل وقبول مین احتیاط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
قصون سے کہ بعض دفعہ خبر واحد پر قناعت نہین کی ظاہر ہے ایسی حالت مین ایسے احتمال کی کب

گنجایش ہے پس جب محفوظ کرنا ضروریات فطرت سے ہوا تو آگے سمجھنا چاہیئے کہ محفوظیت کے دو ہی طریقے ہین یا کتابت یا حفظ فی الذہن اور یہ معلوم ہے کہ کتابت کی عام عادت نہ تھی اور بوجہ احتمال خلط فی القرآن کے ناپسند بھی تھی پس معلوم ہوتا ہے کہ اونکو اپنے حافظون پر پورا اعتماد تھا اگر ایسا اعتماد نہوتا تو صحابہ ضرور لکھتے لکھواتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے کہ تم لکھتے کیون نہین بدون اسکے تبلیغ کیسے کروگے اور کوئی اہتمام نہ کرتا تو آپ خود مثل قرآن کے اس کا اہتمام فرماتے خصوصًا بعد اس ارشاد کے کہ دیکھو مجکو قرآن کی مثل ایک اور چیز بھی ملی ہے اگر کسیکو شبہہ ہو کہ یہ تو اثبات الحدیث بالحدیث ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ شبہہ عدم حفظ احادیث کا باعتبار الفاظ خاصہ کے ہے نہ درجہ اطلاق کے پس یہ واقعات جو بناء جواب قرار دئے ہین انکا بناء جواب ہونا الفاظ خاصہ پر موقوف نہین ایک واقعہ کی نقل ہے جسکے الفاظ خواہ کچھ ہی ہون ہر حال مین اوس سے تمسک صحیح ہے **سادس** کالشمس فی نصف النہار مشاہد وثابت ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم نے قطع نظر حفظ وضبط کے رواۃ کے تقوی وطہارت ودیانت کی سخت تحقیق کی ہے خصوصًا صفت صدق کی جب ایک شخص کا صدق یقینًا ثابت ہوا اور وہ ثابت الصدق دعوے کرے کہ یہ الفاظ مین نے اس طرح سنے ہین اور جتنے رواۃ اوس سلسلہ کے ہون سب کا یہی دعوے ہو پس دو حال سے خالی نہین یا ایسا حفظ ممکن ہے یا ناممکن ہے اگر ممکن ہے تو اب انکار کی کیا وجہ اور اگر ناممکن ہے تو اتنے بڑے بڑے عقلاء نے اسکو ناممکن سمجھکر رو در رو کیون نہین تکذیب کی اور اسکا نام فہرست صادقین مین سے کیون نہین خارج کیا اور پھر جب روایات اس قاعدہ سے مقبول ہی نہین تو تحقیق صدق سے کیا فائدہ ہوا اور یہ کہدینا کہ سب کے سب مجنون تھے اپنے جنون پر دلیل قائم کرنا ہے **سابع**۔ کتب احادیث مین رواۃ کا بکثرت یہ کہنا کہ یہ لفظ یا یہ لفظ بعد تسلیم اون حضرات کی دینداری کے جو مشاہدہ وتواتر سے ثابت ہے واضح دلیل ہے اونکے صاحب حافظہ قویہ ہونیکی اور اسکی کہ اور الفاظ جہان اونہون نے ایسا شک نہین ظاہر کیا اونکو خوب ہی یاد ہین اور اونکو پورا اعتماد ہے اگر یہ شبہہ ہو کہ پھر ایک ہی حدیث مین مختلف رواۃ مختلف الفاظ کیون لاتے ہین جواب یہ ہے کہ احادیث مین وارد ہے کہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ ایک بات کو تین بار اعادہ فرمائے تھے پس ممکن ہے کہ ایک نے ایک لفظ نقل کردیا دوسرے نے دوسرا لفظ اور احیانًا

سہو بھی ہو سکتا ہے لیکن جہان ایسا احتمال ہو اوس جگہ استدلال مسائل مین اوس لفظ سے نہین کیا گیا بلکہ واقعہ مشترک الثبوت سے کیا گیا ہے پھر الفاظ کی کمی بیشی کیا مضر ہے **ثامن** تواریخ جنکی سند احادیث کی برابر تو کیا اوس سے ہزارویں حصہ مین بھی نہ متصل نہ اوس مین اوتنی احتیاطین پھر بھی تمام عقلاء اوسپر مدار کار کرتے ہین احادیث کہ جس مین اسقدر احتیاطین کی گئی ہین اونکے مقبول نہ ہونے کی کیا وجہ **تاسع** تمام شبہات کا اثر صرف الفاظ احادیث کے محفوظ ہونے پر پڑتا ہے اگر سب اجوبہ مذکورہ سے قطع نظر بھی کرلی جاوے تو اسقدر جواب کافی ہے کہ علمانے روایت بالمعنے کے جواز کی تصریح کی ہے جہان الفاظ مشتبہ ہون وہان معنی مشترک سے استدلال کیا جاتا ہے اوسمین کیا خلل ہے اور اکثر استدلالات واقعات ہی سے ہین **عاشر** متواتر تمام اہل عقل کے نزدیک خواہ صاحب ملت ہو یا نہو حجت ہے اور حد تواتر کی یہی ہے کہ قلب اوسکے ثبوت پر شہادت دینے لگے حتی کہ بعض اوقات دو تین شخصون کے یہ اخبار کہ فلان حاکم نے یہ لفظ کہا تھا درجہ تواتر مین سمجھا جاتا ہے پھر جب ایک لفظ مختلف روایات واسانید سے تمام صحاح مین موجود ہے فطرۃً قلب اوس کے ثبوت پر شہادت دیگا ہرگز اوس کے تواتر مین شبہ نہ رہیگا ان امور عشرہ مین جو شخص خالی الذہن ہو کر نظر غائر سے دیکھیگا انشاء اللہ تعالی شبہہ مذکور کا اوسکے قلب مین نہ عین رہیگا نہ اثر ع انائیکہ پر شد دگر چون پرد + اب اس مضمون کو ایک شبہ کے جواب پر ختم کرتا ہون وہ یہ ہے کہ شاید کوئی شخص کہے کہ اگر صحابہ رض کا ایسا حافظہ تھا تو قرآن لکھانیکا حضور نے کیون اہتمام فرمایا جواب یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ علاوہ اثبات احکام کے تحدی بھی مقصود تھی اور الفاظ متقاربہ اوس کے لیے مضر تھے بخلاف احادیث کے کہ الفاظ سے تحدی مقصود نہین لہذا تقارب الفاظ گوارا کیا گیا کہ استدلال کے لیئے کافی ہی لہذا اوسکا اہتمام کیا گیا اس کا نہین کیا گیا! ١٣- رجب ١٣٢١ھ

سوال- آج کل یہان غیر مقلدی کا بہت زور شور ہو رہا ہے حتی کہ نماز مین کہا جاتا ہی کہ ایڑی سے ایڑی اور چھنگلیا سے چھنگلیا ملا کر کھڑے ہوا کرو اور بہت لوگ کھڑے بھی ہوتے ہین -

الجواب- فی المشکوٰۃ باب تسویۃ الصف عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینہما وحاذوا بالاعناق الحدیث رواہ ابوداؤد وعن ابی امامۃ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سووا صفوفکم وحاذوا

بین مناکبکم الحدیث رواہ احمد حدیث اول مین رصوا کے بعد قاربوا آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تراص بمعنے مماست اقدام وغیرہ لیا جاوے تو قاربوا کے منافی ہوگا کہ مقاربت چاہتا ہے عدم مماست کو جیسا کہ ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ مقصود مقاربت ہے اسکو مبالغۃ تراص یا بعض حدیثون مین الزاق فرمادیا اور آگے جو حاذوا آیا ہے گویا اُسی کی تفسیر ہے اور اسکو دوسری حدیث مین حاذوا بین مناکبکم سے تعبیر کیا ہے۔ وہذا ظاہر جدا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۹۔ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال۔ یہان ایک مولوی صاحب جو اپنا شمار اہل حدیث مین کرتے ہین لیکن ایک بزرگ و سنجیدہ آدمی ہین آج کل تشریف لائے ہین نماز جماعت مسجد مین وہی پڑھاتے ہین انھون نے صف بندی مین الزاق الکعب بالکعب کو بہت رواج دیا ہے ہر شخص جماعت مین پیر کو اپنے پاس والے کے پیر سے چسپان کرتا ہے اس مین چند فتور ہوتے ہین اول درمیان دونون پیر ایک آدمی کے فصل زیادہ ہوجاتا ہے دوسرے جسکا پیر چھوٹا ہے وہ صف سے پیچھے معلوم ہوتا ہے یعنی اُسکا مونڈھا مونڈھے سے نہین ملتا تیسرے جب سجدہ مین جاتے ہین تو سب کے پیر اپنے مقام سے ہٹ جاتے ہین پھر جب دوسری رکعت مین کھڑے ہوتے ہین تو پیرون کی طرف ملتفت ہوکر ان کو دونون طرف بڑھا کر ایک دوسرے سے ملاتے ہین اس التفات وحرکت غیر مامور بہا کو مکروہ خیال کرکے اپنے طریق پر قائم رہا اور ہون بعض حضرات نے مجھسے کہا تو مین نے جواب دیدیا کہ میرے فعل سے آپ کو کیا بحث لیکن ایک روز مولوی صاحب ممدوح نے اس پر مجھے ملامت کی اور کہا کہ تم تارک سنت موکدہ ہو مین نے کہا کہ اس کا سنت ہونا غیر ثابت ہے پس آپ مجھپر افترا کرتے ہین یہ آپ کو مناسب نہین انھون نے ثبوت مین روایت نعمان بن بشیرؓ کی جس کا جزو یہ ہے رایت الرجل منا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وکعبہ بکعبہ اور روایت حضرت انسؓ کی فکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ فی الصف رواہ البخاری پیش کی مین نے کہا حدیث اول سے مواظبت نہین نکلتی اور حدیث ثانی سے الزاق الکعب کا استدلال صحیح نہین بہت ناراض ہوے پھر کہلا بھیجا کہ اپنے شبہات تحریرا پیش کردین آپ کا اطمینان کردون گا مین نے ایک جزو مین تقریر لکھکر بھیجدی جواب آجتک نہین دیا اس شبہہ مین تمام لوگ پھر الزاق الکعب کے تارک ہوگئے۔ اب آپ سے عرض ہے کہ اس بیان کو مفصلاً

تحریر فرمائیے کہ میرا اور اور لوگون کا اطمینان ہوجاوے۔

الجواب۔اس باب مین مختلف الفاظ سے روایات آئی ہین بخاری کے الفاظ تو سوال ہی مین مذکور ہین اور سنن ابوداؤد مین نعمان بن بشیرؓ سے یہ الفاظ آئے ہین قال فرأیت الرجل یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ ورکبتہ برکبۃ صاحبہ وکعبہ بکعبہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً یہ الفاظ ہین قاربوا بینہا وحاذوا بالاعناق اور عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً یہ الفاظ ہین حاذوا بالمناکب اور یہ امر یقینی ہے کہ ان سب عبارات کا معبر عنہ ایک ہی ہے اسی کو کہین الزاق سے تعبیر کردیا کہین مقاربت سے کہین محاذاۃ سے اس سے معلوم ہوا کہ محاذاۃ ومقاربت ہی کو الزاق کہدیا ہے مبالغۃً فی المقاربۃ دوسرے اگر الزاق کے معنی حقیقی لیے جاوین تو الزاق المناکب اور الزاق الکعب اس صورت متعارفہ معتادہ مین مجتمع نہین ہوسکتے کہ مصلی اپنے قدمین مین خوب انفراج رکھے کیونکہ اس مین الزاق الکعاب تو ہوگا لیکن الزاق المناکب نہوگا جیسا کہ ظاہر اور مشاہد ہے اور کوئی وجہ نہین کہ الزاق الکعاب کو مقصود سمجھا جاوے اور الزاق المناکب کی رعایت نہ کیجاوے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ الزاق المناکب اصل ہے اور الزاق الکعاب غیر مقصود تیسرے الزاق الکعاب کی جو صورت بھی لیجاوے الزاق الرکب کے ساتھ اُس کے تحقق کی کوئی صورت نہین کیونکہ رکبہ بمعنے زانو کا الزاق دوسرے رکبہ سے جب ہوسکتا ہے کہ دو شخص باہم متقابل اور متواجہ ہون جیسا کہ ظاہر ہے البتہ محاذاۃ رکب مین ہر حال مین ممکن ہے ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ جس الزاق کا دعویٰ کیا جاتا ہے حدیث اس پر دلالت نہین کرتی بلکہ فرجات چھوڑنے کی ممانعت سے اس کی نفی ہوتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۹۔شوال ۱۳۲۳ھ

تحقیق حدیث لولاک لما خلقت الافلاک

سوال۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعث ایجاد عالم ہین یا نہین اور حدیث لولاک لما خلقت الافلاک پایہ ثبوت کو پہونچی ہے یا نہین اور یہ حدیث کس کتاب مین ہے۔

الجواب۔آپ کی اولیت خلق تو بعض روایات سے معلوم ہوتی ہے جیسا بعض رسائل مین بحوالہ مواہب لدنیہ بتخریج عبدالرزاق بروایت حضرت جابر بن عبداللہؓ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول دیکھا گیا ہے کہ سب سے اول حق تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا آہ لیکن یہ

حدیث مذکور فی السوال کہین نظر سے نہین گذری اور ظاہراً موضوع معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم
۲۸- رجب ۱۳۲۴ھ

تحقیق حرم شدن مدینہ

سوال- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم مدینہ منورہ کے متعلق یہ الفاظ انی احرم ما بین لابیتہا کما حرم ابراھیم علیہ السلام مکۃ (او کما قال) حنفیہ کے نزدیک کیون ماؤل ہے اس کے معارض اس سے قوی کوئی مضمون ہے جو حرم مدینہ کے حرم مکہ کی طرح ممنوع قطع الاشجار وغیرہا ہونے کے لیے مانع ہے۔

الجواب- صحیح مسلم مین حدیث تحریم مدینہ مین ہے لایخبط فیہا شجرۃ الا العلف اور صحاح مین ہے یا ابا عمیر ما فعل النغیر اور خبط شجرہ مطلقاً و تعرض للصید کی حرمت لوازم تحریم بالمعنے المتعارف سے ہے پس انتفاء لازم مستلزم ہوگا انتفاء ملزوم کو اس سے معلوم ہوا کہ تحریم لغوی درجہ ندب مین ہے جیسا ابو داؤد مین موضع وج کے باب مین جو ناحیہ طائف مین ہے آیا ہے صید وج وعضاہہ حرم محرم للہ اور گو حدیث ابی عمیر مین احتمال تقدم علی احادیث التحریم کا ہے مگر اول حدیث مین یہ احتمال بھی نہین فقط ۱۸- صفر ۱۳۲۵ھ

دفع شبہ تعارض مذہب حنفی با حدیث در مسئلہ اعتاق

سوال- جاء فی حدیث الترمذی ص ۲۱۲ مطبوعہ اصح المطابع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اعتق نصیبا لہ فی عبد فکان لہ من المال ما یبلغ ثمنہ فہو عتیق من مالہ والا فقد عتق منہ ما عتق و مذہب ابی حنیفۃ رح خلاف ذلک لانہ قال ان کان موسرا ضمن او استسعی الشریک العبد او اعتق وان کان معسرا لایضمن لکن الشریک اما ان یستسعی او یعتق اس حدیث اور مذہب امام صاحب رح مین مطابقت فرما دیجئے۔

الجواب- یہ حدیث مجمل ہے اور امام صاحب کا مذہب اسی حدیث کی تفصیل اور ظاہر ہے کہ اجمال اور تفصیل مین معارضہ نہین ہوا کرتا کیونکہ اجمال مین نفی واثبات مسکوت عنہ ہوتے ہین تفصیل اس کے ساتھ ناطق ہوتی ہے اور ناطق و ساکت معارض نہین ہوتے تقریر اس کی یہ ہے کہ حدیث سے صورت اعسار معتق مین تجزیہ اعتاق کا ثابت ہوتا ہے اور اس باب مین کل دو ہی مذہب ہین تجزیہ مطلقا یا عدم تجزیہ مطلقاً اور یسار و اعسار کا تجزیہ و عدم تجزیہ مین متفاوت ہونا باجماع مرکب باطل ہے پس جب صورت اعسار مین تجزیہ ثابت ہو گیا تو صورت یسار مین بھی ثابت ہو گیا اور

تجزیہ کے لوازم مین سے ہے احتباس مالیت حصہ غیر معتقہ عند العبد اور اس احتباس کے لوازم مین سے ہے تضمین عبد اور بقاعدہ الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ جب تجزیہ ثابت بالنص ہے تو تضمین عبد بھی بواسطہ ثابت بالنص ہے اور اطلاق دلیل سے قیاس مقتضی ہے اس اقتصار علی التضمین العبد کے عموم کو پس حدیث نے فہو عتیق من مالہ سے اس عام کی تخصیص کر دی یعنی صورت یسار معتق مین تضمین معتق بالکسر بھی جائز ہے جیساکہ تضمین معتق بالفتح کی بھی جائز ہے اور صورت اعسار مین وہی حکم ہے تضمین عبد کا جو مقتضا ہے تجزی اعتاق کا اس لئے استسعی العبد کو تعبیر فرمایا گیا عتق منہ ما عتق سے اور اعتاق کا جواز دونون صورت مین چونکہ اظہر تھا اس لیے اُس سے کہین تعرض نہین فرمایا تحمل ضرر کا برضائے خود ظاہر الجواز ہے فقط ۱۴۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

معنی حدیث لا تشد الرحال

سوال۔ غیر مقلد لوگ اس حدیث شریف سے تمسک پکڑتے ہین کہ زیارت قبور اور عروس اولیا عظام پر یا کسی اور متبرک مکان کو سفر کر کے جانا درست نہین ہے وہ حدیث یہ ہے عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصے ومسجدی ھذا اب علمار کرام سے دریافت کیا جاتا ہی کہ اس حدیث سے ان مقامات مذکورہ پر سفر کر کے جانے کی ممانعت ثابت ہے یا نہین یعنی ان مقامون پر سفر کر کے جانیوالا گنہگار ہے یا نہین۔

الجواب۔ اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ بہ نیت تضاعف صلوٰۃ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنا ممنوع ہے اسکو زیارت قبور سے کوئی علاقہ نہین البتہ اعراس متعارفہ کا مجمع خلاف سنت ہے اس سے احتراز ضروری ہے۔ ۱۳۲۵ھ

تطبیق درمیان حدیث عدت مختلعہ یک حیض و سہ حیض

سوال۔ ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے انھا اختلعت علے عھد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فامرھا النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان تعتد بحیضة رواہ الترمذی صفحہ ۱۵۲ کتاب الطلاق اس حدیث مین ایک حیض عدت لکھی ہے دوسری حدیث شریف مین جو صاحب ہدایہ نے روایت کیا ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الخلع تطلیقة بائنة اور بائن کی عدت تین حیض ہین ان مین کس طرح تطبیق ہونا چاہیئے۔

الجواب۔ حیضة تنوین افراد کی نہین جسپر ایک حیض کا عدت ہونا لازم آوے پس معنے حدیث

کے یہ ہین کہ یہ امر فرمایا کہ حیض سے عدت پوری کرے نہ کہ اشہر و وضع حمل سے کیونکہ وہ حائضہ تھین اور دوسرا مسلک یہ ہوسکتا ہے کہ ثلثہ قروء مطلقہ کی عدت منصوص قطعی ہے پس تعارض کے وقت خبر واحد پر عمل متروک ہوگا فقط ۱۹- ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سلوک

سوال - اب کچھ اپنی تباہی کا حال بیان کرتا ہون امیدوار ہون کہ سمع خراشی کی بابت معاف فرمایا جاؤن جس کا یقین کامل ہے ۔حضرت ابتو نہایت ابتر حالت ہے وظیفہ وغیرہ سب ترک ہے اگر بجبر تسبیح لیکر بیٹھتا ہون جی گھبراتا ہے قید شمار تسبیح سے جی الجھتا ہے تب خاموش بیٹھ جاتا ہون اُس مین البتہ کبھی کچھ عرصہ تک نیند کہون یا کیا کہون خبر نہین رہتی کہ کہان ہون اور کیا ہون ہان اتنا ضرور ہے کہ شغل اشغال قطعًا بند ہین کیونکہ دل الجھتا ہے لیکن اس کا نہ ہونا ہردم سوہان روح ہے اور ایک بات یہ بھی کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے کیونکہ خدا جانے مین کچھ سمجھتا ہون اور ہو کچھ اور وہ یہ کہ زیادہ اوقات مین اور کبھی کبھی ہر کام مین اور کبھی کبھی نہین بھی دھیان اللہ کا دل مین رہتا اگر کچھ تسکین اسوقت ہے تو اس سے ہے اگرچہ زبانی یا بالقصد تسبیح کے ذکر نہین کرتا ہون خیر یہ بھی غنیمت ہے کہ کبھی دھیان تو اپنے اللہ کا آجاتا ہے بیشتر جو سوز و گداز اور غلبہ رہتا تھا اس کا پتہ بھی نہین ہے اب فرمایئے کہ یہ کیا حالت واقع ہوئی اور کیا علاج کیا جاوے کل صفحہ ۹۶ رسالہ تعلیم الدین پڑھ رہا تھا کہ ایک موقع جہان پر حضور نے تعرشات سالک تحریر فرمائے ہین نظر سے گذرا بجنسہ اپنی حالت کو اعراض - حجاب - تفاضل - سلب مزید - سلب قدیم تسلی مین مبتلا پایا لیکن الحمد للہ کہ عداوت نہین پائی جاتی اب فرمایئے کیا ہوا اور کیا کرون آپنے تحریر فرمایا ہے کہ سالک اگر عبادت مین کوتاہی کرتا ہے تو راجع ہوجاتا ہے - اب فرمایئے کہ مین کس ذیل مین ہون للہ جلد جواب دیجیے گا اور علاج فرمایئے گا کیونکہ تحریر مذکور الصدر کو دیکھکر میرا دل بیقرار ہوگیا ہے اور بدحواسی سی پیدا ہوجاتی ہے جس کا کیا بیان کرون دل ہی جانتا ہے اگر خدانخواستہ کوئی بات خلاف ظہور مین آوے تو اللہ کو علم ہے کہ میری کیا حالت ہوگی للہ صاف صاف جواب تحریر فرمائیگا ہرچہ بادا باد اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرماوین اور حضور کو مع متعلقین

خوش وخرم رکھیں آمین ثم آمین بیشتر اس قدر تسبیح پڑھتا تھا کہ تیس تیس ہزار تسبیح علاوہ نماز ونوافل کے روز مرہ ہو جاتی تھیں اور ایک ذوق ہوتا تھا اب قسمت میری یہ حالت واقع ہوئی بہرحال اللہ کا شکر ہے پیشتر جوش وخروش ابتدا میں تھا اب ایک معمولی حالت ہوگئی ہے کوئی نئی بات نہیں معلوم ہوئی بلکہ پیشتر سے اپنے میں بدرجہا کمی معلوم ہوتی ہے۔ میرے خیال میں پیشتر سے بعوض ترقی کے کمی معلوم ہوتی ہے اب آپ تحریر فرمائیے کہ کیا ہے خدانخواستہ جو عبارت تعلیم الدین میں تحریر ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کیفیت تو نہیں ہے مختصراً یہ عرض ہے کہ اب ذکر وغیرہ کچھ نہیں بن پڑتا ہے۔ البتہ میرے خیال میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فکر کچھ ضرور ہے کیونکہ دل میں اللہ کی یاد کبھی کبھی ضرور رہتی ہے یہ کمی اشغال ومعمولات نہ معلوم کیوں ہوگئی براہ کرم مطلع فرمایا جاؤں بعض دفعہ اپنی تصویر مجسم اپنے روبرو بیٹھے ہوئے نظر آتی ہے ہرچند آنکھ بند رہتی ہے کبھی کبھی آنکھ بند کر لینے سے جو چیز روشن ہو یا مثل رنگ آسمان کے ہو آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی نظر آتی ہے مثلاً ایک تجربہ یہ کہ ایک روز اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا سامنے دروازہ کے ایک چھجہ تھا اور اس پر کچھ کھلا ہوا مطلع اندر مکان سے نظر پڑتا تھا آنکھ بند کر کے جو دیکھا تو وہی نقشہ نظر آیا پھر آنکھوں پر ہاتھ رکھکر دیکھا بجنسہ نظر آیا۔ فقط

الجواب مشفقم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا حال اچھا خاصہ ہے۔ عبادت کے مختلف طریقے ہیں فکر بھی عبادت ہے ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل وخوار قاصر وناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال میں حاصل ہے ہاں مذموم حالت دو ہیں ایک معصیت دوسری غفلت سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہیں ہے رہا غلبہ اور شوق یہ حالات عارضیہ میں سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم ودائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپکو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں ہے آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہیئے اور اپنے کام میں سہولت اور راحت سے لگے رہیئے پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے صحت کی خبر نہیں سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں۔ اس[۱] میں جو تحریر فرمایا ہے وہ تصرف قوت متخیلہ کا ہو اگر حس

[۱] یہ جواب ہے اس عبارت کا جسمیں سائل نے لکھا تھا کہ لون آسمان وغیرہ کا آنکھ بند کرنے سے نظر آتا ہے ۱۲

مشترک ہین الوان والنوار مرئی کے رہ جاتے ہین جو آنکھ بند کرنے سے بھی نظر آتے ہین یہ نہ محمود ہے نہ مذموم تردد نہ فرماوین۔ فقط

سوال۔ حضرت اقدس مولانا صاحب۔ بعد سلام مسنون آنکہ نامۂ نامی رسید قبول بیعت منکوحہ بندہ معلوم گردید خرسندگی لانہایت حاصل گردید وظیفہ مرقومہ راحسب فرمان جناب تعلیم یافت وبالفعل آن خادمہ جناب امیدوار است از ذکراذکار نیز ارشاد فرمایند زیادہ از طرف او سلام و امید دعاست ثانیا اینکہ دریجا چند مردمان لفظ انا الحق ے گویند وبعض مولویان این دیار اوشان را کافر گویند لہذا امیدوارم معنے انا الحق چیست ونزد صوفیہ کرام جائز است یا نہ تحریر فرمایند۔

الجواب۔ عزیز من۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ زنان را اوراد و وظائف بس است اذکار کہ بطور اشغال می باشند مناسب حال اوشان نیست ہان اگر نزدیک معلم باشند لاباس بہ است اگر زیادہ اصرار ورغبت یابند اسم ذات اللہ اللہ شش ہزار بار بخلوت نشستہ خواندن امر فرمایند و ہر تغیرے کہ درحالت پیش آید بزودے ہرچہ تمامتر اطلاع دادہ باشند اوشان را از من سلام ودعا رسانند انا الحق اگر بلا تاویل وبلا غلبہ حال گفتہ شود بے شک موجب کفر است شکے نیست واگر بتاویل گویند کہ انا الثابت الموجود لا الموھوم کما یقول بہ السوفسطائیۃ یا انا مظھر للحق کما یکون المصنوع مظھرا للصانع کفر نباشد مگر چونکہ موہم کفر است لہذا معصیت وبدعۃ سیئہ خواہد بود توبہ وکف ازین کلمات واجب خواہد بود واگر در غلبہ حال کہ عادم اختیار وقصد باشد گوید نہ عاصی خواہد بود ونہ کافر دانی مثل ہذا ظاہر از حال جہال این زمان کہ خرقہ تصوف در برکشیدہ اند ہمین است کہ ازین کلمات متاع ایمان برباد می دہند ہداہم اللہ تعالیٰ وہرچہ در شرع ناروا است نزد صوفیہ ہم خطا است صوفیہ کرام از جادۂ شرع بیرون نمی روند وہر کہ بیرون افتاد تصوف از دست داد ہمہ آنچہ گفتہ شد ظاہر وباہر است کالشمس فی نصف النہار واللہ اعلم۔

سوال۔ ربط القلب بالشیخ کے کیا معنے ہین۔

الجواب حقیقت اِس کی شیخ سے ازدیاد محبت ہے اور صورت اس کی شیخ کا تصور ہے جو احیاناً سبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اوس کی حقیقت کا افاضہ برکات وانوار ہے اور فائدہ اوسکی صورت کا دفع خطرات ہے مگر حقیقت وصورۃ دونون مین شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علماً وعملاً متجاوز نہو

حکم تعلیم زنان وحکم انا الحق وغیرہ صاحب حال ۱۲

معنے ربط قلب

ورنہ معصیت و بدعت سے نسبت باطنی ظلمانی ہوجاوے گی فقط واللہ اعلم - ۲ - ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال - جذبہ کی کیا حقیقت ہے -

الجواب - بلا واسطہ اکتساب و مجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہو جاتے ہین اوسکو جذب کہتے ہین اور اجتبا د محبوبیت اور مرادیت بھی کہتے ہین فقط واللہ اعلم -

سوال - ذکر جلی اور خفی کرنے کا کیا طریقہ ہے -

الجواب - بعض کی اصطلاح مین قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہین اور بعض کی اصطلاح مین لسانی کے جہر کو جلی اور غیر جہر کو خفی کہتے ہین اور طریقے دونون کے کتب سلوک مین مذکور ہین مگر بدون تعیین شیخ کے خود کسی طریق کا اختیار کرنا نافع نہین ہے حصول نسبت مین -

سوال - ذکر جلی کی حد کیا ہے -

الجواب - ادنی کی حد تو معین ہے اصطلاح اول پر تو تحریک لسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود کما صرح بہ الفقہاء لیکن اکثر کی کوئی حد نہین اپنی نشاط پر موقوف ہے مگر اوسکے جواز کی یہ شرط ہے کہ کسی مصلی یا نائم کو تشویش و ایذاء نہ ہو کما صرح الفقہاء بہ - فقط واللہ اعلم - ۲ - ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال - مولانا رومی رح پیر چنگی کے قصہ کے درمیان فرماتے ہین ؎ مصطفےٰ بیخویش شد زان خوب صوت + شد نمازش در شب تعریس فوت + در شب تعریس پیش آن عروس + یافت جان پاک ایشان دست بوس + اسکی تشریح بعض شراح نے اس طرح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رض کی روحی آواز اذان سے (کیونکہ بظاہر تو اوسوقت اذان تھی ہی نہین) بے ہوش اور مستغرق مشاہدہ تجلیات الہی مین ہو گئے کیونکہ اونکی آواز آواز ذات حق اور نفخہ الہی تھی جیساکہ گذشتہ اشعار سے مفہوم و متصور ہوتا ہے اور بظاہر شعر کے معنے یہی ہین اور جہانتک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ وجہ آپ کی غفلت کی نہ تھی بلکہ فی الواقع نوم تھی کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از خواب شریف کے بلال رضی اللہ عنہ کو واسطے بیدار کرنے کے تنبیہ کرنا اور بعد نماز فوت ہونے کے فرمانا کہ بلال کو شیطان نے خواب مین ڈالدیا اور یہ وادی وادی شیطان ہے جلدی بڑہو آگے چلکر نماز قضا پڑھین گے اس گذشتہ وجہ اور ظاہر مطلب شعر کے بالکل منافی ہے کیونکہ اگر واقعی آپ کی حالت استغراقی تھی تو پھر آپ کے اس ارشاد عالی کے (کہ ہمکو بیدار

ف حقیقت جذب

ف طریق ذکر جلی و خفی

ف حد ذکر جلی

ف حل اشعار مثنوی متعلق قصہ شب تعریس

کرنا جو صاف حالت نوم پر دال ہے) کیا معنے اور بلال کے اوس جواب کا کہ یا حضرت مجھپر بھی وہی خواب غالب آگئی تھی جو آپ پر تھی) کیا مطلب غرض جملہ الفاظ حدیث کے ارتباط وتعلق سے بھی معلوم ہوا کہ واقعی آپ پر نوم غالب تھی۔ نیز آپ پر تو اکثر تجلیات الٰہی کا نزول ومشاہدات حق کا ہبوط رہتا تھا کبھی ایسا نہوا کہ آپ کی نماز قضا ہو گئی ہو اسی وقت کی کیا خصوصیت تھی علاوہ ازین حالت نماز سے زیادہ تو کوئی وقت قرب کا نہین کہ جسکے بارہ مین الصلوٰۃ معراج المومنین ارشاد ہے چاہیئے کہ اس مین زیادہ حالت استغراق ہو یہانتک کہ محو ذات حق ہو کر رکوع وسجود کی بھی اصلا خبر نرہے یعنی اگر قیام کی حالت مین استغراقی حالت کو عروج ہوا تو قیام مین رہے رکوع کی نوبت ہی نہ آئی اگر حالت رکوع مین یہ کیفیت طاری ہوئی تو قعود تک نہ پہونچ سکے علی ہذا مگر کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ موقع نہین گذرا۔ قطع نظر ان سب کے جو کچھ بھی معنے لیے جاوین خواہ حالت استغراقی مراد لین یا کیفیت نومی تو پھر حضرت کے اس ارشاد (تنام عینی ولا ینام قلبی) کے کیا معنے اگرچہ بعض شروح مین بعض اعتراضات کے جواب مین مرقوم ہین مگر لایق تشفی نہین بلکہ مزید بران انواع انواع کے شبہات قلب مین جاگزین ہوتے ہین حضور پر نور خوب حدیث شریف کے ظاہری وباطنی مطلب اور مولانا کے اشعار کے مدعا سے مطلع فرمائین۔

الجواب۔ اول چند امور بطور مقدمات عرض کرتا ہون کہ مطلب مین سہولت ہو۔ **امر اول** جو امر نص مین مسکوت عنہ ہو اوسکا دعوی کرنا کسی قرینہ سے نص کی مخالفت نہین البتہ امر مثبت فی النص کی نفی یا منفی فی النص کا اثبات یہ مخالفت نص کی ہے **امر دوم**۔ جو واقعہ وجوہ مختلفہ کو محتمل ہو اور اس کی وجہ منقول نہ ہو کسی دلیل ظنی سے اوس کی تعیین کرنا کچھ مضائقہ نہین جیساکہ فلاسفہ مورخین نے ظن سے ہر واقعہ کے اسباب وعلل نکالے ہین **امر سوم** اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہین اسیطرح اتحاد سبب سے اتحاد سبب السبب ضروری نہین **امر چہارم** کاملین کو استغراق دائمی نہین ہوتا **امر پنجم**۔ کسی شئے کا محمود ہونا اوس کے مقصود ہونے کو مقتضی نہین **امر ششم** اشعار مین بہت سی لفظی شاعری رعایات بھی ہوتی ہین **امر ہفتم** کسی حاسہ کے تعطل سے اوس کے مدرکات کا ادراک نہین ہوتا۔ بعد تمہید ان مقدمات کے سنا چاہیئے کہ مولانا نے اول اذان بلال رضؓ کا ندای حق سے ناشی ہونا بیان کیا ہے اس شعر مین ؎ زان دمی کادم الخ اسکے بعد دو شعرون مین اوس

ندائے حق کا اثر بیان فرماتے ہین کہ آپ اوسکے اثر سے بیخود مستغرق ہو گئے اور استغراق مین نماز قضا ہو گئی تو شب تعریس مین اوس محبوب مطلق یعنی ذات حق کے روبرو آپ کی روح بحیثیت استغراق حاضر تھی آہ یہان مولانا نے استغراق کو سبب فوت صلوۃ کا ٹھہرایا اور حدیث مین اس کی وجہ نوم آئی ہے مگر چونکہ ممکن ہے کہ نوم کے بعد یہ استغراق ہو گیا ہو لہذا کچھ تعارض نہین اب یہ کہ طول نوم کی کیا وجہ تھی سو نوم بلال وغیرہ کا سبب مجئی شیطان ہونے سے یہ لازم نہین کہ نوم نبوی کی وجہ بھی یہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ استغراق ہو کیونکہ اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہین (بحکم مقدمہ سوم) اور ہرچند کہ حدیث مین استغراق کا سبب ہونا مذکور نہین مگر اوس کی نفی بھی نہین تو اگر اوسکے سبب ہونے کا دعوے کیا جاوے تو حدیث کی مخالفت نہین (بحکم مقدمہ اوّل) اور چونکہ آپ کی شان پاک کے مناسب یہی وجہ ہے اسلئے دوسرے وجوہ محتملہ مین سے اسکو ترجیح دینا مضائقہ نہین (بحکم مقدمہ دوم) اور مولانا نے محض استغراق کا اثر ندا ہونا بیان کیا ہے جو کسی درجہ مین محمود ہے اوس کا فضل بیان کرنا مقصود نہین تاکہ یہ شبہ ہو کہ اگر استغراق مین یہ فضیلت ہے تو نماز کیون فوت ہوئی کیونکہ محمودیت مستلزم مقصودیت نہین (بحکم مقدمہ پنجم) اور چونکہ استغراق دائمی نہین ہوتا اس لیئے دوسرے حالات کے اعتبار سے شبہ نہین ہوسکتا۔ (بحکم مقدمہ چہارم) اور لفظ عروس صرف رعایت لفظی ہے نہ بیان اشتقاق تاکہ لغت کی مخالفۃ کا شبہ ہو (بحکم مقدمہ ششم) اور وقت مبصرات سے ہے اور نوم عین سے کہ مثل نعاس کے ہے حاسہ بصر معطل اور قوت التفات مختل ہو جاتی ہے لہذا اوسکا ادراک نہ ہوا (بحکم مقدمہ ہفتم) فقط

سوال۔ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ بعد سلام سنت الاسلام آنکہ اس احقر نے اپنے مرشد کی حیات ظاہری مین قریب پانچسال کے ریاضت شاقہ کر کے کسیقدر دل کی صفائی حاصل کی تھی اور امید تھی کہ نقشہ حب الٰہی دلپر منقش ہو جائے گا مگر بقول شخصے ؎ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ٭ کہ خضرؑ از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را٭ مولانا کی عمر نے وفا نہ کی سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا نفس اور شیطان جو انسان کے حقیقی دشمن ہین اونکا قابو چلگیا قافلہ سالار آگے چلدیا قافلہ جنگل مین ٹکراتا رہا کچھ عرصہ تک تو ذوق و شوق رہا آخر کو اس مین کمی شروع ہوئی غرضکہ اب حالت ناگفتہ بہ تک پہونچگئی نہ کہتے بن پڑتی ہے نہ چھپانے سے کام چلتا ہے

ہے طبیب حاذق سے مرض چھپانا گویا کہ اپنی موت کا سامان کر لینا ہے چونکہ عرصہ سے احقر کا میلان خاطر حضور پرنور کی طرف ہے اس لیے آپ سے زیادہ کوئی اپنا معالج نہین سمجھ سکتا اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ بہت جلد اصلاح اور درستی ہو جائیگی مفصل حالات تحریر کرنے کے واسطے تو ایک دفتر چاہیئے مگر کسیقدر مجملاً حضور کی اطلاع کے واسطے تحریر کرتا ہون۔ چھ ماہ کا عرصہ ہوا کہ ایک عورت جس کا چال چلن اچھا نہین ہے خواہ مخواہ میریطرف رجوع ہو گئی اول تو اپنے ناز و انداز سے میرے دل کو لبھایا اور جب اپنے اوپر اوس نے مجھکو فریفتہ کر لیا تو خود بخود کشش کر بیٹھی بس اوسکا کھنچنا میرے لیئے قیامت کا آجانا ہو گیا عشقبازی کا مزا اور درد فراق کی لذت ہجر کی کیفیت وصل کی طلب کا پورا پورا ذائقہ آگیا قصہ حضرت شیخ صنعاؒ کا جو منطق الطیر مین پڑھا تھا وہ ہو بہو مجھپر صادق آگیا جو جو کچھ نہ کرنا تھا کیا مصرع کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرین گے + ورد و وظائف تو درکنار نماز تک چھوٹ گئی اوسکے ہی نام کا وظیفہ اور باتین ورد زبان ہونے لگین اور اوسی کے روئے کتابی کا مطالعہ کرنے لگا ؎ عشق کے مکتب مین آیا ہون دبستان چھوڑکر + اب پڑھا کرتا ہون حسن و عشق قرآن چھوڑکر + غرضکہ اس جنون کا اسوقت پورا شباب ہے اوس کے وصل کی تدبیر مین ہون مگر کبھی کبھی خیال مین آجاتا ہے افسوس کیا حال ہو گیا مصرع بتون کو پوجتا ہون اور پھر سیدھا مسلمان ہون + اسی خیال مین تھا کہ آج حضور کو خط تحریر کیا اگرچہ بہت روز سے چاہتا تھا کہ آپکو تحریر کرون مگر وقت نہین آیا تھا اب اسکا وقت آگیا اور خدا تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اب اصلاح ہو جائے گی اسلیئے عجز و انکسار کے ساتھ عرض ہے کہ اس احقر کو ورطۂ ہلاکت سے نکالیے للہ میرے واسطے دعا فرمایئے آپ پر میرا حق ہے آپ مجھکو اپنا غلام تصور کرین اور دعا کرین یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ میری طبیعت بالکل پھر جائے اور برگشتہ ہو جائے پیشتر اس سے کہ وہ مجھ سے کشش کرے ورنہ میرے لیے قیامت ہو جائیگی گستاخی معاف فرمادین ضروری امر تھا جسکی وجہ سے تحریر کیا گیا یہ سب امور لغویات مین سے ہین اصل اصول عشق خداوندی ہے اللہ تعالیٰ اپنا عشق اور اپنے حبیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت عطا فرمادے آمین۔

الجواب۔ مشفقم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اول یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہین ہوتا دیکھیئے امراض ظاہری مین علاج کے لیئے دوائے تلخ و ناگوار پینا

پڑتی ہے چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اس لیے ہمت کرکے پی جاتے ہین اور امراض باطنی ہین تو زیادہ اس کی ضرورت ہوگی جب یہ امر معلوم ہوا تو اب اسکا علاج سنیئے اور ہمت کرکے بنام خدا اسکا استعمال کیجئے انشاء اللہ تعالی شفاے کامل حاصل ہوگی علاج اوسکا مرکب ہے چند اجزا سے **اوّل** اوس مردار سے قطعا تعلق ترک کر دیجئے یعنی اوس سے بولنا چالنا اوسکو دیکھنا بھالنا اوسکا جانا آنا حتی کہ دوسرا شخص بھی اگر اوسکا تذکرہ کرے قطعاً روکدیا جاوے بلکہ قصداً بتکلف کسی بہانہ سے اوسکو خوب بُرا بھلا کہکر اوس سے خلاف وخصومت کرلی جاوے اسطور پر کہ اوسکو ایسی نفرت ہو جاوے کہ اصلاً اوسکو ادہر میلان وتوقع رام ہونے کی باقی نرہے اور اوس سے ظاہراً اسقدر دوری اختیار کی جاوے کہ کبھی غلطی سے بھی اوسپر نظر نہ پڑے غرض اوس سے انقطاع کلی ہو جاوے **دوم** ایک وقت خلوت کا مقرر کرکے غسل تازہ کرکے صاف کپڑے پہنکر خوشبو لگاکر تنہائی مین روبقبلہ ہوکر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھکر اللہ تعالے کے روبرو خوب استغفار اور توبہ کی جاوے اور اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا والتجا کی جاوے پھر ۵۰۰ سے لیکر ۱۰۰۰ مرتبہ تک لا الٰہ الا اللہ کا ذکر اسطرح کیا جاوے کہ لا الٰہ کے ساتھ تصور کیا جاوے کہ مین نے لا الٰہ کے ساتھ سب غیر اللہ کو قلب سے نکالدیا اور الا اللہ کے ساتھ خیال کیا جاوے کہ مین نے محبت الٰہی کو قلب مین جمالیا یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو **سوم** جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو اوسکو اپنے قلب مین تصور کیا جاوے کہ بیٹھے ہین اور سب خرافات کو قلب سے نکال نکال کر پھینک رہے ہین **چہارم** کوئی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہو یا ویسی ہی کوئی کتاب ہو جس مین دوزخ اور غضب الٰہی کا جو نافرمانون پر ہوگا ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جاوے **پنجم** ایک وقت معین کرکے خلوۃ مین یہ تصور باندھا جاوے کہ مین حق تعالی کے روبرو میدان قیامت مین حساب کے لیے کھڑا ہون اور حق تعالی فرمارہے ہین کہ اے بیحیا تجھکو شرم نہین آتی کہ ہمکو چھوڑکر ایک مردار کی طرف مائل ہوا کیا ہمارا تجھپر یہی حق تھا کیا ہم نے تجھکو اسی لیے پیدا کیا تھا اے بیحیا ہماری ہی دی ہوئی چیزون کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی مین تو نے استعمال کیا کچھ شرم بھی آئی بڑی دیر تک اس مراقبہ مین غرق ومشغول رہنا چاہیئے اور یہ مین اوپر لکھ چکا ہون کہ گو نفس کو تکلیف پہونچے مگر اس نسخہ کو ہمت کرکے نباہ کر کرنا چاہیئے اللہ تعالی شافی مطلق ہے والسلام فقط ۹ شعبان ۱۳۲۱ھ

تفاضل جہر و خفی و نور لطائف و عدم التفات بدو

سوال۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگرچہ ہم ذکر برابر کیئے جارہے ہین لیکن یہ معلوم نہین ہے کہ حضور نے ذکر جہر ارشاد فرمایا ہے یا کیا اور ہم ابھی تک برابر ذکر جہر کیے جارہے ہین اور وہی حالت ہے لیکن نور نیلگون بہت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے اور حضور نے جو بارہ ہزار ارشاد فرمایا تھا وہی برابر کرتا ہون اور پیر جو مرید کو توجہ دیتے ہین اگر مرید دور رہے تب بھی توجہ پیر کی ہوتی ہے یا نہین یون تو توجہ ہونا پیر کا ضرور ہی نہین بلکہ وہ توجہ جیسا کہ مرید کے حاضر رہنے مین ویسے ہی جس سے مرید کی قلب پر حرارت پیدا ہوتی ہے اوس قسم کا توجہ دور کے مرید کو بھی دے سکتے ہین یا نہین۔

الجواب۔ عزیزم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ذکر دونون طرح مفید ہے لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے آپ بھی جہر کرین مگر اسقدر جہر نہو کہ لوگون کو تکلیف پہونچے یہ نور نیلگون وغیرہ اہل طریقت کی نزدیک انوار لطائف کے ہین جو ذکر سے منور ہو جاتے ہین گو یہ مقصود نہین مگر علامت محمود ہے انشاء اللہ تعالےٰ روز بروز ثمرات نیک مرتب ہوتے رہین گے حتی کہ مقصود حقیقی تک وصول میسر ہو جاویگا اپنے کام مین لگے رہین ان حالات مین غور و فکر نہ کرین کہ یہ کیا چیز ہے کیا بات ہے سب سے قطع نظر کر کے ذکر مقصود سمجھنا چاہیئے اگر فرصت ہو تو چھ ہزار اسم ذات اور بڑھا دین اور توجہ کی حقیقت اور اوسکے اقسام اور حاضر و غائب سے اوسکا اثر ہونا یہ بات زبانی بیان کرنے کے قابل ہے تحریر سے سمجھ مین نہ آویگی فقط ۲۵۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

علاج صحبت پیر ناقص و رجوع کامل

سوال۔ یہان ایک حافظ صاحب ہین کہ پیشہ نعلبندی کا کرتے ہین اور درویش دوست اور ذاکر و شاغل آدمی ہین کل انھون نے بندہ سے کچھ اپنے حالات کہے اور اصلاح چاہی بندہ نے عذر کیا کہ مین طفل مکتب ہون اصلاح و علاج سے کیا علاقہ اور حضور کا پتہ ۔۔۔۔ بتا دیا اونھون نے اصرار کیا کہ تو ہی ایک عریضہ لکھ۔ حال یہ ہے کہ یہ صاحب ایک پنجابی درویش صاحب خاموش صاحب نامی کے پاس کسیوقت مین حاضر ہوے تھے طبیعت کے نہایت غبی ہین لیکن قرآن شریف حفظ کرنیکا شوق بیحد تھا درویش صاحب نے دعا کی جس سے بالکل خلاف امید اوسی سال مین قرآن شریف حفظ ہو گیا تب اُنھون نے اونھین کی صحبت چندروز اختیار کی بیعت تو نہین ہوئے مگر کچھ سیکھ لیا جب سے ان کی یہ حالت تھی کہ صرف اپنی سد رمق کی مقدار پیشہ نعلبندی

مین کما لینا اور جب اتنا ملگیا تو نعل باندھنے سے بھی انکار کردینا انکی بیوی بچے بھی مرگئے مگران کو
مطلق پرواہ نہین نعل باندھتے ہین اور جماعت قضا نہین ہوتی اگر کوئی اہل اللہ مل جاتا ہے تو
نعلبندی کی بھی پرواہ نہین قرآن شریف نہایت اچھا پڑھتے ہین اب چند روز ہوئے کہ ایک
فقیر صاحب بجنور مین آئے تھے ظاہر پابند شریعت تھے بہت لوگ اونکی طرف رجوع تھے چند
اشخاص نے انسے بھی کہا کہ مل لو اوہنون نے اوّل انکار کیا مگر لوگون کے اصرار سے چلے گئے فقیر
صاحب نے انکو پاس بلاکر دوزانو بٹھلایا اور کہا کہ آنکھین بند کرو اور زبان کو تالو سے لگاکر سانس
مین خیال کرو کیا آواز معلوم ہوتی ہے انہون نے اسیطرح کیا معلوم ہوا کہ نیچے اوپر دونون سانسون
مین اللہ اللہ نکلتا ہے فقیر صاحب نے فرمایا اسیطرح روز ذکر کیا کرو اہنون نے چند روز کیا اب
کہتے ہین کہ میرے سینہ مین سوزش ہے اور قلب مین وحشت اسقدر ہوگئی ہے کہ کسی کام مین دل نہین لگتا
حتی کہ نماز و تلاوت مین بھی دل گھبراتا ہے کہتے ہین کہ قریب ہے کہ نماز چھوڑ دون احقر نے ہر چند غذر
کیا مگر اوہنون نے کہا ضرور کچھ بتا دو اب حضور کوئی علاج ارشاد فرماوین؟

الجواب۔ ان صاحب سے کہدیجئے کہ گھبراوین نہین اور وہ ذکر اب بھی کیا کرتے ہون تو اونسے
کہدیجئے کہ اوسکو بالکل چھوڑ دین اور بجائے اوسکے اوتنا وقت تلاوت قرآن یا درود شریف
مین صرف کرین اور چلتے پھرتے بھی درود شریف پڑھین اور ہر نماز کے بعد اور رمضان شریف
مین صرف مغرب و عشا کے بعد اور سحر کھاکر درود شریف گیارہ مرتبہ پانی پر دم کرکے پیا کرین اور
خلوت مین بیٹھکر اپنے قلب پر چاند کا تصور کیا کرین اور آب تازہ یا آب گرم سے جو موافق مزاج ہو
روزانہ غسل کرلیا کرین اور تین چار روز کے بعد اپنے حالات سے پھر اطلاع دین انشاء اللہ تعالیٰ بالکل
سکون ہوجاویگا اور آیندہ سے اسکا خیال رکھین کہ ہر شخص کی تعلیم پر خصوصاً سیاحون کی ہرگز
عمل نہ کرین کسی شیخ محقق کو اپنا عروہ وثقے بنالین۔ والسلام ۲۵۔ شعبان ۱۳۲۱ھ

تحقیق فضیلت حب عقلی بر عشق

سوال۔ ایک بات قابل دریافت ہے وہ یہ ہے کہ صراط مستقیم مین مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے
حُبّ ایمانی یا عقلی کو حب نفسانی یا عشق پر بہت کچھ ترجیح دی ہے اور طریق عشق کو ایک حد تک
مذموم ثابت کیا ہے حالانکہ بڑے بڑے صوفیہ کرام مولانا رومؒ۔ جامیؒ۔ وغیرہ نے عشق کی مدحسرائی
کی ہے اسباب مین حضرت کی جو تحقیقی رائے ہو اوس سے مفصل مطلع فرمائیے؟

الجواب - اول یہ مقدمات سمجھنا چاہیئے اول فضیلت دوطرح کی ہوتی ہے ایک باعتبار ذات شئے کے دوسری باعتبار کسی حالت خاصہ کے اول کو فضیلت ذاتیہ دوسری کو اضافیہ کہنا مناسب ہے دوم کمالات ولایت کے مستفاد ہوتے ہین کمالات نبوت سے اسلئے جو کمال ولایت کا جس قدر کمال نبوت کے ساتھ مشابہ ہوگا دوسرے کمال سے جو مشابہت مین کم ہے افضل ہوگا سوم عشق ایک خاص درجہ ہے محبت کا جس مین ہیجان وغلیان ہوتا ہے ان مقدمات کے بعد جاننا چاہیئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام مین جو صفۃ محبت الٰہی کی ہوتی ہے اوس مین ہیجان نفسانی نہین ہوتا اسلیئے بالیقین یہی نوع محبت کی فی نفسہ افضل ہوگی مگر کسی خاص استعداد وصلاحیت کے اعتبار سے تربیت باطن مین دوسرے نوع کا انفع واوفق ہونا ممکن ہے جیسے کہ گوشت فی نفسہ افضل الاغذیہ ہے لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے آش جو کو اصلح کہا جاتا ہے - پس مولانا شہید رحمہ اللہ فضیلت ذاتیہ کے مرتبہ مین حب ایمانی کو ترجیح دے رہے ہین اور بعض آثار مغلوبیت کے اعتبار سے حب نفسانی کو مضر بتلا رہے ہین اور دوسرے حضرات صوفیہ رحمہم اللہ فضیلت اضافیہ کے مرتبہ مین عشق کی مدح کر رہے ہین کیونکہ ایسے مضامین اکثر اہل حال کے کلام مین وارد ہین جنکو تحقیقات عامہ مقصود نہین یا مراد اُن حضرات کی اصطلاحا عشق سے مطلق کمال محبت ہو جو شامل ہے محبت ایمانی کو بھی اور مقصود مذمت کرنا ہو اوس شخص کی جس مین یہ کمال نہین ہے جیسے حدیث مین ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ الحدیث پس دونون توجیہ پر مولانا اور صوفیہ کے کلام مین تعارض نہین ہے واللہ اعلم

۱۷- شوال ۱۳۲۱ ہجری

خط ہدایت نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس وخطرات عاجز ومغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود

علاج بعض علماً و عملاً

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایمانکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کئی روز ہوے آپکا خط آیا حالات معلوم ہوے ماشاء اللہ آپ کا ایمان بالکل کامل ہے اُسمین کسی طرح کا نقصان وخلل نہین ہے جو حالت آپنے لکھی ہے اور اُسکو موجب نقصان ایمان سمجھا ہے یہی حالت آپ کے کمال ایمان کی دلیل ہے مگر چونکہ آپ کو ابھی علم کم ہے اسوجہ سے اندیشہ اور قلق کا ہجوم ہوگیا ہے ورنہ آپ کی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے یہ حالت وسوسہ کی خواہ وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہون کچھ آپ کو اول پیش نہین آئی کوئی ایسا سالک وواصل الی اللہ نہین ہے

جسکو رستہ مین یہ گھاٹی نہ آتی ہو پس اُن مین جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق ومحبت واعتقاد کا رکھنے والا ہے اُس کی نظر مین تو یہ لاشئے محض معلوم ہوتی ہے اور جو ناواقف ہین وہ تل کو پہاڑ کر کے طرح طرح کی پریشانیون مین مبتلا ہوجاتے ہین اے عزیز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑھ کر کسی عالم کا کسی عارف کا رتبہ نہین ہوا اُن تک یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع وساوس نے گھیرا اور وساوس بھی ایسے جسکو وہ زبان پر لانا جلکر کوئلہ ہوجانے سے بدتر اور سخت تر اور گران تر وناگوار تر جانتے تھے آخر انھون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین اسکو ذکر کیا حضور نے فرمایا ذاک صریح الایمان یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے دو وجہ سے اول اس لیئے کہ چور وہان جاتا ہے جہان متاع پاتا ہے پس اگر متاع ایمان اس شخص کے قلب مین نہوتا تو ہرگز شیطان اسکے پیچھے نہ پڑتا یہی وجہ ہے کہ اکثر نیک لوگون کو وساوس پیش آتے ہین اور جو فساق وفجار واشرار ہین اُن کو کبھی اس کا اتفاق بھی نہین ہوتا کیونکہ شیطان اُن سے جب گناہ کرا رہا ہے تو اسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ ایسے امر مین مبتلا کرے جس مین کسی قسم کا گناہ بھی نہین نرا ہی رنج ہے۔ دوسرے اسلیئے علامت ایمان کی ہے کہ مومن نے جب اسکو برا سمجھا پس اگر اس شخص کے ایمان مین خلل ہوتا تو اُن خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور ان کو دل سے قبول کرتا اور اُن پر مطمئن ہوتا اور ان مین اسکے قلب کو انشراح ہوتا کراہت نہ ہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے جب اُس شخص نے انکو مکروہ سمجھا تو اُنکے اضداد کو حق سمجھتا ہے اور یہی ایمان ہے۔ غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہے ہرگز ہرگز کفر نہین بلکہ گناہ ومعصیت بھی نہین کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہے جو باختیار خود کرے اور چونکہ وساوس پر اختیار نہین ہے اسلیئے وہ گناہ نہین ہوسکتا جب گناہ نہین پھر اُس پر پریشان ہونا فضول ہے۔ یہ تو تحقیق ہے وسوسہ کی برے یا بھلے ہونے کی رہا اسکا علاج بس سب معالجات سے بہتر علاج جسکو اکسیر اعظم کہنا چاہیئے یہی ہے کہ اُسکا کچھ علاج نہ کیا جاوے بلکہ جرأت ودلیری کے ساتھ اور یقین و عزم کے ساتھ یہ سمجھے اور دل مین خیال کرے کہ جب یہ عند اللہ گناہ نہین اور شرعاً کوئی مرض نہین پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دلیل ایمان ہے تو اُس پر الٹا اور خوش ہونا چاہیئے جب یہ شخص خوش ہوگا تو شیطان نے وہ وسوسہ تو خاص اسی لئے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ یہ شخص تو خوش ہوتا ہے اور اسکا خوش ہونا اسکو پسند نہین پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا

اور بہت آسانی سے اس شخص کو اس سے نجات ہو جاوے گی۔ اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پروا نہین کیونکہ جب یہ معصیت نہین تو اُس سے نجات کی ضرورت کیا ہے اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہو جاتا ہے اسیطرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اُس کے غم مین پڑ جاوے اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے گو اُسکے بڑھنے سے گناہ تو نہین ہوتا مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہے پس عمدہ علاج یہ ہے اور ہر وسوسہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا یہ طریقہ مضر ہے اُس مین اگر فوری تسلی ہو بھی جاتی ہے دو چار روز کے بعد پھر اُس جواب مین کوئی خدشہ ہو جاتا ہے پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس مین اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہو جاتا ہے اس لیے اس طریق کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیئے بلکہ بجائے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا شغل رکھے کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہے جیسا حدیث مین آیا ہے اور اس سے قلب مین بھی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ ایسے خرافات سے متاثر نہین ہوتا پس خلاصہ تمام تر تقریر کا تین امر ہوے ۱ ایسے وساوس کی کچھ پرواہ نہ کرین نہ اُنکے دفع کی فکر کرین ۲ اُسکا جواب نہ سوچین نہ کسی سے وجہ پوچھین کتاب و سنت کو بلا دلیل حق سمجھین اور اس کے خلاف کو اعتقاداً باطل سمجھین گو کسی بات کی وجہ سمجھ مین نہ آوے گو قلب مین اسکا خطرہ آوے ۳ اودھر سے اعراض کر کے اللہ کے ذکر مین متوجہ رہین خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اسی مین خیال لگائے رہین انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو ایک ہی روز مین بلکہ ایک ہی منٹ مین پوری تسکین و راحت حاصل ہو جاوے گی اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہ ہو گی۔ اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو بے تکلف ظاہر کر دین والسلام از تھانہ بھون یکم جمادی الاولے ۱۳۲۱ھ

سوال۔ ایک مختصر مضمون مین شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت کی حقیقت اور ان کا باہمی تعلق لکھکر مرحمت فرمایئے۔

تفسیر شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت

الجواب۔ شریعت نام ہے مجموعہ احکام تکلیفیہ کا اُس مین اعمال ظاہری و باطنی سب آگئے اور متقدمین کی اصطلاح مین لفظ فقہ کو اس کا مرادف سمجھتے تھے جیسے امام ابو حنیفہؒ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے معرفۃ النفس مالہا و ما علیہا پھر متاخرین کی اصطلاح مین شریعت کے جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام فقہ ہو گیا اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ کا نام تصوف ہو گیا ان اعمال باطنی